ابنِ صفی

جلد نمبر 8

جاسوسی دنیا

24- پتھر کی چیخ

25- خوفناک ہنگامہ

26- دوہرا قتل



پیش لفظ

یہ ناول ایک بالکل ہی انوکھی اور نئی کہانی پیش کرتا ہے۔ جرم کرنے والوں میں Sadist یا اذیت کوش آج کل نمایاں نظر آتے ہیں۔ آئے دن آپ نے اخباروں میں کم عمر لڑکوں اور لڑکیوں کے اغواء اور بعد میں اُن کے بے رحمانہ قتل کے بارے میں پڑھا ہوگا۔ آپ اسے یقین مانیں کہ ایسے بھیانک جرائم کے پیچھے ایسی معصوم صورتیں بھی ہوتی ہیں جن کی طرف کسی کا گمان بھی نہیں جاسکتا۔ یہ اپنے جنسی دباؤ سے مجبور ہوکر اس حد تک خطرناک، مریضانہ اور بھیانک شکل اختیار کرلیتے ہیں کہ انہیں انسانی ہڈیوں کے چچوڑنے میں رسیلی جلیبیوں کا مزہ آتا ہے۔

ایسا ہی ایک کرادار آپ کو اس ناول میں ملے گا۔ میاں حمید بھی اس مرتبہ کافی چاق و چوبند رہے۔ انہوں نے محض باتیں نہیں بنائیں بلکہ کچھ کیا بھی ہے۔

آئندہ شمارہ جوبلی نمبر ہوگا۔ ''خوفناک ہنگامہ'' کی کہانی کے لئے میں زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اب تک جتنے ناول میں نے چیلنج کے ساتھ لکھے ہیں انہیں آپ سب نے پسند کیا ہے۔ جوبلی نمبر بھی اُسی اعتماد کے سہارے لکھ رہا ہوں اور آپ یقین کیجئے کہ پڑھنے کے بعد آپ اُسے زندگی بھر نہیں بھول سکتے۔

''خوفناک ہنگامہ'' میں آپ کو ایک بار پھر آپ کے محبوب کردار انور اور رشیدہ ملیں گے۔ حمید نے تو اس بار کمال ہی کیا ہے۔ یقیناً اُس کی سنجیدگی آپ کو چونکا دے گی۔ فریدی کو اس بار ایک عجیب وغریب عورت سے ٹکر لینا پڑی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یورپ کے تین نامور جاسوس فریڈک، شلائر اور گارساں سے فریدی کی مڈبھیڑ...... بھیانک ہڈیوں کے پنجر، عجیب وغریب مچھلی اور دوسری دلچسپیاں آپ کو ملیں گی جن کے لئے ''جاسوسی دنیا'' مشہور ہے۔

ابن صفی

قمار خانہ

''لوسنو میرے بھائیو!'' سرجنٹ حمید نے ہانک لگائی۔ ''یہ وہ سانپ ہے کہ پتھر پر پھن مارتا ہے تو پتھر راکھ ہوجاتا ہے۔ پانی پر پھن مارتا ہے پانی بھاپ بن کر اڑ جاتا ہے۔ آگ کھاتا ہے انگارے ہگتا ہے۔ صندل دیپ میں پایا جاتا ہے۔ اسے آتش خور کہتے ہیں۔''

وہ ایک پیشہ ور دوا فروش کی طرح اول فول بک رہا تھا۔ صرف پندرہ منٹ میں اُس کے گرد اچھی خاصی بھیڑ لگ گئی تھی۔ اُس نے گھنی اور چڑھی ہوئی سفید نقلی مونچھیں لگا رکھی تھیں میک اپ اتنا شاندار تھا کہ سر کے بال کھچڑی معلوم ہورہے تھے۔ بہرحال وہ ایک انتہائی تندرست بوڑھے دوا فروش کے بھیس میں فٹ پاتھ پر مجمع لگا رہا تھا۔ اُس کے سامنے بہت سے مرتبانوں میں مردہ اور زندہ سانپ تھے۔ ایک بڑے سے صندوق پر دواؤں کی شیشیاں چنی ہوئی تھیں۔ اُن میں سے کسی میں نقرئی گولیاں تھیں اور کسی میں طلائی۔ اکثر میں کوئی سیال شے بھی تھی۔

یہ حرکت محض اُس کی افتادِ طبع نہیں تھی۔ اس مرتبہ شاید زندگی میں پہلی بار انسپکٹر فریدی نے ایک اہم کام اُس کے سپرد کیا تھا۔ اور وہ اُس سے کسی قسم کا مشورہ لئے بغیر اس کام کو سرانجام دینے کی کوشش میں مشغول تھا۔ پہلے فریدی نے وہ کیس اپنے ہی لئے رکھا تھا لیکن اس دوران میں وہاں کچھ عجیب قسم کی وارداتیں ہونی شروع ہوگئیں اور فریدی پہلا کیس حمید کے سپرد کرکے

اُن کے متعلق چھان بین میں مشغول ہوگیا۔

وہ وارداتیں واقعی عجیب اور وحشت ناک تھیں۔ شہر کے مختلف حصوں میں تین نوخیز اور خوبصورت لڑکوں کی لاشیں ملی تھیں جنہیں کسی وحشی درندے نے بڑی بے دردی سے مار ڈالا تھا۔ انسپکٹر فریدی تقریباً ایک ہفتے سے پریشان تھا لیکن اُس خوفناک راز کی ایک کڑی بھی ہاتھ نہ لگی تھی۔

اس سے پہلے اُس کے پاس ایک بہت بڑے گروہ کا کیس تھا جو بہت ہی منظم طریقے پر شہر کے مختلف حصوں میں جوا کھلاتا تھا۔ لیکن ابھی تک اُس کا ایک رکن بھی گرفتار نہ ہوسکا تھا۔ دوسرا کیس اس سے بھی زیادہ اہم تھا اس لئے پہلا کیس سرجنٹ حمید کے حصے میں آیا۔ حمید نے اسے سرانجام دینے کے سلسلے میں کافی لاف وگزاف کی تھی اور یہ حقیقت ہے کہ اُس نے دوران تفتیش میں کبھی فریدی کو ڈھنگ کی رپورٹ نہیں دی۔ نہ اُسے اپنے پروگرام ہی سے متعلق کچھ بتایا۔ شہر کے ایک حصے میں اُس نے ایک کمرہ کرائے پر لے رکھا تھا جہاں غریب طبقہ کے لوگ آباد تھے۔ اپنی دواؤں کا بکس اور سانپوں کے مرتبان وہ وہیں رکھا کرتا تھا۔

وہ تین دن سے اسی جگہ پر مجمع لگا رہا تھا۔ اُسے دراصل قریب کی ایک عمارت پر شبہ ہوگیا تھا۔ یہ شہر کی ایک مخصوص متمول طبقے کی تقریب گاہ تھی۔ یہاں صرف اُسی طبقے کے افراد شادی بیاہ یا دوسری تقاریب کے انتظامات معاوضہ لے کر کئے جاتے تھے۔ حمید متواتر تین دن سے دیکھ رہا تھا کہ وہاں دن اور رات ایک نہ ایک تقریب برپا رہتی تھی اور اُس میں حصہ لینے والے بھی زیادہ تر مختلف نہیں ہوا کرتے تھے۔ اُس طبقے کے رسم و رواج کے مطابق کوئی غیر اُس عمارت میں قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ حمید کا شبہ یقین کی حد تک پہنچتا جارہا تھا کہ وہ جس عمارت کی تلاش میں ہے وہ یہی ہوسکتی ہے۔ وہ آج بھی صبح سے کئی بار یہاں مجمع اکٹھا کرچکا تھا اور وہ اس وقت آخری مجمعے کے سامنے اپنے بار بار دہرائے ہوئے جملے دہرا رہا تھا۔ ''اس سانپ کی چربی کا کیا پوچھنا..... صاف صاف تعریف خلاف تہذیب ہے۔''

اُس نے رک کر ایک شیشی اٹھائی اور مجمع کو دکھا کر کہنے لگا۔ ''اس میں آتش خور سانپ کی چربی افعی یعنی کوبرا کالے سانپ کی چربی۔ سانڈے کی چربی، اود بلاؤ کی کلیجی کا پتہ..... روہو مچھلی کا پتہ شامل ہے..... بجلی ہے بجلی..... نہ پان کی ضرورت نہ پتے کی حاجت..... نہ چھالا ڈالتا ہے نہ

آبلہ، پانچ منٹ میں اثر دکھاتا ہے۔ آزمائش کرو۔ اگر غلط نکلے تو کل یہیں آکر گریبان پکڑ لینا۔ پندرہ دن آپ کے شہر میں قیام کروں گا۔ دلی، آگرہ، کانپور اور لکھنو ہوتا ہوا آپ کی شہر میں آیا ہوں اور آپ کے شہر سے کہیں اور چلا جاؤں گا۔ اس طرح آپ کی خدمت بھی کروں گا اور مرشد کا حکم بھی بجالاؤں گا۔''

پھر اُس نے دوا کی قیمت بتائی اور اُسکی اپنے گرگوں میں سے ایک نے سب سے پہلے جیب میں ہاتھ ڈالا پھر پندرہ بیس منٹ کی اندر اندر ٹین کے صندوق پر چنی ہوئی شیشیاں صاف ہوگئیں۔

اس دوران میں حمید کی توجہ اُس عمارت کی طرف بھی مبذول ہوتی رہی تھی اور اُسے اُس میں داخل ہونے والوں میں شہر کا ایک مشہور جواری بھی دکھائی دیا تھا اور وہ اُس طبقے سے متعلق نہیں تھا۔ مجمع ختم کرنے کے بعد حمید نے سامان سمیٹنا شروع کیا۔ اس وقت اس کا ارادہ عارضی قیام گاہ کی طرف جانے کا نہیں تھا۔ اُس نے ایک تانگے پر سامان بار کرایا اور فریدی کی کوٹھی کی طرف چل پڑا۔

ایک سائیکل سوار اُس کا تعاقب کررہا تھا۔ حمید نے پہلے تو اُس کی طرف دھیان نہیں دیا لیکن وہ ایک بار اُسے تانگے سے آگے نکلتے اور پھر رفتار کم کرکے تانگے کے پیچھے لگتے دیکھ کر کھٹک گیا۔ حمید اُس کا صورت آشنا تھا۔ اُس نے اسے اکثر اُس مشتبہ عمارت کے سامنے والے ریستوران میں دیکھا تھا۔

''بھائی'' اُس نے تانگے والے کو بلند آواز میں مخاطب کیا۔ ''شاید میں راستہ بھول رہا ہوں۔''

''کیوں..... آپ ہی نے تو.....!''

''ہاں ہاں'' حمید اُس کی بات کاٹ کر بولا۔ ''وہ جو کلاک ٹاور ہے نا..... اُس کے سامنے والی سڑک پر پٹرول پمپ والی گلی میں۔''

''مگر آپ.....!'' تانگے والے کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔ ''آپ نے تو.....!''

''میاں بگڑو نہیں..... پردیسی ہوں بھول ہوئی۔ چونی زیادہ لے لینا۔''

تانگہ والا بڑبڑاتا رہا۔ پھر اُس نے اگلی سڑک پر حمید کی عارضی قیام گاہ کی طرف تانگہ موڑ دیا۔ سائیکل سوار اب بھی تانگے کے پیچھے لگا ہوا تھا اور حمید ایسا بے تعلق نظر آرہا تھا جیسے کوئی

بات ہی نہ ہو۔ اُس نے جیب سے نسوار کی شیشی نکالی اور دو چٹکیاں ناک کے دونوں نتھنوں میں چڑھا گیا لیکن پھر اُسے اپنی حماقت پر افسوس ہونے لگا۔ وہ اس بھیس کے دوران میں اپنی جیب میں نسوار کی شیشی ضرور رکھتا تھا۔ لیکن آج تک استعمال کرنے کی ہمت نہیں پڑی تھی۔ نتھنوں میں جلن اور ناک میں تیز قسم کی سرسراہٹ ہونے لگی لیکن وہ حتی الامکان چھینک روکنے کی کوشش کر رہا تھا کیونکہ چھینکیں شروع ہوتے ہی اناڑی پن فوراً ظاہر ہو جاتا۔ اُس کے جسم کے سارے روئیں کھڑے ہو گئے تھے اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کی کھال گوشت چھوڑ رہی ہو...... آنکھوں سے پانی بہنے لگا تھا۔ بہر حال وہ چھینک نہ روک سکا۔ البتہ اُسے کھانسی میں تبدیل کرتے وقت جیب سے رومال نکال لینا پڑا اور پھر وہ سچ مچ اُس طرح کھانسنے لگا جیسے دورہ پڑا ہو۔ اس طرح حلق میں خراش ضرور آ گئی لیکن ناک کی تکلیف دہ سرسراہٹ سے نجات مل گئی۔

تعاقب برابر جاری رہا۔

حمید رہائش گاہ پر پہنچ کر سامان اتارنے لگا اور تعاقب کرنے والا آگے بڑھ گیا۔ حمید سوچنے لگا کہ اب کیا کرے۔ اب تو اُسے سو فیصدی یقین ہو گیا تھا کہ اُس کی اتنے دنوں کی محنت بیکار نہیں گئی۔ اُس نے سوچا کہ فریدی کو فوراً اُس کی اطلاع دے دے لیکن دوسرے ہی لمحے میں خودنمائی کی جبلت نے اُبھر کر اس خیال کا گلا گھونٹ دیا۔ اُس نے سوچا کہ کیوں نہ اکیلے ہی یہ معرکہ سر کرے۔ اس طرح وہ فریدی کے اس خیال کا مضحکہ اڑا سکے گا جس کی رو سے وہ عملی اعتبار سے نکما تھا۔ حمید اندھیرا پھیلنے کا انتظار کرنے لگا۔ اُس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح عمارت میں ضرور داخل ہوگا۔ مجمع لگانے کے دوران میں اُس نے اس عمارت میں داخل ہونے کا طریقہ بھی دیکھ لیا تھا۔ آنے والے دربان کو دعوتی کارڈ دکھا کر اندر داخل ہوتے تھے۔ حمید نے اچھی طرح اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ دراصل کسی تقریب کے دعوتی کارڈ ہی کا ڈھونگ تھا۔ اسی طرح صرف انہیں لوگوں کی رسائی وہاں تک ہو سکتی تھی جو معتبر تھے۔ یعنی وہ کارڈ ایسے ہی لوگوں میں تقسیم کیے جاتے تھے جن کے متعلق اس کے گروہ کو پورا پورا اطمینان تھا کہ وہ اس راز کو ظاہر نہیں کریں گے۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد حمید پھر اُسی عمارت کی طرف واپس جا رہا تھا۔ لیکن اس بار اُس نے امیر اوباشوں کی سی وضع اختیار کی تھی۔ کچھ دور چل کر اُس نے ٹیکسی کی اور اُس عمارت

کے سامنے والے ریستوران کے قریب جا کر اُترا۔ ریستوران میں بھیڑ کم تھی۔ البتہ باہر والا حصہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ حمید چائے خانے میں گھس گیا۔ اتفاق سے ایک کھڑکی کے قریب کی میز خالی تھی۔ وہ اسی پر جم گیا۔ یہاں سے اُس عمارت کا پھاٹک زیادہ دور نہیں تھا۔ حمید ارادہ کر کے ادھر نکل تو آیا تھا مگر عمارت میں داخل ہونے کی کوئی تدبیر ابھی تک نہیں سوجھی تھی۔

وہ کافی دیر تک ٹھنڈی چائے کی چسکیاں لیتا رہا لیکن بے سود۔ عمارت میں داخل ہونا آسان کام نہیں تھا۔ اگر وہ کسی ویران جگہ پر ہوتی تو وہ دیواریں بھی پھلانگ جاتا۔ اگر اس پر بھی بس نہ چلتا تو وہ نقب زنی کے امکانات پر غور کرتا لیکن یہاں بھرے پُرے بازار میں اُن کا خیال ہی احمقانہ تھا۔

وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر پھاٹک کی طرف ٹکٹکی لگائے بیٹھا تھا حتیٰ کہ وہ اُس نامعلوم آدمی کے وجود سے بھی بے خبر تھا جو اُس کی قیام گاہ سے اُس کے پیچھے لگا ہوا یہاں تک چلا آیا تھا۔ وہ اُس سے تھوڑے ہی فاصلے پر بیٹھا شام کا اخبار دیکھ رہا تھا لیکن یہ وہ آدمی نہیں تھا جس نے آج شام کو اُس کا تعاقب اُس کی قیام گاہ تک کیا تھا۔

دفعتاً حمید کو اس عمارت کے پھاٹک پر دو آدمی دکھائی دیئے۔ دونوں نے اپنے جیبوں سے کارڈ نکالے لیکن ایک نے پھر اپنا کارڈ جیب میں رکھ لیا۔ اُس کا ساتھی تو اندر چلا گیا مگر اس کا رخ ریستوران کی طرف تھا۔ پھر حمید نے اُسے بار والے حصے میں داخل ہوتے دیکھا۔ حمید نے جلدی جلدی چائے ختم کی بل ادا کیا اور ریستوران سے باہر نکل گیا۔ اُس کے ذہن میں ایک تدبیر ابھر تو آئی تھی لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ بار میں جائے یا نہ جائے۔

اُس آدمی نے اندر پہنچ کر ادھر اُدھر نظر ڈالی اور سیدھا پیشاب خانوں کی طرف چلا گیا۔ حمید بھی تیزی سے آگے بڑھا۔ اُس حصے میں جہاں پیشاب خانے تھے اندھیرا تھا۔ البتہ پیشاب خانوں کے اندر دھندلی دھندلی روشنی تھی۔ حمید دبے پاؤں اُسی لیٹرین میں داخل ہو گیا جس میں وہ آدمی گیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کا ایک ہاتھ اسکے منہ پر تھا اور دوسرا اُس کی گردن دبا رہا تھا۔ پھر اُس نے اُس کا سر دیوار سے ٹکرا دیا۔ وہ لہرا کر زمین پر آ رہا۔

پھر حمید نے حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ اُس کے کوٹ کے اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالا کارڈ

موجود تھا۔ اُس نے اُسے اپنی جیب میں ڈالا اور بے ہوش آدمی پر اچٹتی نظر ڈالتا ہوا باہر نکل گیا۔

وہاں سے وہ ایک دوسرے ریستوران میں پہنچا اور بیرے کو کافی کا آرڈر دیتا ہوا ایک خالی کیبن میں گھس گیا۔ قیام گاہ سے یہاں تک تعاقب کرنے والا اب بھی اُس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ لیکن وہ کسی کیبن میں بیٹھنے کی بجائے کھلے ہال ہی میں بیٹھ گیا تھا۔

حمید نے کارڈ نکالا۔ اُس میں کسی جمشید جی نے رستم جی کو اپنے بیٹے کی شادی کے سلسلے میں مدعو کیا تھا۔ حمید نے معنی خیز انداز میں سر ہلا کر کارڈ پھر جیب میں رکھ لیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اب وہ رستم جی کا رول ادا کرے گا اور اُسے اس بات کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ تھی کہ اُس آدمی کے ہوش میں آنے پر اُس کی اس حرکت کا کیا نتیجہ برآمد ہوگا۔ بس اُس کے سر پر اُس عمارت میں داخل ہونے کا بھوت سوار ہوگیا تھا۔

اُس نے گرم گرم کافی حلق میں انڈیلنی شروع کردی۔

پھر کچھ دیر بعد وہ عمارت کے پھاٹک پر کھڑا دربان کو کارڈ دکھا رہا تھا اور اُس کا تعاقب کرنے والا اپنی موٹر سائیکل اسٹارٹ کر رہا تھا۔ ادھر حمید نے عمارت میں قدم رکھا اور وہ کسی طرف روانہ ہوگیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ بہت جلدی میں ہو۔

حمید ایک کافی وسیع ہال میں داخل ہو رہا تھا۔ یہاں چاروں طرف بے شمار چھوٹی چھوٹی میزیں پڑی ہوئی تھیں اور اعلیٰ پیمانے پر مختلف قسم کا جوا ہو رہا تھا۔ حمید نے انجام سے بے پرواہ ہو کر دل ہی دل میں ایک زوردار قہقہہ لگایا کہ اس بار فریدی کو اس کی ذہانت کا قائل ہونا ہی پڑے گا۔

اندر پہنچنے پر ایک آدمی نے پھر اس کا کارڈ دیکھا اور بلند آواز میں "رستم جی" کی ہانک لگائی اور پھر ایک طرف اشارہ کر کے آہستہ سے بولا۔

"میز نمبر اٹھائیس......!"

حمید اُس میز کی طرف بڑھا۔ اُس پر تین آدمی تھے اور چوتھی کرسی خالی تھی۔ اُسی میز کا ایک آدمی اُسے تحیر آمیز نظروں سے گھور رہا تھا۔ حمید کو اطمینان تھا کہ وہ جوا کھیل سکے گا۔ کیونکہ وہ پہلے ہی سے اُس کے لئے تیار ہو کر آیا تھا۔

وہ خالی کرسی پر بیٹھنے ہی جا رہا تھا کہ وہ آدمی کھڑا ہوگیا جو اُسے گھور رہا تھا۔

"آپ کی تعریف......!"

"رستم جی......!" حمید نے لاپروائی سے کہا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اُسے کسی نئے خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جانا پڑا۔ وہ اُسے پہچان رہا تھا۔ یہ آدمی وہی تھا جو رستم جی کے ساتھ تھا۔

"باپ کا نام......؟"

"کیوں......؟" حمید اُسے گھورتا ہوا کھڑا ہوگیا۔

"کچھ نہیں۔" وہ آدمی ہنس کر بولا۔ "میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا۔"

پھر وہ اٹھ کر کہیں چلا گیا۔ اُس میز کے بقیہ دو آدمی نشے میں بُری طرح دھت تھے۔

"اوئی چلی گیا۔" اُن میں سے ایک منہ میں انگوٹھا ڈال کر بولا۔ "ہم بھی جائیں گا۔"

"نہیں جانی تم بیٹھے گا۔" دوسرا اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "ہم تمہارا جورو کا بھائی ہے۔"

"نہیں ہام تمہارا جورو کا بھائی ہے۔" پہلے نے کہا۔

"ہاٹ سالا ہم تمہارا جورو کا بھائی ہے۔" دوسرا قہقہہ لگا کر بولا۔

"کیوں بابا......؟" پہلے نے حمید سے پوچھا۔

"تمہاری جورو......!" حمید بھناہٹ میں گالی بکتے بکتے رہ گیا۔ اگر کوئی اور موقعہ ہوتا تو وہ اُن دونوں میں کافی دلچسپی لیتا۔ مگر فی الحال تو اُس کا ذہن اٹھ کر جانے والے میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اُسے شبہ ہوگیا ہے۔

"ہاں ہاں...... ہمارا جورو بڑا جوردار ہے۔" وہ حمید کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "تم بھی ابھی لونڈا ہے۔ ہمارا جورو تم کو آم کا مافک......!"

حمید اُس کا ہاتھ جھٹک کر کھڑا ہوگیا۔ دونوں نے قہقہہ لگایا۔

"ڈر گیا ڈر گیا......!" دوسرا تالیاں بجا کر چیخا۔ "بچہ ہے...... چھورا ہے...... ٹاہ...... ٹاہ۔"

حمید پھر بیٹھ گیا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرے۔ رستم جی کا ساتھی نہ جانے

کہاں غائب ہوگیا تھا۔ اگر وہ باہر گیا تھا تب تو حمید کا راز فاش ہونے میں دیر نہ لگے گی۔ وہ یقیناً اُسے تلاش کرنے کے لئے بار میں جائے گا۔ وہ دونوں ساتھ ہی آئے تھے۔ اس لئے رستم جی نے اُسے وقتی علیحدگی کے متعلق ضرور بتایا ہوگا۔ ممکن ہے اس نے اس سے کہا ہو کہ وہ دو ایک پیگ پی کر واپس آجائے گا۔

''کیوں بیٹا ہوتی ہے۔'' اُن میں سے ایک حمید کے منہ کے سامنے انگلی نچا کر بولا۔

''ہوتی ہے۔'' حمید نے تاش کی گڈی اٹھا کر میز پر پٹخ دی۔

اتنے میں ایک اور آدمی آکر خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔ یہ پستہ قد مگر گٹھیلے جسم کا آدمی تھا۔ چہرہ لمبوترہ اور مضحکہ خیز تھا۔ چہرے کی مناسبت سے ناک بہت چھوٹی تھی کان دیکھ کر حمید کو خچر کے کان یاد آگئے۔

''آپ بہت دنوں کے بعد دکھائی دیئے۔'' اُس نے حمید سے کہا۔

''میں باہر چلا گیا تھا۔'' حمید جلدی سے بولا۔

''پچھلی بار......!'' وہ کچھ کہتے کہتے رک کر اپنی داہنی آنکھ مسلنے لگا پھر بولا۔ ''ذرا دیکھئے کچھ پڑ گیا ہے۔''

حمید اُس کی آنکھ میں دیکھنے کے لئے جھکا ہی تھا کہ اُس کے جبڑے کی ہڈیاں کڑکڑا گئیں اور وہ کرسی سے اچھل کر دیوار سے جا ٹکرایا۔ قبل اس کے کہ وہ سنبھلتا لمبوترے چہرے والے نے اُس کا گریبان پکڑ کر اُسے کھڑا کر دیا۔ اس بار اُس کی داہنی کنپٹی پر گھونسا پڑا اور زمین پر گرتے ہی اُس نے اپنی ریڑھ کی ہڈی پر ایک ٹھوکر بھی محسوس کی۔ پھر وہ وسیع ہال اپنے ساز و سامان سمیت تیزی سے گردش کرنے لگا۔ فانوس کی ٹھنڈی روشنی آگ اگلنے لگی اور پھر...... تاریکی کی گہری چادر نے اسے اندھیروں میں سلا دیا۔

درندگی

وہ نہ جانے کب تک بے ہوش پڑا رہا۔ پھر ہوش میں آتے ہی اُس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا جو بڑی شدت سے دکھ رہا تھا۔ جبڑے اور داہنی آنکھ پر ورم آگیا تھا۔ پیٹھ بھی بُری

طرح دکھ رہی تھی۔ وہ کراہ کر اٹھا اور دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ ابھی تک آنکھوں کے سامنے ہلکی ہلکی دھند چھائی ہوئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے محسوس کیا کہ وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں قید ہے۔ کانوں کی سنسناہٹ ختم ہوتے ہی اُسے کمرے کے باہر شور سنائی دینے لگا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کرسیاں اور میزیں ٹوٹ رہی ہوں۔ لوگ ایک دوسرے پر گر رہے ہوں۔ بہرحال توڑ پھوڑ کی آواز اور لوگوں کی چیخوں کے علاوہ اور کچھ نہیں سنائی دے رہا تھا۔ وہ تیزی سے اٹھ کر دروازے کے قریب آیا اور اُسے دونوں ہاتھوں سے پیٹنے لگا۔ یہ اس کا قطعی اضطراری فعل تھا۔ پھر جیسے جیسے اُس کا ذہن صاف ہوتا گیا اُس کے ہاتھ رکتے گئے۔ اول تو اُس شور و شغب میں اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں تھی اور پھر دروازہ پیٹنے سے کیا حاصل۔ بہرحال اُسے اپنی حماقت پر افسوس ہو رہا تھا کہ اُس نے فریدی کا مشورہ لئے بغیر یہ حرکت کیوں کر ڈالی۔

پھر وہ باہر کے شور کے متعلق سوچنے لگا۔ آخر یہ شور کس قسم کا تھا۔

دفعتاً کسی نے اُس کمرے کے دروازے پر ٹھوکر ماری اور حمید چونک کر پیچھے ہٹ گیا۔

دروازے پر متواتر ضربیں پڑ رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد چڑچڑاہٹ سنائی دی اور دروازہ ٹوٹ کر زمین پر آ رہا۔ حمید اگر بجلی کی سی سرعت کے ساتھ ایک طرف نہ ہٹ گیا ہوتا تو اُس کا زخمی ہو جانا یقینی تھا۔

اور پھر اُس کے منہ سے خوشی کی چیخ نکل گئی۔ یہ پولیس والے تھے۔

''حضرت مل گئے۔'' انسپکٹر جگدیش چیخا۔

حمید ٹوٹے ہوئے دروازے پر سے جست لگا کر باہر نکل آیا۔ انسپکٹر فریدی ایک میز پر کھڑا گرفتار شدگان کا جائزہ لے رہا تھا۔ حمید اُس کی طرف دھیان دیئے بغیر پکڑے جانے والوں کی بھیڑ میں گھستا چلا گیا۔ وہ اُس لمبوترے چہرے والے کو تلاش کرتا پھر رہا تھا لیکن وہ کہیں نہ دکھائی دیا۔

پھر کسی نے اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ چونک کر پلٹا۔ فریدی طنزیہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔

''بہت اچھے۔'' اُس نے کہا۔ ''خاصے کارٹون لگ رہے ہو۔''

حمید جھینپ کر بغلیں جھانکنے لگا۔

''اوپر بھی دیکھ لیں۔'' فریدی نے کوتوالی انچارج جگدیش سے کہا۔

پھر وہ تینوں کچھ کانسٹیبلوں کے ساتھ اوپری منزل میں چلے گئے۔ فریدی قطعی خاموش تھا۔ اُس نے پھر حمید سے کچھ نہیں کہا۔ لیکن حمید اچھی طرح جانتا تھا کہ گھر پہنچتے ہی شامت آجائے گی۔

اوپر کے بہتیرے کمرے مقفل تھے۔

سارے قفل ایک ایک کرکے توڑے جانے لگے۔ ایک کمرے میں ایک خوبصورت اور نوجوان عورت ملی جس کے ہاتھ پیر رسیوں سے جکڑے ہوئے تھے۔ پولیس والوں کو دیکھ کر وہ بے تحاشہ رو پڑی۔ استفسار پر اُس نے بتایا کہ تین دن قبل سینما سے واپسی پر چند بدمعاشوں نے اُسے پکڑ لیا تھا اور اُس سے ایک کثیر رقم کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اُس کے بیان سے معلوم ہوا کہ وہ شہر کے ایک بہت بڑے تاجر کی بیوہ تھی۔ حمید نے اُسے رسیوں سے آزاد کرتے وقت محسوس کیا کہ وہ بخار سے بھن رہی ہے۔

اُسے فوراً ہی ہسپتال بھجوانے کا انتظام کیا گیا۔ وہ تو اپنے گھر جانے پر مصر تھی لیکن باقاعدہ بیان لیے بغیر یہ چیز ناممکن تھی۔

اُس کی سرخ سرخ نشیلی آنکھیں دیر تک حمید کے ذہن پر چھائی رہیں لیکن اسی کے ساتھ ہی ساتھ وہ لمبوترے چہرے والے کے لئے بھی بے چین تھا۔ حمید کو اس کا گمان بھی نہیں تھا کہ وہ اس طرح دھوکے میں رکھ کر اُس پر حملہ کردے گا۔ ورنہ شاید وہ اس بُری طرح مار نہ کھاتا اور اب رہ رہ کر اُس کا خون جوش مار رہا تھا۔ اگر وہ اس وقت مل جاتا تو وہ اُس کی بوٹیاں اڑا دیتا۔ اُس کا ذہن اس بُری طرح الجھا ہوا تھا کہ اُس نے فریدی سے یہ بھی نہ پوچھا کہ وہ یک بیک یہاں پہنچ کیسے گیا۔

''کیا تم کسی کی تلاش کر رہے ہو......؟'' فریدی نے اُس سے پوچھا۔

''ہاں مجھے ایک لمبوترے چہرے والے کی تلاش ہے۔'' حمید دانت پیس کر بولا۔

''وہ نکل جانے میں کامیاب ہوگیا۔'' فریدی نے کہا پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ''کیا اُسی نے

تمہاری یہ درگت بنائی ہے؟''

''بس زیادہ تاؤ نہ دلائیے مجھے۔'' حمید بڑبڑایا۔

''خیر خیر......!'' فریدی کچھ اور کہتے کہتے رک گیا۔ اُس کی نظریں کاریڈور میں پڑے ہوئے کپڑوں کے ایک ڈھیر پر جم کر رہ گئیں تھیں۔ ایک کانسٹیبل نے آگے بڑھ کر اُسے پیر سے سرکایا۔

اور پھر اُن سب کے منہ سے چیخیں نکل گئیں۔

یہ ایک خوبصورت اور تندرست لڑکے کی لاش تھی جسے بڑی درندگی کے ساتھ نوچا گیا تھا۔

فریدی بے ساختہ اُس پر جھک پڑا۔ تھوڑی دیر تک بغور اُسے دیکھتا رہا پھر سر اٹھا کر آہستہ سے بولا۔ ''حمید اب مجھے تمہاری اس حماقت پر ذرہ برابر بھی افسوس نہیں۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر لاش کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جگدیش اور اُس کے ساتھیوں کے ہونٹ خشک ہوگئے تھے شہر میں یہ ایک ہی نوعیت کی پانچویں لاش تھی۔ اس سے پہلے والی لاشیں کسی مکان یا پوشیدہ جگہ سے برآمد نہیں ہوئی تھیں۔

فریدی نے جیب سے محدب شیشہ نکالا اور دیر تک لاش کو الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا۔ پھر زمین سے اٹھتا ہوا بولا۔ ''کوئی نشان نہیں......لاش اٹھوادو۔''

پولیس نے ایک لاکھ پچپن ہزار روپے اپنے قبضے میں کیے اور تہتر قیدیوں کو لاریوں میں بھر کر کوتوالی کی طرف روانہ ہوگئی۔

فریدی خاموش تھا۔ حمید سمجھا تھا کہ تنہائی نصیب ہوتے ہی اُسے نہ جانی کتنی کڑوی کسیلی باتیں حلق سے اتارنی پڑیں گی۔ لیکن خلاف توقع فریدی کچھ نہیں بولا۔ تقریباً بارہ بجے رات کو کوتوالی سے فرصت ملی۔ اُس عورت کا بیان قلم بند کرنا دوسری صبح تک کے لئے ملتوی کردیا گیا۔ فریدی کا خیال تھا کہ بخار کی شدت کی وجہ سے اُس کا دماغ قابو میں نہ ہوگا۔

ایک بجے وہ دونوں گھر پہنچے۔

فریدی اب بھی خاموش تھا۔ حمید کو الجھن ہونے لگی۔

''آپ وہاں پہنچے کس طرح تھے؟'' حمید نے اُس کی خاموشی سے اکتا کر پوچھا۔

''کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں اُس اڈے سے واقف نہیں تھا۔'' فریدی نے پھیکی مسکراہٹ کے

ساتھ کہا۔

"تو کیا آپ کو میری گرفتاری کی اطلاع ہوگئی تھی۔"

"نہیں......لیکن تم نے اندر داخل ہونے کے لئے جو طریقہ اختیار کیا تھا اُس کی اطلاع ملتے ہی میں چل پڑا تھا۔"

حمید اُسے پُرخیال نظروں سے دیکھتا رہا۔ فریدی تھوڑے توقف کے بعد پھر بولا۔ "وہاں اُن کے جانے پہچانے آدمی ہی داخل ہوتے ہیں اس لئے میں نے سوچا کہ تم پر کوئی نہ کوئی مَصیبت ضرور نازل ہوگی۔"

"لیکن آپ کو اطلاع کیسے ملی تھی؟"

"میں تمہاری طرف سے بے خبر نہیں تھا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "میرا ایک آدمی تمہارے ساتھ برابر لگا رہتا تھا۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو تم نہ جانے کہاں ہوتے۔"

"جب آپ پہلے ہی سے اُس اڈے سے واقف تھے تو آپ نے کوئی کاروائی کیوں نہیں کی؟" حمید جھنجھلا کر بولا۔ "خواہ مخواہ مجھے اس طرح ذلیل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"اچھا جی......!" فریدی زہر خند کے ساتھ بولا۔ "میں نے کچھ کہا نہیں تو آپ شیر ہورہے ہیں۔"

"بتایئے نا آخر...... یہ کوئی تصوف کا مسئلہ تو تھا نہیں۔"

"میں اُس گروہ کے سرغنہ کے چکر میں ہوں۔ جس کی شخصیت آج تک پردہ راز میں ہے۔ میرا خیال ہے کہ جتنے لوگ پکڑے گئے ہیں اُن میں سے ایک کا بھی تعلق اُس گروہ سے نہ ہوگا۔ گروہ والے سب نکل گئے۔ یہ تو بے چارے بدنصیب کھلاڑی تھے۔"

فریدی خاموش ہوگیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ وہ لمبوترے چہرے والا نکل گیا۔" حمید نے کہا۔

"پھر سہی۔" فریدی اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔ "اب تو تم مار دھاڑ اور سراغ رسانی پر آمادہ ہی ہوگئے ہو خیر تم میں زندگی تو پیدا ہوئی لیکن نہیں ابھی کوئی عورت مل جائے...... پھر تم ایک کیچوے کی طرح حقیر ہو جاؤ گے۔"

"گھبرایئے نہیں۔" حمید جل کر بولا۔ "اگر کسی کے ریوالور کا نشانہ نہ بنا تو دیوار سے سر ٹکرا کر جان دے دوں گا۔"

"اب خود ہی عورتوں کی طرح بولنے لگے۔"

حمید نے بیزاری سے منہ پھیر لیا۔ اُس کی چوٹیں بُری طرح دکھ رہی تھیں اور آج رات نیند آنے کے امکانات نظر نہیں آرہے تھے۔ اس لئے وہ گفتگو کو طول دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن فریدی نے ایسا مسئلہ چھیڑ دیا...... کہ قہر درویش بر جان درویش کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا۔ بہر حال وہ اس موضوع کو ختم ہی کر دینا چاہتا تھا۔

"ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا......؟"

"جو لوگ بلا کسی خوف و خطر اُن لاشوں کو پبلک مقامات پر لا سکتے ہیں وہ انہیں کسی ویرانے میں لے جا کر دفن بھی کر سکتے ہیں۔"

"یقیناً......!"

"پھر آخر وہ انہیں شہر میں پھینکنے کا خطرہ کیوں مول لیتے ہیں؟"

"ڈھنگ کا سوال ہے۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہیں یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ان میں سے اکثر قتل ویران مقامات ہی پر ہوئے ہیں لیکن لاشوں کو شہر میں لا ڈالا گیا ہے اور اس وقت جو لاش ملی ہے وہ بھی کہیں سے لائی ہی گئی ہے۔"

"یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں؟"

"اگر آنکھیں کھلی رکھو تو اتنے بچکانے سوالات نہ کرنے پڑیں۔" فریدی ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ "اُس عمارت میں ہمیں کسی جگہ اتنی مقدار میں خون نہیں ملا کہ ہم ایسا سوچ سکیں۔ خود لاش کے نیچے خون کے معمولی دھبے ملے ہیں لاش پر پائے جانے والے کپڑوں کے ڈھیر میں بھی خون نہیں تھا۔"

حمید خاموش ہوگیا۔ بات بالکل سامنے کی تھی لیکن وہ باتوں کی رو میں ایک احمقانہ سوال کر بیٹھا تھا۔ بہر حال وہ اب بھی فریدی کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"تمہارا پہلا سوال یقیناً دلچسپ تھا۔" فریدی پھر بولا۔ "یہ حقیقت ہے کہ لاشوں کو بہ آسانی دفن بھی کیا جاسکتا تھا یا پھر اس کے لئے گٹر بھی استعمال کیے جاسکتے تھے آخر مجرم اپنے جرائم کو منظر عام پر کیوں لا رہا ہے۔" فریدی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"آپ کا کیا خیال ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"عقلی گدا اسن کر کیا کرو گے۔ جو کچھ بھی کہوں گا اس کے لئے فی الحال کوئی منطقی دلیل نہ پیش کرسکوں گا۔ ویسے میری دانست میں مجرم کوئی انتہا پسند قسم کا اذیت کوش (sadist) ہے۔ وہ حصول لذت کے لئے محض مار ڈالنا ہی کافی نہیں سمجھتا بلکہ لاشوں کے ذریعہ شہر میں سنسنی پھیلا کر اُس سے بھی لطف اندوز ہونا چاہتا ہے۔"

"یعنی آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مجرم کا جنسی جنون وحشیانہ پن کی حد تک پہنچ گیا ہے۔"

"قطعی...... ہمیں ابھی تک جتنی بھی لاشیں ملی ہیں وہ کم عمر لڑکوں کی ہیں کسی کی عمر پندرہ سولہ سے زیادہ کی نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں۔ ویسے حقیقت خدا ہی جانے۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی اور بات بھی ہو۔"

"لیکن میں پھر کہوں گا کہ آخر لاشوں کو منظر عام پر ڈالنے کا کیا مقصد ہوسکتا ہے؟"

"اذیت پسندی کی انتہا۔" فریدی بولا۔ "مجرم لاش کے وارثوں کی گریہ وزاری اور پبلک کی خوفزدگی سے بھی لطف اندوز ہونا چاہتا ہے۔ اذیت پسندی کی درجنوں قسمیں ہیں اور شاید ہم انتہائی قسم سے دوچار ہیں۔ اس حد تک پہنچنے کے بعد اکثر جنونی اپنی بوٹیاں تک نوچ ڈالتے ہیں۔"

حمید خاموشی سے کچھ سوچ رہا تھا۔ فریدی کے خاموش ہوتے ہی بولا۔

"آپ نے کہا تھا کہ قتل کسی ویرانے ہی میں ہوئے ہیں۔"

فریدی نے سر کو خفیف سی جنبش دی کر کہا۔ "دوشنبے کو جو لاش ملی تھی اُس کے متعلق تحقیقات کرنے پر میں نے یہی اندازہ لگایا ہے۔ وہ الفنٹن کالج میں پڑھتا تھا اور اتوار کو دس پندرہ لڑکوں کی ٹولی کے ساتھ پکنک پر جھریالی گیا تھا۔ واپسی پر وہ اُن سے الگ ہوگیا۔ اُس نے اُن سے کہا تھا کہ وہ قریب کے ایک گاؤں میں اپنے کسی عزیز سے ملنے کے لئے جا رہا ہے۔ میں اُس لڑکے کے والدین سے ملا۔ انہوں نے بتایا کہ اُس گاؤں میں اُن کا کوئی عزیز نہیں تھا۔ شہر میں تحقیقات

کرنے کے بعد میں جھریالی کی طرف گیا۔ پھر اُس گاؤں میں بھی چلا گیا۔ وہاں تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ اس شکل وشباہت کے لڑکے کو کسی نے وہاں نہیں دیکھا تھا۔ میں پھر جھریالی لوٹ آیا۔"

فریدی خاموش ہوگیا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔

"تم نے کبھی جھریالی کی پہاڑیوں کی سیر کی ہے؟"

حمید نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"دلچسپ جگہ ہے۔ مگر پکنک پر جانے والے انہیں عموماً نظر انداز کردیتے ہیں۔ میں بھی اس سے پہلے کبھی ان پہاڑیوں پر نہیں چڑھا تھا۔ باہر سے تو وہ بالکل خشک اور بے جان پتھروں کی معلوم ہوتی ہیں لیکن ان کے درمیان میں بڑی ہریالی ہے۔"

فریدی پھر خاموش ہوگیا۔ حمید سوچنے لگا کہ شاید فریدی پر نیند نے حملہ کیا ہے تبھی وہ موضوع سے بھٹک رہا ہے۔ قتل کی بات کرتے کرتے پہاڑیوں کی ہریالی پر آ گیا۔ لیکن اُس نے اُسے ٹوکا نہیں۔ بعض اوقات اُسے سچ مچ فریدی پر رحم آنے لگتا تھا۔ بس ہر وقت کام کی دھن۔ کبھی کبھی کھانا پینا تک بھول جاتا تھا اور فرصت کے اوقات میں یا تو مطالعہ یا کتوں اور دوسرے جانوروں کی دیکھ بھال یا پھر کسی نئے کیمیاوی تجربے کا چکر۔ حمید کے خیال کے مطابق وہ ایک مظلوم آدمی تھا جو خود پر ظلم کر رہا تھا۔ اپنی جنسیت کو بے دردی سے کچل رہا تھا۔ حمید سوچ رہا تھا کہ کیا واقعی اُسے کبھی عورت کا پیار نصیب نہ ہوسکے گا۔ عورت کے خیال پر اُس کے ذہن نے اُس عورت کی طرف جست لگائی جو اُسے عمارت میں ملی تھی۔ کتنی حسین تھی وہ۔ پھر یکایک اُسے لمبوترے چہرے والا یاد آ گیا اور اُس کا خون کھولنے لگا۔

"یہ مٹھیاں کیوں بھینچ رہے ہو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"اُوں......!" حمید چونک پڑا۔ "کچھ نہیں...... ہاں تو اُن پہاڑیوں پر بڑی ہریالی ہے۔"

"تم اُلو ہو۔" فریدی ہنس پڑا۔ "تمہیں اُس لمبوترے چہرے والے پر غصہ آرہا ہے۔"

"نہیں تو۔" حمید کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "آپ اپنی تحقیقات کے متعلق بتا رہے تھے۔"

"کوئی خاص بات نہیں۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں نے ان پہاڑیوں میں ایک جگہ خون کے بڑے بڑے دھبے دیکھے تھے۔ کچھ کپڑوں کے چیتھڑے بھی۔ ان میں سے ایک دھجی

مقتول کی قمیض کی بھی ثابت ہوئی۔ ایک انگوٹھی ملی جسے مقتول کے والدین نے شناخت کرلیا کہ وہ اُسی کی تھی اور بس! لیکن مجرم! وہ ابھی تک پردہ راز ہی میں ہے۔“

فریدی اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ حمید اُسے تحیر آمیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

ناکام تفتیش

دوسرے دن صبح حمید فریدی کو بتائے بغیر ہسپتال پہنچ گیا۔ انسپکٹر جگدیش اُس عورت کا بیان لے رہا تھا۔ حمید کو دیکھتے ہی معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ وہ بھی اُس کی حسن پرست طبیعت سے بخوبی واقف تھا۔

”ہمارے سراغ رساں حمید صاحب۔“ جگدیش نے کہا۔ ”سچ پوچھئے تو آپ انہیں کی بدولت رہا ہوئی ہیں۔“

حمید جگدیش کی بات اڑا کر اس سے اُس کی خیریت پوچھنے لگا۔

”میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔“ عورت مسکرا کر بولی۔ ”میں اب گھر جانا چاہتی ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔“ حمید نے کہا۔ ”آپ جب چاہیں جاسکتی ہیں۔“ پھر وہ جگدیش کی طرف مڑ کر بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ میں نے غلط نہیں کہا۔“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ بیان لے چکا ہوں۔“ جگدیش نے کہا۔

ڈاکٹر نے بھی اجازت دے دی کیونکہ بخار رات ہی میں اتر گیا تھا اور کوئی ایسی خاص بات بھی نہیں تھی جس کی بناء پر اُسے ہسپتال میں روکا جاتا۔

”میں آپ کو گھر تک پہنچا دوں گا۔“ حمید نے کہا۔

”بڑی مہربانی...... آپ کا احسان۔“ وہ دفعتاً خاموش ہوگئی۔ اُس کی نظریں دروازے کی

طرف اٹھ گئی تھیں۔ انسپکٹر فریدی اپنے مخصوص انداز میں مسکراتا ہوا اُن کی طرف بڑھ رہا تھا۔

”انسپکٹر فریدی صاحب۔“ جگدیش احتراماً اٹھتا ہوا بولا۔ ”آپ لیڈی جہانگیر عادل جی۔“

”میں جانتا ہوں۔“ فریدی جگدیش کی بوکھلاہٹ سے لطف اندوز ہوتا ہوا بولا۔ ”پچھلی رات میں بھی موجود تھا۔“

”اوہ...... ہی...... ہی...... ہی......!“ جگدیش احمقوں کی طرح ہنسنے لگا۔

”غالباً آپ جارہی ہیں۔“ فریدی لیڈی جہانگیر کی طرف مڑ کر بولا۔ وہ چونک پڑی۔ فریدی کو بڑی انہماک سے دیکھ رہی تھی۔ حمید کچھ بڑبڑانے لگا۔

اس وقت فریدی بہت جچ رہا تھا۔ ہلکے نیلے رنگ کے سرج کے سوٹ میں اُس کا چہرہ بڑا حسین معلوم ہورہا تھا۔

”جی ہاں...... میں جارہی ہوں۔“ لیڈی جہانگیر اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی بولی۔

”بہتر ہے۔“ فریدی نے جگدیش کو مخاطب کیا۔ ”ایک کانسٹیبل آپ کے ساتھ کردو۔“

”وہ تو......!“ حمید کی بات ہونٹوں ہی میں رہ گئی کیونکہ فریدی اُسے گھور رہا تھا۔

لیڈی جہانگیر ایک بار پھر اُن سب کا شکریہ ادا کرکے وہاں سے چلی گئی۔

”سنا تم نے۔“ حمید نے جگدیش کو مخاطب کیا۔ ”پتھر کئی طرح کے ہوتے ہیں۔“

جگدیش ہنسنے لگا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔ فریدی حمید کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا باہر لایا۔

”وہ کس قسم کا پتھر تھا حمید صاحب جس سے ٹکرانے کے بعد تم کارٹون بن گئے۔“ فریدی نے مسکرا کر پوچھا۔

”وہ پتھر......!“ حمید دانت پیس کر رہ گیا۔

فریدی ہنس رہا تھا۔

”خدا کی قسم! آپ اس مجرم سے زیادہ اذیت پسند ہیں۔“

”آخر تم اس کے ساتھ جاکر کرتے کیا؟“ فریدی نے پوچھا۔

”اُس کا گریبان پکڑ کر آپ کے لئے دعائے خیر کراتا۔“ حمید جھلا کر بولا۔

فریدی پھر ہنسنے لگا۔ ”کیا تم نے صبح آئینہ نہیں دیکھا؟“

حمید اُسے گھورنے لگا۔

"مطلب یہ کہ اس ٹوٹی پھوٹی صورت میں تمہیں اس کے سامنے آنا ہی نہ چاہئے تھا۔" فریدی نے پھر چٹکی لی۔

اس بار حمید بھنا کر پلٹ پڑا۔ "آپ کیوں دوڑے آئے تھے؟"

"تمہیں اپنے ٹوٹے پھوٹے چہرے کی مرمت کرانے کا مشورہ دینے کے لئے۔" فریدی نے کہا اور اپنی کیڈی لاک میں بیٹھ گیا۔

حمید منہ بنائے فٹ پاتھ پر کھڑا ہی رہا۔

"کیوں......؟" فریدی نے اسے سوالیہ انداز میں دیکھا۔

"میرا کام ابھی ختم نہیں ہوا۔"

"یعنی......؟"

"میں قبل از وقت کچھ نہیں بتا سکتا۔" حمید ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

"اوہ......!" فریدی نے پھر قہقہہ لگایا۔ "اور اس بار تمہاری ہڈیاں سرمہ ہو جائیں گی۔"

"خدا کی قسم تاؤ نہ دلائیے ورنہ شہر کی ہر لمبوترے چہرے کو چوکور بنا دوں گا۔"

"شاباش......اور پھر میرے ہی ہاتھوں جام شہادت بھی نوش فرماؤ گے۔"

"آپ نہ جانے خود کو کیا سمجھتے ہیں۔" حمید نے بُرا سا منہ بنایا۔ "وہ تو کہئے میں بھی شریف ہی آدمی ہوں اگر کوئی ڈاکو واکو ہوتا تو دیکھتا آپ کی ذہانت۔"

فریدی نے قہقہہ لگا کر اُسے کیڈی میں کھینچ لیا اور پھر وہ سڑک پر فراٹے بھرنے لگی۔

"بیٹے حمید خاں......تمہیں جہنم رسید کرنے کے لئے بس ایک عورت کافی ہوتی۔"

"تو جلدی سے جہنم رسید کر دیجئے نا مجھے۔ اُس نے کئی ماہ سے آپ کے نظریاتی جہنم کی شکل بھی نہیں دیکھی۔"

"یار حمید......!" فریدی سنجیدگی سے بولا۔ "کسی وقت تو عورت کی طرف سے خالی الذہن ہو جایا کرو۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تو بھی جنسی جنون کا شکار نہ ہو جاؤ۔"

حمید نے جواب میں غالب کا شعر پڑھ دیا۔

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غم گسار ہوتا

"اچھا تو کیا میں آپ کو لڑکیاں سپلائی کروں؟" فریدی ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

"لاحول ولا قوۃ......سپلائی بڑا گندہ لفظ ہے۔ آخر آپ جیسے عالی دماغ کو یہ لفظ سوجھا کیسے؟"

"جو شعر تم نے پڑھا ہے فی الحال اُس سے تو یہی مطلب اخذ کیا جا سکتا ہے۔"

"آپ غلط سمجھے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ہم کیوں نہ لیڈی جہانگیر سے اس تفتیش میں مدد لیں۔"

"وہ کس طرح؟"

"بس یونہی! ملنے ملانے سے بہتیری راہیں پیدا ہو جاتی ہیں۔"

"بکومت......!" فریدی آہستہ سے بولا۔ وہ پھر کچھ سوچنے لگا تھا۔ پھر اُس نے پرخیال انداز میں کہا۔ "وہ ایک آوارہ عورت ہے۔"

"آپ کی نظروں میں تو دنیا کی ہر عورت آوارہ ہے۔" حمید طنزیہ لہجے میں بولا۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں۔ وہ تین چار دن سے غائب تھی۔ لیکن کسی نے خبر نہیں لی۔"

"ممکن ہے اُس کے گھر پر کوئی اور آدمی ہی نہ ہو۔"

"ملازمین تو ہوں گے ہی۔" فریدی نے کہا۔ "اگر وہ دو دو تین تین دن گھر سے غائب رہنے کی عادی نہ ہوتی تو پولیس تک اُس کی گمشدگی کی رپورٹ ضرور پہنچ گئی ہوتی۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "آپ بھی تو کئی کئی دن گھر سے غائب رہتے ہیں۔ تو کیا آپ بھی آوارہ ہیں اور آپ کا بھی کوئی ملازم آپ کی گمشدگی کی رپورٹ نہیں کرتا......ہائے ہائے کاش آپ بھی کوئی بلونڈی ہوتے۔"

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ حمید تھوڑی دیر بعد پھر بڑبڑانے لگا۔ "میں صرف ایک وجہ سے خدا کے وجود کا قائل ہوں کہ اُس نے نر کے ساتھ مادہ بھی پیدا کی ہے۔ اس طرح زندگی کی خواہش جانداروں میں برقرار رہتی ہے ورنہ......خودکشی کی وبا عام ہوتی۔"

فریدی مسکرا رہا تھا۔ شاید وہ بھی تفریحی باتوں کے موڈ میں آ گیا تھا۔

"اچھا اگر مادہ نہ ہوتی تو کیا ہوتا؟" اس نے کہا۔

"مرغیوں کی طرح آپ بھی انڈے دیتے۔"

"مگر انڈوں کے لئے مرغ بھی ضروری ہے۔"

"اس صورت میں کوئی اور انتظام ہوتا۔" حمید نے کہا۔ "مثلاً نر ہی میں کوئی ایسا اعصابی نظام رکھا جاتا کہ وہ درختوں کی طرح خود ہی نر اور مادہ دونوں ہوتا۔ مرد انڈے دیتا جناب۔ فرض کیجئے کوئی ایشیا کے عظیم سراغ رساں سے ملنے کے لئے آیا اور فریدی صاحب نے اندر سے کہلوا دیا۔ معاف کیجئے گا میں اس وقت انڈے دے رہا ہوں یا انڈوں پر بیٹھا ہوں۔ آج کے اکیسویں دن تشریف لایئے گا اور پھر اگر اندر حمید نے چھیڑ دیا تو کڑکڑا کر پھول گئے۔"

فریدی ہنسنے لگا۔

"خدا کی قسم بڑا مزہ آتا۔" حمید ہونٹ بھینچ کر ہنسا۔ "دفتروں میں اسی قسم کی عرضیاں موصول ہوتیں...... جناب عالی...... گذارش ہے کہ مجھے انڈروں پر بیٹھنا ہے اس لئے اکیس دن کی رخصت فرمائی جائے۔"

"تب تو تمہیں روز ہی انڈروں پر بیٹھنا پڑتا۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔

"نہیں میں اپنے اور آپ کے انڈروں کی تجارت کرتا۔" حمید بولا۔ "اور سنئے...... فرض کیجئے آپ کسی ضرورت سے ڈی۔ آئی۔ جی سے ملنا چاہتے ہیں اُس کے کمرے کے سامنے پہنچے لیکن چپراسی درمیان میں حائل ہو کر آہستہ سے بولا۔ صاحب انڈے دے رہے ہیں۔ جہاں ملک کی آبادی بڑھنی شروع ہوئی قوم کے لیڈر اپیل شائع کرنے لگے۔ خدا کے لئے آپ لوگ فی الحال انڈروں پر بیٹھنا چھوڑ دیجئے۔ ٹرین پر بیٹھے ہوئے ہیں دفعتاً کمپارٹمنٹ میں کسی کا پیٹ مروڑا...... گڑگڑا کر بولا۔ آپ لوگ ذرا منہ پھیر لیجئے۔ میں اور آپ کسی مجرم کا پیچھا کر رہے ہیں۔ دفعتاً آپ ست پڑ گئے۔ وجہ پوچھی تو آہستہ سے بولے۔

"انڈا" اور زمین پر بیٹھ گئے۔ مجرم غائب۔ یا مجرم ہی پر وقت پڑا تو پلٹ کر ہم سے اجازت طلب کی اور خود بیٹھ گیا۔ دوسرے دن اخبارات میں سرخیاں جم رہی ہیں کہ فلاں فلاں مجرم انڈے دیتے وقت گرفتار کرلیا گیا یا پھر انسپکٹر فریدی مجرم کا تعاقب کرتے وقت انڈے دینے لگے اور مجرم صاف نکل گیا۔ یا مجرم انسپکٹر فریدی کے انڈے لے کر فرار ہو گیا۔"

"بس کرو سور......!" فریدی ایک ہاتھ سے اس کی گردن دبوچتا ہوا بولا۔

"تو پھر آپ وہیں چل رہے ہیں نا؟" حمید نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں......!" فریدی یک بیک اُس سے بھی زیادہ سنجیدہ نظر آنے لگا اور حمید خاموش ہو گیا۔ اُس کی چوٹیں ابھی تک دکھ رہی تھیں اور حقیقتاً وہ اتنی دیر تک محض اس لئے بکواس کرتا رہا تھا کہ فریدی اُس لمبوترے چہرے والے کو بھولا رہے۔ ورنہ وہ بات بات پر حوالہ دے کر اُسے چھیڑتا۔

"کل رات والی لاش کی بھی شناخت ہو گئی۔" فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔

"کون تھا......؟"

"چمڑے کے ایک تاجر سیٹھ سلیمان کا لڑکا......اُس کا گھر کوتوالی کے قریب ہی ہے۔ میں صبح سیٹھ سلیمان سے ملا تھا۔"

حمید دوسرے جملے کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن فریدی پھر خیالات میں کھو گیا۔

"اُس نے کیا بتایا......؟"

"کوئی خاص بات نہیں۔" فریدی نے کہا۔ "کہنے لگا کہ وہ کئی دن سے کچھ کھویا کھویا سا معلوم ہوتا تھا اور کئی راتوں سے اپنے کالج کے کسی پروفیسر سے پڑھنے کے لئے جایا کرتا تھا۔ چنانچہ پچھلی شام کو بھی وہیں گیا تھا۔"

"تو وہ پروفیسر......؟"

"اُس پروفیسر کا نام وہ نہیں بتا سکا۔"

"کس کالج میں پڑھتا تھا......؟"

"موڈرن میں۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہے کہ سارے پروفیسروں سے ملنا پڑے گا۔"

"میں اتنا لمبا چوڑا راستہ کبھی اختیار نہیں کرتا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"پھر......؟"

"میں فی الحال اس لڑکے کے والدین سے ملوں گا۔ جس کے متعلق جھریالی میں تحقیقات کر چکا ہوں۔"

"اُس سے کیا ہوگا؟"

"پھر وہی احمقانہ سوالات۔" فریدی نے منہ بنا کر کہا۔ "میری تفتیش کی رو سے وہ سارے مقتول ایک ہی کالج سے متعلق نہیں تھے۔ ظاہر ہے کہ اُن سب کا قاتل ایک ہی ہے۔ کیونکہ قتل کی نوعیت مختلف نہیں مجھے تو صرف یہ دیکھنا ہے کہ وہ سارے لڑکے کس بہانے سے رات کو گھروں سے غائب رہے تھے۔"

"تو کیا آپ پروفیسر والے واقعے کو بہانہ سمجھتے ہیں؟"

"قطعی......!"

"آخر کیوں......؟"

"اگر یہ حرکت پروفیسر کی ہوتی تو وہ کبھی ایسے اوقات میں اس قسم کے اقدامات نہ کرتا جبکہ ان لڑکوں کی موجودگی اُس کے یہاں ثابت ہوسکتی۔"

"مگر آپ تو اسے ایک قسم کا جنون قرار دے چکے ہیں۔ پھر جنون میں عقل کا کیا کام؟"

"حمید صاحب۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اگر وہ مجرم اس وقت آپ کو کہیں مل جائے تو آپ اُس کے متعلق یہ سوچ بھی نہ سکیں گے کہ وہ اتنی درندگی سے کسی کو قتل کرسکتا ہے۔"

"پھر یہ کیسا جنون......؟"

"یہ ایسا ہی جنون ہے اور صرف اُس وقت بیدار ہوتا ہے جب شہوانی جذبات اپنی انتہائی منزلیں طے کررہے ہوں۔ اُس وقت مکمل تسکین کے لئے خون کی پیاس بڑھ جاتی ہے۔ آدمی درندگی پر اُتر آتا ہے بعض صورتوں میں تسکین کے بعد بھی مزید تسکین کے لئے اس قسم کی حیوانیت درکار ہوتی ہے۔"

حمید خاموش ہوگیا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" فریدی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ دنیا کی کوئی ایسی بات بھی ہے جو آپ نہیں جانتے۔"

"ہائے اسی کا تو افسوس ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ حمید صاحب یہ دنیا بہت وسیع ہے اور یہاں کا ہر فرد کم از کم ایک ایسا تجربہ ضرور رکھتا ہے جو دوسرے کے لئے قطعی نیا ہوتا ہے۔ پھر بھلا

بتاؤ میں کیا جان سکتا ہوں۔ بس اسی علم کی پیاس مجھے دن رات بے قرار رکھتی ہے اور جب مجھے کوئی نیا تجربہ ہوتا ہے تو میں اپنی بے چارگی کا احساس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں اس عظیم کائنات میں ایک حقیر کیڑے کی طرح رینگ رہا ہوں۔"

"یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہر بڑا آدمی ازراہِ خاکساری یہی کہتا ہے۔"

"عام آدمی اسے خاکساری پر محمول کرتے ہیں مگر یہ سو فیصدی حقیقت ہوتی ہی۔ ہر بڑا آدمی اس بات کو شدت سے محسوس کرتا ہے کہ وہ اپنی کھال سے باہر نہیں نکل سکتا۔"

حمید اپنے پائپ میں تمباکو بھرنے لگا فریدی نے ایک جگہ کار روک دی۔

پھر وہ دونوں ایک عمارت کی اوپری منزل کی طرف جا رہے تھے۔ فریدی اُس لڑکے کے باپ سے ملا جس کی متعلق وہ جھریالی کے قریب والے گاؤں میں تحقیقات کرچکا تھا۔ اُس کے لڑکے کو مصوری ہی کا شوق تھا اس لئے اس نے قتل سے پندرہ دن قبل نیشنل آرٹ کالج میں داخلہ لیا تھا۔ جہاں رات کو بھی مصوری کی تعلیم دی جاتی تھی۔ مقتول رات ہی کے کلاس اٹنڈ کرتا تھا۔ اس کے بعد فریدی دوسرے مقتولین کے ورثا سے بھی ملا۔ لیکن انہوں نے بھی مختلف قسم کی باتیں بتائیں۔ رات کو وہ سب کسی نہ کسی بہانے سے باہر رہے تھے۔ ان مقتولوں کی رہائش گاہوں کی تلاشی وہ پہلے ہی لے چکا تھا اور اُسے مایوسی ہی ہوئی تھی کیونکہ کہیں کوئی ایسی چیز نہیں مل سکی جس سے مجرم کی شخصیت پر کوئی روشنی پڑسکتی۔

"دیکھا تم نے۔" فریدی واپسی پر حمید سے کہہ رہا تھا۔ "کسی نے کوئی ایسی بات نہیں بتائی جس سے ایک ہی نتیجہ نکالا جائے۔ خیر ہم فی الحال نیشنل آرٹ کالج چل رہے ہیں۔"

"بہرحال میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کیس میں ہمارے پرخچے اڑ جائیں گے۔" حمید نے کہا۔

"معلوم تو یہی ہوتا ہے۔"

نیشنل آرٹ کالج میں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اُس نام کے کسی لڑکے نے وہاں داخلہ ہی نہیں کرایا۔ یہ بات پرنسپل سے معلوم ہوئی تھی لیکن فریدی نے اپنے اطمینان کے لئے سارے رجسٹر خود ہی الٹ ڈالے اور اُسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

"بیکار ہے۔" اُس نے حمید سے کہا۔

اور وہ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ پھر دوسرے مقتولین کے متعلق بھی تفتیش کی لیکن نتیجہ وہی صفر۔ کسی کے متعلق یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ رات کو کہاں غائب رہتا تھا۔ فریدی اور حمید تھک ہار کر گھر واپس آ گئے۔

وہ عورت

تین بجے وہ گھر پہنچے۔ فریدی کے چہرے سے جھلاہٹ ظاہر ہو رہی تھی۔ آتے ہی وہ ایک آرام کرسی میں گر گیا۔ چند لمحے آنکھیں بند کیے لیٹا رہا پھر سگار سلگانے لگا۔

"نہ جانے وہ کس لالچ میں پڑ گئے تھے۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔

"کون......؟" حمید چونک کر بولا۔

"وہی لڑکے...... کسی نے بھی اپنے والدین کو رات کی غیر حاضری کی صحیح وجہ نہیں بتائی۔"

"کیا آپ بھول گئے کہ کل والی لاش آپ کو ایک قمار خانے میں ملی تھی؟" حمید نے کہا۔

"ہاں......!" فریدی اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"ممکن ہے کہ وہ سب وہاں جوا کھیلنے کی غرض سے جاتے رہے ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ انہیں شروع شروع میں کسی لمبی جیت میں رکھا گیا ہو۔ یہ لالچ ناکافی ہے۔ مجھے تو یہ حرکت اُسی گروہ کے کسی آدمی کی معلوم ہوتی ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے اور وہ آدمی اس گروہ کا کوئی معمولی ممبر نہیں معلوم ہوتا۔"

"سرغنہ......؟" حمید نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"قطعی! کسی معمولی ممبر کے لئے اتنا اہتمام نہیں کیا جا سکتا۔"

"ہاں...... اُن قیدیوں کا کیا ہوا......؟"

"سب حوالات میں ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "اور میرے خیال کے مطابق وہ سب کھلاڑی ہی نکلے۔ گروہ کے سارے آدمی نکل جانے میں کامیاب ہو گئے۔ ہو سکتا ہے کہ اُن میں ایک آدھ گروہ کا بھی آدمی ہو۔ مگر اول تو یہ پتہ لگانا ہی محال ہے کہ اُن میں سے گروہ کا کون آدمی ہے اور اگر یہ معلوم بھی ہو گیا تو یہ ضروری نہیں کہ وہ بقیہ لوگوں کی صحیح نشاندہی کر سکے۔"

"پھر......؟"

"پھر کیا...... یہی کہ فی الحال معاملہ بالکل سپاٹ ہے۔ لیکن تم ضرور کچھ ناہموار ہو گئے ہو۔"

"آپ نے پھر وہی تذکرہ چھیڑ دیا۔" حمید بھنا کر بولا۔ "اُس سور نے مجھے دھوکے میں رکھا ورنہ وہ اس وقت کہیں......!"

"اور گل چھرّے اڑا رہا ہوتا۔" فریدی نے حمید کا جملہ پورا کر کے قہقہہ لگایا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور فریدی نے ہاتھ اٹھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو...... یس فریدی اسپیکنگ...... اوہ آپ فرمائیے۔" فریدی تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ "مجھے افسوس ہے کہ ہم دونوں اس وقت مشغول ہیں...... پھر کبھی سہی...... ارے شرمندہ نہ کیجئے مجھے۔ بات ہی کیا تھی...... وہ تو محض اتفاق تھا...... ورنہ ہمیں کیا معلوم ہوتا...... خیر...... پھر کبھی سہی...... شکریہ۔"

فریدی ریسیور رکھ کر حمید کی طرف مڑا اور مسکرانے لگا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ ہم میں سے کس پر عاشق ہوئی ہے۔" اُس نے کہا۔ "مگر نہیں تمہاری صورت تو آج اس قابل ہی نہیں تھی۔"

"کس سے باتیں کر رہے ہیں؟"

"لیڈی جہانگیر عادل کی۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "اُس نے ہم دونوں کو چائے پر مدعو کیا تھا۔"

"اور آپ نے؟"

"ہاں...... آں...... انکار کر دیا۔"

"بہت اچھا کیا۔" حمید نے منہ بنا کر کہا۔ "لیکن میں تو ضرور جاؤں گا۔"

"بکومت......!"

"بکوں گا......!"

"تمہارے منہ پر تو بڑا چڑھا دیا جائے گا۔"

"میں ایسی زندگی پسند نہیں کرتا جس میں تفریح کو دخل نہ ہو۔"

"مجھے ایسی موت بھی پسند ہے جس میں تضیع اوقات نہ ہو۔" فریدی نے سگار ہونٹوں سے نکال کر کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں اس معاملے میں تمہیں آج تک راہ راست پر نہ لا سکا۔"

"اوہ تو کیا آپ راہ راست پر چل رہے ہیں۔" حمید زہر خند کے ساتھ بولا۔ "آپ ایک خشک اور بنجر زچٹان کی طرح اپنی ہی ذات تک محدود رہنا چاہتے ہیں۔ آپ خود غرض ہیں۔ آپ کا جذبہ تخلیق فنا ہو چکا ہے۔ آپ کی زندگی کے ویرانوں میں پیار بھرے گیت کبھی نہ گونجیں گے۔"

"نہ گونجیں......!" فریدی نے لاپروائی سے کہا اور بجھا ہوا سگار سلگانے لگا۔

"مجھے آپ کی بے بسی پر رحم آتا ہے۔" حمید فلسفیانہ انداز میں بولا۔ "میں جانتا ہوں کہ آپ اپنی جنسیت کو بُری طرح کچل رہے ہیں۔ آپ ظلم کر رہے ہیں۔ خود پر بھی اور اُس جذبہ تخلیق پر بھی۔"

"جو بے شمار ننگے اور بھوکے آدمیوں کو جنم دیتا ہے۔" فریدی نے حمید کا جملہ پورا کر دیا۔

"یہ آپ کے بس کی بات ہے کہ آپ ننگے بھوکوں کی پیداوار روک دیں۔ مگر اس لطیف جذبے کو کچلنے سے فائدہ؟"

"کیوں دماغ چاٹ رہے ہو۔" فریدی اکتا کر بولا۔ "ایسی گفتگو ہمیشہ بیکاری کے لمحات میں چھیڑا کرو۔"

"کیا یہ حقیقت ہے کہ آج تک کوئی عورت آپ کی زندگی میں داخل نہیں ہوئی۔"

"کیوں نہیں۔"

"کون تھی وہ......؟" حمید نے خالص ڈرامائی انداز میں کہا۔

"میڈم چیانگ کائی شک کی بڑی بہن۔"

"اوہ......تو وہ آج کل کہاں ہے؟"

"قبر میں......کیا تم اُس کے پاس جانا چاہتے ہو؟"

"نہیں کبھی خط لکھئے گا تو میرا بھی سلام لکھ دیجئے گا۔ اچھا تو میں چلا۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔

"کہاں......؟"

"لیڈی جہانگیر عادل جی۔"

"اگر اپنی دکھتی ہوئی چوٹوں پر ہاتھ پھیرنے سے بھی محروم ہو جانے کا ارادہ رکھتے ہو تو ضرور جاؤ۔"

حمید دھم سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"مجھے ٹی۔ بی ہو جائے گی۔" حمید حلق کے بل چیخا۔

"تقدیر کے لکھے کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔" فریدی نے تاسف آمیز لہجے میں کہا۔

"میں خودکشی کر لوں گا۔"

"مگر پچھلا حساب بے باق کرنے کے بعد۔"

"آپ ظالم ہیں۔"

"مجھے اس سے انکار کب ہے۔"

"میں اپنا سر پھوڑ لوں گا۔"

"خودکشی سے پہلے یا خودکشی کے بعد؟"

حمید کوئی جواب دیئے بغیر اٹھ کر ٹہلنے لگا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ چپ چاپ کسی بہانے سے نکل جائے۔ فریدی اُس کی تفریحات میں شاذ و نادر ہی حارج ہوتا تھا۔ لیکن جب وہ اُسے کسی بات سے باز رکھنے پر اڑ ہی جاتا تو حمید کی ایک نہ چلتی۔ حمید محسوس کر رہا تھا کہ آج بھی فریدی کا انداز کچھ اسی قسم کا ہے۔ وہ فریدی کی طرف مڑ کر بولا۔

"میں ذرا......!"

"کام سے جا رہے ہو۔" فریدی نے اس کا جملہ پورا کر دیا۔ "کیوں شامت آئی ہے۔"

"آپ تو خواہ مخواہ۔"

"بیٹھ جاؤ۔" فریدی تحکمانہ لہجے میں بولا۔

"بیٹھ گیا۔" حمید نے جھلا کر کہا۔

"سچ مچ تمہاری شامت آ گئی ہے۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "تمہیں بند کرنا پڑے گا۔"

حمید نے محسوس کیا کہ فریدی نے وہ جملہ مذاقاً نہیں کہا تھا۔ اُس کے چہرے پر خطرناک قسم کی سنجیدگی تھی۔

"تم ہمیشہ کام بگاڑنے پر تلے رہتے ہو۔" وہ آہستہ سے بولا۔ "لیکن میں اس بار تمہیں اس کا موقعہ نہیں دوں گا۔"

"آخر بات کیا ہے؟" حمید بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"میں تمہیں بند کر دوں گا۔"

"پھانسی دے دیجئے نا مجھے۔" حمید نے جھلا کر کہا۔

"شٹ اپ......!"

اس نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کھینچتا ہوا ایک کمرے کی طرف لے گیا۔

"آپ اس وقت میرے ساتھ اس طرح پیش آ رہے ہیں جیسے میں آپ کی منکوحہ پر ڈاکہ ڈالنے جا رہا ہوں۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "اُس نے سوچا کہ اب اس وقت غصہ دکھا کر خود ہی زچ ہونا پڑے گا۔ فریدی کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اُس نے جو کچھ کہا تھا اُسے کر گزرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ فریدی نے اُس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

"آخر بند کرنے سے کیا فائدہ۔" اُس نے پھر کہا۔

"فائدہ اور نقصان میں سمجھتا ہوں۔"

حمید کو پھر تاؤ آ گیا۔ بھنا کر بولا۔ "اگر یہ بات ہے تو میں اسی وقت استعفیٰ دیتا ہوں۔"

"فضول......!" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔ "تمہیں میرے ہی ساتھ مرنا بھی پڑے گا۔"

"اور اگر میں میڈیکل سرٹیفکیٹ داخل کر دوں تو......؟" حمید نے کچھ ایسے لہجے میں کہا کہ فریدی بے اختیار مسکرا پڑا۔

"اس صورت میں تمہیں مجھ سے پہلے مرنا پڑے گا۔" فریدی اُس کا ہاتھ چھوڑ کر بولا

"حمید بھنھناتا ہوا اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ کوئی خاص بات

ضرور ہے۔ ورنہ فریدی اس طرح پیش نہ آتا۔

اُس نے کمرے کا دروازہ بند کر کے کپڑے اتارے اور بستر میں گر گیا۔ اُس کا ذہن فریدی کے اس عجیب و غریب رویے میں الجھ کر رہ گیا تھا۔

حمید انواع و اقسام کے خیالات میں الجھا ہوا سو گیا اور جب اُس کی آنکھ کھلی تو اس نے محسوس کیا کہ کوئی دروازہ بھڑ بھڑا رہا ہے۔

"ارے کون ہے بابا......؟" اس نے مسہری پر پڑے ہی پڑے ہانک لگائی۔ پھر فریدی کی آواز پہچان کر اٹھ بیٹھا۔

میز پر رکھی ہوئی ٹائم پیس ساڑھے چھ بجا رہی تھی۔

فریدی شاید کہیں جانے کے لئے تیار تھا۔

"اب تم نخریلی عورتوں کی طرح اپنا غصہ پلنگ پر اتارنے لگے ہو۔" فریدی اُسے تیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "اچھا جلدی سے تیار ہو جاؤ۔"

"مرنے کے لئے؟" حمید نے کھا جانے والے انداز میں کہا۔

"جلدی کرو وقت کم ہے۔"

"آپ تشریف لے جایئے۔"

"لیڈی جہانگیر کے یہاں نہیں چلو گے؟"

"لیڈی جہانگیر کی......!"

"شٹ اپ......نہیں بلکہ گٹ اپ......!"

"اب کیا مصیبت آ گئی۔" حمید زچ ہو جانے والے انداز میں چیخا۔

"اٹھو......!" فریدی نے اس کی گردن پکڑ کر اٹھا دیا۔

حمید نے منہ دھو کر طوعاً و کرہاً کپڑے تبدیل کئے اور فریدی کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر یک بیک فریدی کے خیالات کیوں تبدیل ہو گئے۔ پھر خیال آیا کہ کہیں اُس نے محض اُسے چڑھانے کے لئے لیڈی جہانگیر کا حوالہ نہ دیا ہو۔

"آخر جانا کہاں ہو گا؟" حمید نے راستے میں پوچھا۔

''لیڈی جہانگیر عادل جی۔''

''اب کیوں؟''

''میری خوشی۔''

''لیکن میں نہیں جاؤں گا۔''

''تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تمہارا انکار کبھی وزن نہیں رکھتا۔''

حمید خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ اُسے سچ مچ غصہ آ گیا۔ آج ہی فریدی اُسے لیڈی جہانگیر کے معاملے میں کافی شرمندہ کر چکا تھا اور اب خود ہی اُسے کھینچے لئے جا رہا ہے۔ وہ اپنے انداز سے بے تعلقی ظاہر کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

فریدی کی کیڈیلاک جہانگیر پیلس کے سامنے رک گئی۔ جہانگیر پیلس شہر کی عمدہ ترین عمارتوں میں سے تھی۔ سر جہانگیر عادل جی کی موت کے بعد اُس کی ساری جائیداد اس عمارت سمیت اُس نوجوان بیوی کی طرف منتقل ہو گئی تھی۔ وہ ایک بوڑھا اور لاولد آدمی تھا۔ تیسری شادی کے دو ہی سال بعد اُسے موت نے آ دبایا اور کسی قریبی عزیز کی عدم موجودگی کی بناء پر سارا ترکہ اُس کی بیوی کو ملا۔

ملاقاتی کارڈ بھجوا کر فریدی بیرونی گیلری میں انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد لیڈی جہانگیر خود باہر آ گئی۔

''اوہ آیئے! آیئے۔'' وہ پر جوش انداز میں بولی۔ ''میں سمجھی تھی شاید آپ لوگ کسی مصلحت کی بناء پر یہاں آنا مناسب نہیں سمجھتے۔''

''یہ بات نہیں۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''ہم لوگ حقیقتاً بہت مشغول تھے۔''

پھر وہ متعدد کمروں اور برآمدوں سے گزرتے ہوئے ایک وسیع ہال میں پہنچے جو جدید طرز کے سامان آرائش سے بھرا ہوا تھا۔ دیواروں پر سنہرے فریموں میں قد آدم تصویریں آویزاں تھیں۔ ان میں زیادہ تر دنیا کے مشہور ترین مصوروں کے شاہکار تھے۔

اس وقت حمید کو لیڈی جہانگیر ایک بالکل ہی نئی شخصیت معلوم ہو رہی تھی۔ چہرے سے پژمردگی کے آثار مٹ چکے تھے۔ لباس اور رکھ رکھاؤ میں سلیقہ تھا لیکن وہ کچھ خائف ضرور نظر

آ رہی تھی۔

فریدی پیانو کے قریب کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر تک رسمی گفتگو ہوتی رہی پھر اچانک فریدی نے اُسے اپنے مخصوص قسم کے کھردرے لہجے میں مخاطب کیا۔

''لیڈی جہانگیر۔''

''ٹھہریئے!'' وہ بات کاٹ کر بولی۔ ''میرا نام افروز ہے۔''

''اوہ......!'' فریدی یک بیک مسکرا پڑا۔ ''لیکن میں اتنی بے تکلفی کی جسارت نہیں کر سکتا۔''

حمید نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور بولا۔ ''لیکن کم از کم میں تو تکلفات کا قطعی عادی نہیں۔''

''تب تو آپ یقیناً میرے ہم خیال ہیں۔'' افروز حمید کی طرف پلٹ کر مسکرائی۔

پھر فریدی کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے کہنے لگی۔ ''یقیناً ہم لوگ ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہیں مگر میں اپنی فطرت سے مجبور ہوں۔ اخلاقیات کے بے جا ڈھونگ کی میں سرے سے قائل ہی نہیں۔ لہٰذا نہایت صفائی سے عرض کرتی ہوں کہ میں لیڈی جہانگیر کے نام پر مخاطب ہونا پسند نہیں کرتی۔ مجھ میں ایک کمزوری اور بھی ہے وہ یہ کہ اگر میرے دل کی بات زبان تک نہ آ سکے تو مجھے اختلاج ہونے لگتا ہے۔''

''قدرتی بات ہے۔'' حمید نے قائل ہو جانے والے انداز میں سر کو جنبش دی۔

''لیکن......!'' فریدی کے لہجے میں ہچکچاہٹ تھی۔ ''جب تک آپ دوسری شادی......!''

''میں جانتی ہوں کہ میں اس وقت تک لیڈی جہانگیر ہی رہوں گی۔'' وہ فریدی کی بات کاٹ کر بولی۔

فریدی استفہامیہ نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ جیسے اُس کے دوسرے جملے کا منتظر ہو۔ لیکن اُس نے پھر وہ بات ہی اڑا دی۔

وہ حمید کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ''کیا چوٹیں اسی ہنگامے میں آئی تھیں؟''

''اچھی خاصی شکل بگڑ کر رہ گئی۔'' فریدی نے ہنس کر کہا۔ ''میں تو سمجھا تھا کہ شاید انہیں قتل کر دیا گیا۔''

''کیوں......؟'' افروز چونک کر بولی۔

"اکیلے بے دھڑک اُس جم غفیر میں گھس گئے تھے۔ بہت دلیر آدمی ہیں۔ انہوں نے کئی مواقع پر میری بھی جان بچائی ہے اور اگر یہ حضرت وہاں نہ گھستے تو شاید مجرم آپ سے مطلب براری میں کامیاب ہو گئے ہوتے۔"

"تو کیا انہیں وہاں میری موجودگی کا علم تھا۔" افروز نے تحیر آمیز لہجے میں سوال کیا۔

حمید ملتجیانہ انداز میں فریدی کی طرف دیکھنے لگا اور "ہاں" کہہ دینے کا اشارہ بھی کیا۔

"نہیں! انہیں شبہ تھا کہ وہ مجرموں کا اڈہ ہے۔" فریدی نے کہا۔ "اور آپ کا مل جانا محض اتفاق تھا۔"

"بہرحال میں آپ دونوں کی مشکور ہوں۔" افروز نے کہا اور حمید کی طرف کچھ ایسی نظروں سے دیکھا کہ وہ جماہی لینے کے بہانے منہ چھپانے لگا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر افروز بولی۔ "آپ لوگوں کو ٹینس سے تو ضرور ہی شوق ہوگا۔ کبھی ادھر بھی تشریف لایا کیجئے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ میرا لان بہت عمدہ ہے لیکن پھر بھی۔"

"ضرور ضرور......!" فریدی نے کہا۔ "خیر میں نے تو کبھی ٹینس کھیلی ہی نہیں۔ البتہ میرے دوست حمید صاحب بہت اچھے کھلاڑی ہیں۔"

حمید کو فریدی کے اس سفید جھوٹ پر تاؤ آ گیا۔ وہ اچھا کھلاڑی ہرگز نہیں تھا۔ وہ ایسے کھیل کا تو قائل ہی نہیں تھا جس میں بہت زیادہ ہاتھ پیر ہلانے پڑیں۔ اُس کا خیال تھا کہ فرصت کے لمحات میں بھی جسم کو تکلیف دینا پرلے سرے کی حماقت ہے۔

"اوہ! تب تو آپ سے مل کر اور خوشی ہوئی۔" افروز نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔

"بہت خوش مزاج اور لطیفہ گو ہیں۔" فریدی بولا۔

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اچانک اُسے فریدی کے اس وقت کے عجیب وغریب رویے کا خیال آ گیا۔ اُس نے کبھی کسی عورت سے اُس کی تعریف نہیں کی تھی۔ لیکن اس وقت نہ جانے کیوں اُس کی خصوصیات گنوا رہا تھا۔

"ہاں تو لیڈی......!" فریدی چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔ "اوہ معاف کیجئے گا...... بات یہ ہے کہ باتوں میں پڑ کر آپ سے ایک اہم بات دریافت کرنا بھول گیا۔"

"فرمایئے......!"

"کیا آپ ان میں سے کسی مجرم کو شناخت کر سکتی ہیں؟"

"مجھے افسوس ہے کہ نہیں۔ ان میں سے کوئی چہرے پر سیاہ نقاب لگائے بغیر میرے سامنے نہیں آیا۔"

فریدی کی پیشانی پر تشویش لکیریں ابھر آئیں۔

"آپ کو کافی محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔" وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ پھر......!"

"میں خود بھی یہی سوچتی ہوں۔" افروز پرخیال انداز میں بولی۔ "کیا خیال ہے آپ کا...... اگر میں اپنے ساتھ مسلح آدمی رکھوں؟"

"بہت اچھا خیال ہے...... میں بھی یہی مشورہ دینے والا تھا۔" فریدی مضطربانہ انداز میں کرسی پر پہلو بدلتا ہوا بولا۔ پھر اس کا ہاتھ بے خیالی میں پیانو پر جا پڑا اور سارے ہال میں ایک بے ہنگم سی جھنکار گونج اٹھی۔

"مجھے افسوس ہے۔" وہ آگے کی طرف جھک کر بولا۔

"کوئی بات نہیں۔" افروز نے قہقہہ لگایا۔ "میں اس کی نغمگی سے لطف اندوز ہوئی ہوں۔ کم از کم اس نے ماحول کی یکسانیت تو ایک لحظہ کے لئے دور کر دی۔"

"آپ تو فلسفی معلوم ہوتی ہیں۔" حمید نے ہنس کر کہا۔

واپسی پر فریدی حمید سے کہہ رہا تھا۔ "بیٹے حمید صاحب...... اگر یہ ہموار ہو جائے تو پھر کیا بات ہے۔"

"کیا مطلب......؟" حمید چونک کر بولا۔

"میرے خیال سے تمہیں اُس کی بیوگی سے زیادہ اُس کی دولت میں دلچسپی لینی چاہئے۔"

"میں لال بجھکو نہیں ہوں۔" حمید نے اُس کی گول مول باتوں سے تنگ آ کر کہا۔

"میں نے اس عورت کو تمہارے لئے پسند کیا ہے۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس لئے نہیں کہ وہ بہت خوبصورت ہے محض اس لئے کہ کثیر دولت کی مالک ہے۔"

حمید نے قہقہہ لگایا۔ ''کوئی مصلحت......؟''

''قطعی نہیں۔'' فریدی کے لہجے میں معصومیت تھی۔ ''واقعی یہ تمہارے لئے ایک بہتر بیوی ثابت ہوگی۔''

''الو نہ بنایئے مجھے۔'' حمید اپنے بازوؤں پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

''نہیں حمید اسے پھانسو......!''

''آج میں پہلی بار آپ کی زبان سے اتنا بازاری جملہ سن رہا ہوں۔'' حمید نے تحیر آمیز لہجے میں کہا۔

''لفظ پھانسو! بھی میں نے اُس کی دولت ہی کے سلسلے میں استعمال کیا ہے۔''

حمید کی حیرت بڑھتی جارہی تھی۔ کیونکہ وہ فریدی سے اس قسم کے خیالات کی توقع نہیں رکھتا تھا۔

اندھیرے میں گھونسہ

جہانگیر پیلس کا وسیع ہال برقی قمقموں سے جگمگا رہا تھا۔ آرکسٹرا کی چٹکیلی دھنیں فضا میں منتشر ہو رہی تھیں۔ آج یہاں نوروز کی دعوت کے سلسلے میں ایک عظیم الشان تقریب منعقد ہونے والی تھی۔ شہر کے اعلیٰ طبقے کے لوگ مدعو کئے گئے تھے۔ ان میں فریدی اور حمید بھی تھے۔ ان دونوں کے داخل ہوتے ہی اکثر اطراف سے انگلیاں اٹھنے لگی تھیں۔ شہر کے اونچے طبقے کے بیشتر لوگ فریدی سے اچھی طرح واقف تھے اور اُس سے متعارف ہونے کے متمنی رہا کرتے تھے۔ خوب صورت مردوں سے فلرٹ کرنے والی امیر لڑکیاں تو خاص طور پر اُس کی طرف توجہ دیتی تھیں۔ لیکن وہ ان کی طرف سے کچھ اس طرح بے نیازی ظاہر کرنے کا عادی ہوگیا تھا جیسے وہ خود بھی انہیں کی جنس سے تعلق رکھتا ہو۔

اس دعوت میں شرکت کے اہتمام کے سلسلے میں حمید نے تو ریکارڈ ہی توڑ دیا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد وہ غسل خانے سے برآمد ہوا تھا اور پھر اُس نے دو ہی گھنٹے لباس کے انتخاب اور استعمال میں صرف کئے تھے......اس دوران میں لیڈی جہانگیر سے اُس کی گاڑھی چھننے لگی تھی لیکن معاملات ابھی تک محض دوستی ہی کے دائرے میں تھے۔ حمید کو فریدی کا یہ خیال قطعی لغو معلوم ہونے لگا تھا کہ وہ ایک آوارہ عورت ہے۔ حمید نے اُس کے ساتھ کئی راتیں نائٹ کلبوں اور رقص گاہوں میں گذاری تھیں۔ لیکن ابھی تک کوئی ایسی بات اُس کے مشاہدے میں نہیں آئی تھی جس کی بناء پر وہ اُسے آوارہ کہہ سکتا۔ اُس کا ہر ملنے والا اُس سے عزت اور تکریم سے پیش آتا تھا۔ حالانکہ اُس کے ملنے والوں میں سبھی جوان اور اُس کے ہم عمر تھے۔ لیکن حمید نے اُن میں سے کسی کی آنکھوں میں اُس کے لئے جنسی بھوک نہیں دیکھی تھی۔

فریدی اس دوران میں بہت زیادہ مصروف رہا تھا۔ لیکن اُس نے اپنی مصروفیت کے متعلق کوئی ڈھنگ کی بات حمید کو نہیں بتائی۔ ادھر کچھ دنوں سے اُن عجیب وغریب وارداتوں کا سلسلہ بھی ختم ہوگیا تھا لیکن پچھلی لاشوں کے سلسلے میں ابھی تک اخبارات میں بیانات شائع ہو رہے تھے اور شہر میں کافی سنسنی تھی۔ حمید بدستور اُس لمبوترے چہرے والے کی تلاش میں تھا اور ابھی تک وہ اس بات کا بھی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ دوبارہ مل جانے کی صورت میں وہ اُس کے ساتھ کیسا برتاؤ کرے گا۔

آرکسٹرا کی گت بند ہوگئی اور ہال میں صرف قہقہے سنائی دیتے رہے۔ ہلکی ہلکی نسوانی چیخیں گونجتی رہیں۔ ابھی پہلا راؤنڈ شروع نہیں ہوا تھا۔ رقص سے پہلے جمناسٹک کا پروگرام تھا۔ دو ماہر فن چینیوں اور اُن کے ساتھ ایک خورد سال لڑکے نے محیر العقول کرتب دکھانے شروع کیے۔ ہال تالیوں اور تحسین آمیز شور سے گونجتا رہا۔

ایک گھنٹے بعد رقص شروع ہوا۔ لیڈی جہانگیر اس وقت قریب قریب سب کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ پہلے راؤنڈ میں وہ اپنی ہی قوم کے ایک نوجوان کے ساتھ ناچتی رہی۔ حمید ایک اینگلو انڈین لڑکی کا ہم رقص تھا اور فریدی...... اُس نے تو ایسی حرکت کی تھی کہ رقص کرنے والے بیشتر نوجوان جوڑے اب تک اُس پر ہنس رہے تھے۔ وہ ایک ادھیڑ عمر عورت کے ساتھ ناچ

رہا تھا۔

''تمہارا ساتھی بڑا ستم ظریف ہے۔'' حمید کی ہم رقص اُس سے بولی۔

''ستم رسیدہ بھی ہے۔'' حمید نے پرخواب آنکھوں سے اُس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

''کیوں......؟''

''بچپن ہی میں ماں کے سائے سے محروم ہو گیا تھا۔'' حمید ہنس کر بولا۔ ''اسی لئے اُسے بوڑھی عورتیں زیادہ پسند آتی ہیں۔''

''اُس کی آنکھیں۔'' ہم رقص تھوک نگلتی ہوئی بولی۔ ''اُس کی آنکھوں میں کیا ہے۔ میں اُس سے آنکھیں نہیں ملا سکتی۔ میرا خیال ہے کوئی عورت اُس کی آنکھوں میں نہیں دیکھ سکتی۔''

''میں اُسے سیاہ عینک استعمال کرنے کا مشورہ دوں گا۔'' حمید اپنی گرفت مضبوط کرتا ہوا بولا۔ ہم رقص کی پیشانی اُس کے شانے پر تھی۔

''میں نے تمہیں ایک بار ہائی سرکل نائٹ کلب میں دیکھا تھا۔'' ہم رقص گنگنائی۔

''ایک کیا......سینکڑوں بار دیکھا ہوگا۔''

''میں تو وہاں صرف ایک ہی بار جا سکی ہوں۔''

''میرے ساتھ روز چلا کرو۔''

پہلا راؤنڈ ختم ہو گیا۔ لوگ گیلری میں لگی ہوئی میزوں پر آ بیٹھے۔ میزوں پر عمدہ قسم کی کاک ٹیل موجود تھی۔ حمید تنہا رہ گیا۔ اُس کی ہم رقص کسی دوسری میز پر چلی گئی تھی۔ فریدی اپنی ادھیڑ ہم رقص کے ساتھ حمید کی میز پر آ بیٹھا۔ حمید سمجھ گیا کہ وہ دوسرے راؤنڈ میں بھی اُسی کے ساتھ رقص کرے گا۔

''مادام فلوبیٹر۔'' فریدی نے حمید سے تعارف کرایا۔ ''اور یہ میرے ساتھی مسٹر حمید۔''

دونوں نے رسمی جملے دہرائے۔

''لیڈی جہانگیر نے بڑی اچھی کاک ٹیل مہیا کی ہے۔'' ادھیڑ عورت اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی بولی۔

''ہم دونوں کاک ٹیل پی کر ہمیشہ نزلے زکام میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔'' فریدی نے کہا۔

''عجیب بات ہے۔'' عورت نے کہا اور اپنا گلاس بھرنے لگی۔

اتنے میں لیڈی جہانگیر آ گئی۔

''آپ لوگ نہیں پی رہے ہیں؟'' وہ اپنے مخصوص انداز میں مسکرائی۔

''ہم لوگ اس وقت صرف کافی پینے کے عادی ہیں۔'' فریدی نے ہنس کر کہا

''میرا خیال ہے کہ آپ لوگ شراب پیتے ہی نہیں۔''

''ممکن ہے آپ کا خیال درست ہو۔''

''ٹھہرئیے! میں کافی منگواتی ہوں۔''

''تکلیف کی ضرورت نہیں۔'' فریدی نے اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا اور حمید نے لیڈی جہانگیر کی جھرجھری محسوس کر لی۔

''تکلیق تی......تکلیف کی کیا بات۔'' لیڈی جہانگیر تھوک نگلتی ہوئی بولی۔ پھر اُس نے ایک ویٹر کو اشارے سے بلا کر کافی لانے کو کہا۔

''اس شہر میں آپ سے زیادہ سلیقہ مند عورت مجھے نہیں نظر آئی۔'' فریدی کی ہم رقص لیڈی جہانگیر سے بولی۔

''نہیں تو......میں تو بالکل گنوار ہوں۔'' لیڈی جہانگیر نے قہقہہ لگایا۔

''اس قسم کی کاک ٹیل میں نے زندگی میں ایک ہی بار پی تھی۔'' مادام بیٹر نے کہا۔ ''ڈچیز آف واگھان کی کاک ٹیل پارٹی میں اسپین والوں کا سلیقہ بھی اس سلسلے میں مشہور ہے۔ لیکن میں نے وہاں بھی ایسی کاک ٹیل نہیں چکھی......''

''میرا خیال ہے کہ آپ کا پیشہ......!'' لیڈی جہانگیر فریدی کی طرف مخاطب ہو گئی۔ ''آپ کو شراب نوشی سے باز رکھتا ہے۔''

''ضروری نہیں! بس یونہی پینے کو دل نہیں چاہتا۔''

''حالانکہ میں تھوڑی بہت پیتی ہوں۔'' لیڈی جہانگیر نے کہا۔ ''لیکن نہ جانے کیوں مجھے وہ لوگ پسند ہیں جو نہیں پیتے۔''

''میں بھی نہیں پیتا۔'' حمید آہستہ سے بولا اور لیڈی جہانگیر ہنسنے لگی۔

"واقعی حمید صاحب بہت زندہ دل آدمی ہیں۔"

کافی آ گئی اور لیڈی جہانگیر اٹھ کر دوسرے مہمانوں کی میز پر جا بیٹھی۔

فریدی کی ہم رقص بھی اٹھنے لگی۔

"میں دوسرے راؤنڈ کے لئے بھی آپ ہی سے استدعا کروں گا۔" فریدی نے اُس سے کہا۔

مادام فلوبیٹر ایک لمحہ اُسے میٹھی نظروں سے دیکھتی رہی پھر مسکرا کر بولی۔ "راؤنڈ شروع ہوتے ہی میں آ جاؤں گی۔"

حمید اُس کے جانے کے بعد تحقیر آمیز انداز میں مسکرانے لگا۔

"حقیقتاً آپ نے اپنی زندگی برباد کر لی ہے۔" اس نے کہا۔

"لیکن میں نے کبھی تمہیں اس کی رائے نہیں دی۔"

"یہاں کئی خوبصورت لڑکیاں آپ کی ہم رقص بننے کی متمنی نظر آ رہی تھیں۔"

"ہو سکتا ہے۔" فریدی نے کہا اور سگار سلگانے لگا۔

"لیکن آج میں اس کی وجہ پوچھ کر ہی رہوں گا۔"

"کس کی وجہ؟"

"میں شروع ہی سے اس بات کا اندازہ لگا رہا ہوں کہ آپ ایسے موقعوں پر زیادہ تر بوڑھی عورتوں کو تلاش کرتے ہیں۔"

فریدی مسکرا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"بتایئے نا......!" حمید نے پھر کہا۔

"پہاڑی ندیوں کو کبھی کبھی آبشار بھی کہتے ہیں۔" فریدی بولا۔

"پانچویں درجے کی جغرافیہ کی کتاب میں میں نے بھی یہی پڑھا تھا لیکن میں اپنے سوال کا جواب چاہتا ہوں۔"

"کسی فلمی رسالے کے سوال و جواب کے ایڈیٹر سے رجوع کرو۔"

"بولئے۔"

"پہلا ہی جواب ٹھیک ہے۔"

"آپ کو بتانا پڑے گا۔"

"میں مرد آدمی ہوں نا۔" فریدی اکتا کر بولا۔ "کسی ایسی عورت کے ساتھ رقص نہیں کر سکتا جو میری جنسیت کو متحرک کر دے۔"

"تو لنگوٹی باندھ کر کسی برگد کے درخت کے نیچے دھونی رمایئے۔ کسی رقص گاہ میں آپ کا کیا کام؟"

"فرزند میں یہاں تفریحاً نہیں آیا۔"

"کیا مطلب......؟"

"مطلب یہ کہ اسی بھیڑ میں وہ لمبوترے چہرے والا بھی موجود ہے۔"

"کہاں......؟" حمید بے ساختہ کھڑا ہو گیا۔

"تشریف رکھئے! بوکھلاہٹ مجھے پسند نہیں۔"

"میں سچ کہتا ہوں کہ اگر وہ بچ کر نکل گیا......!"

"بکومت......!" فریدی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے بٹھا دیا۔ "تمہارے فرشتے بھی اُسے نہیں پہچان سکتے۔"

"میرے فرشتے اتنے بدھو نہیں۔"

"اچھا تو جاؤ ڈھونڈ ہی لو اُسے۔" فریدی کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتا ہوا بولا۔

"کیا وہ اس وقت یہیں ہال میں موجود ہے۔"

"قطعی......!"

حمید نے پورے ہال کا چکر لگا ڈالا۔ لیکن لمبوترے چہرے والا کہیں نہ ملا۔

"آپ مذاق کر رہے ہیں۔" واپسی پر اُس نے فریدی سے کہا۔

"میں قطعی سنجیدہ ہوں۔"

"تو پھر بتایئے نا کہ کہاں ہے؟"

"پہلے تم وعدہ کرو کہ ہاتھ پیر قابو میں رکھو گے؟" فریدی نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

میں وعدہ نہیں کر سکتا۔" حمید بولا۔

"تو پھر مجبوری ہے۔"

"آپ بھی نہ جانے کیسی باتیں کر رہے ہیں۔" حمید جھنجلا کر بولا۔ "اس مجبوری کی کیا بات۔

"میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہاں اُس کی موجودگی کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔"

"تو یہ اتنا الجھا ہوا معاملہ ہے کہ آپ کو باقاعدہ دیکھنا پڑے گا۔" حمید بگڑ کر بولا۔

"آہستہ فرزندِ من۔" فریدی اُس کا شانہ تھپ تھپاتے ہوئے بولا۔ "زیادہ بدحواس اچھا نہیں۔ تم یہی کہنا چاہتے ہو نا کہ وہ لیڈی جہانگیر کو دوبارہ پکڑنا چاہتا ہے۔"

"ظاہر ہے۔"

"اس لئے اُس نے اتنا شاندار میک کیا ہے۔" فریدی زہر خند کے ساتھ بولا۔ "اور وہ اس بھیڑ میں اسے اغوا کرے گا۔"

"پھر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"میں فی الحال صرف سوچنا چاہتا ہوں۔" فریدی بجھا ہوا سگار سلگاتا ہوا بولا۔

"تو سوچئے۔" حمید نے کہا اور پیر پٹخ کر کھڑا ہو گیا۔ اُسے الجھن ہو رہی تھی۔ آج کئی دنوں کے بعد فریدی پھر چونکا تھا۔ ورنہ اس دوران میں اُس نے ایک بار بھی اُن واقعات کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔ حالانکہ کئی اخبارات نے محکمہ سراغ رسانی پر طنز بھی کیے تھے۔ ایسے مواقع پر فریدی خاص طور پر چاق و چوبند نظر آنے لگتا تھا۔ لیکن اس بار ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا دینے والے محاورے کو سچ مچ عملی جامہ پہنا رہا ہو اور اب اس وقت اچانک اُس نے پھر کروٹ بدلی تھی۔ حمید چند لمحے کھڑا اُسے گھورتا رہا پھر بیٹھ گیا۔

"جاؤ پھر تلاش کرو۔" فریدی کے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔

"آپ سے خدا ہی سمجھے۔" حمید نے بیزاری سے کہا اور منہ پھیر کر بیٹھ گیا۔

دوسرے راؤنڈ کے لئے موسیقی شروع ہو گئی تھی۔ لوگ آہستہ آہستہ اٹھ رہے تھے۔ اتنے میں لیڈی جہانگیر حمید کے قریب سے گذری۔

"کیا میں آپ سے درخواست کر سکتا ہوں۔" حمید نے اس سے کہا۔

"ضرور ضرور......!" وہ ہنس کر بولی۔ "لیکن میں دو منٹ بعد حاضر ہو سکوں گی۔ ابھی تک جنجر کی بوتلیں نہیں آئیں۔ کچھ کم پڑ گئی ہیں۔"

وہ تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ فریدی کی معمر ہم رقص آ گئی تھی۔ فریدی اُسے بازوؤں میں لے کر رقاصوں کی بھیڑ میں گم ہو گیا۔ حمید میز پر ٹک کر اپنا پائپ سلگانے لگا۔

آرکسٹرا "Kiss me! Kiss me! Naughty boy" بجا رہا تھا اور کئی جوڑوں نے اس پر عمل بھی شروع کر دیا تھا۔ حمید کی نظریں فریدی کو ڈھونڈنے لگیں اور پھر جیسے ہی وہ اُسے دکھائی دیا حمید اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکا۔ اُس کی بوڑھی ہم رقص بار بار اُس کی طرف اپنے ہونٹ بڑھا رہی تھی اور وہ کچھ اس طرح کے منہ بنا رہا تھا جیسے اُسے ابکائیاں آ رہی ہوں۔

حمید کی نظر برابر اُن کا تعاقب کر رہی تھی۔ ایک بار تو اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے دونوں زمین پر آ رہیں گے۔ وہ بے تحاشہ ہنس رہا تھا۔ اتنے میں لیڈی جہانگیر آ گئی۔

"خیریت......؟" وہ حمید کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ حمید نے فریدی کی طرف اشارہ کیا اور وہ بھی ہنسنے لگی۔

"اتنا عجیب و غریب آدمی میں نے آج تک نہیں دیکھا۔" لیڈی جہانگیر نے کہا۔ "میں نے پہلے بھی ان کے تذکرے سنے تھے۔ حمید صاحب اس شہر میں یہ تنہا آدمی ہیں جن کے متعلق اونچے طبقے کی عورتیں اور لڑکیاں بہت زیادہ باتیں کرتی ہیں۔ اتنا دولت مند آدمی اور ایک معمولی انسپکٹر۔ اتنا حسین اور صحت مند آدمی، پھر بھی جوان عورتوں کی دوستی کا خواہش مند نہیں۔ آج ساری لڑکیاں اس کی ہم رقص بننے کی متمنی تھیں۔"

"کیا آپ کے دل میں بھی یہ خواہش پیدا ہوئی تھی۔" حمید نے پوچھا۔

"قدرتی بات ہے۔"

"تو آئیے...... میں بھی اُن سے کم عجیب نہیں ہوں۔" حمید اُس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُسے رنگ کی طرف لے جاتا ہوا بولا۔ "میری عمر ایک سو ستر سال ہے پھر بھی میں پچیس سال سے زیادہ کا نہیں معلوم ہوتا۔ میں نے نقلی دانت نکلوا کر اصلی دانت لگائے ہیں۔ ایک بندر سے غدودوں کا تبادلہ کیا ہے۔ بندر تندرست اور بخیریت ہے۔ البتہ میں آج کل درختوں پر چڑھنے کی

مشق کر رہا ہوں اور بندر نے کوئلے کا بیوپار کرلیا ہے۔''

لیڈی جہانگیر دوہری ہوئی جارہی تھی۔ حمید کی گرفت مضبوط ہوگئی اور وہ آہستہ سے بولا

''کیا میں کم عجیب ہوں لیکن پھر بھی اتنا عجیب نہیں ہوں کہ کسی بوڑھی عورت کو ہم رقص بنا
جوان عورتوں کی توہین کروں۔''

''اس میں تو شک نہیں۔'' لیڈی جہانگیر مسکرا کر بولی۔ ''اس وقت بہتیری جوان عورتیں ز
سانپوں کی طرح بل کھا رہی ہیں۔''

''کیا کسی جوان عورت سے اُن کی دوستی نہیں؟'' لیڈی جہانگیر نے پوچھا۔

''نہیں! لیکن یہ جانے کیوں آپ کی طرف بہت شدت سے جھک رہے ہیں۔''

''اوہ..... آپ مجھے بیوقوف بنا رہے ہیں۔ اگر یہ بات ہوتی تو وہ کم از کم ایک بار ضرور مجھ
سے رقص کی درخواست کرتے۔ میرا خیال ہے کہ وہ اسی عورت کے ساتھ آخیر تک رقص کرتے
رہیں گے۔''

''چھوڑیئے اُن کا تذکرہ۔ اتنے عرصے سے میرا اُن کا ساتھ ہے لیکن میں بھی اب تک
انہیں نہیں سمجھ سکا.....اور.....!''

حمید اور کچھ کہنے جارہا تھا کہ دفعتاً ہال کے سارے قمقمے بجھ گئے اور ساتھ ہی حمید کے
جبڑے پر ایک گھونسہ پڑا اور اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے لیڈی جہانگیر کو گھسیٹ لیا تھا۔ ہال
میں متواتر چیخیں گونجنے لگیں۔ پھر حمید نے اندھیرے میں لیڈی جہانگیر کی چیخ صاف پہچانی۔ ایسا
معلوم ہورہا تھا جیسے وہ کسی کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کررہی ہو۔ اندھیرے میں کسی کے ریوالور
سے شعلہ نکلا اور سارا ہال دھماکے سے گونج اٹھا۔ چیخیں اور تیز ہوگئیں۔ عجیب انتشار اور بے چینی
پھیل گئی تھی اور پھر اُس پر سے اندھیرا۔ حمید دیوانہ وار دوسروں سے ٹکراتا پھر رہا تھا اُس کے ذہن
میں لمبوترا چہرہ ناچنے لگا تھا۔ اگر اُس وقت اُسے فریدی مل جاتا تو وہ نہ جانے کتنی سلواتیں سنا
رکھ دیتا۔

پھر کئی ٹارچوں کی روشنیاں اندھیرے میں چمکنے لگیں۔ لوگ ابھی تک چیخ رہے تھے
تھوڑی دیر بعد ہال میں پھر روشنی ہوگئی اور حمید نے ایک دل ہلا دینے والا منظر دیکھا۔ ہال کے

فرش پر کئی عورتیں بے ہوش پڑی تھیں اور بہتیری کھڑی چیخ رہی تھیں۔ کسی کا ہار گم ہوا تھا اور کسی
کے بالوں کے جڑاؤں کلپ...... حمید لیڈی جہانگیر کو تلاش کررہا تھا۔

چہرہ در چہرہ

حمید فریدی کو بھی ڈھونڈھ رہا تھا۔ پوری بلڈنگ میں زلزلہ سا آ گیا تھا۔ لیڈی جہانگیر کے
ملازمین بدحواسی میں ادھر اُدھر دوڑتے پھر رہے تھے۔ انہیں بھی لیڈی جہانگیر کے غائب ہوجانے
کا حال معلوم ہوگیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد لیڈی جہانگیر مل گئی۔ وہ پائیں باغ کے پھاٹک پر بے ہوش پڑی تھی۔ اُس
کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ لباس کئی جگہ سے پھٹا ہوا تھا اور بال بے ترتیبی سے اُس کے
چہرے پر بکھرے ہوئے تھے۔

کسی نے ڈاکٹر کو فون کردیا تھا اور ساتھ ہی پولیس کو بھی پولیس والے اور ڈاکٹر ساتھ ہی پہنچے۔

فریدی کا اب تک کہیں پتہ نہ تھا۔

پولیس انسپکٹر حمید کو پہچان کر اُس کی طرف بڑھا۔

''میں یہاں موجود تھا لیکن ہنگامے کی وجہ سے اتنا ہی بے خبر ہوں جتنے کہ آپ۔'' حمید
نے کہا۔

پھر اُس نے سارے واقعات بتا کر کہا۔ ''لیڈی جہانگیر میری ہم رقص تھی۔''

''اور اُسی وقت یہ حادثہ پیش آیا۔'' سب انسپکٹر طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

''تم صرف رپورٹ لکھ کر واپس جاسکتے ہو۔'' قریب ہی سے آواز آئی۔

دونوں چونک کر پلٹے۔ فریدی اپنے ہونٹوں سے سگار نکال رہا تھا۔

"بے ہوش عورتوں کے بیانات لو۔" اُس نے کہا۔ "اور اُن عورتوں کے بھی جن کے زیورات چھینے گئے ہیں۔"

"بہت بہتر۔" سب انسپکٹر نے آہستہ سے کہا اور وہاں سے ہٹ گیا۔

حمید فریدی کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔

"آخر نکل گیا نا ہو۔" وہ ہانپتا ہوا بولا۔

"میں اُسے پکڑنے کے لئے تو نہیں آیا تھا۔" فریدی نے مسکرا کر جواب دیا۔

"کیا یہ ایک بدنما داغ نہیں کہ ہماری موجودگی میں۔"

"ہم فرشتے تو نہیں۔"

"افروز زخمی ہوگئی ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" فریدی بجھا ہوا سگار سلگا کر بولا۔

"پھر بھی آپ۔"

"تو آپ ہی جا کر ہاتھ پیر ماریئے نا۔" فریدی طنز آمیز لہجے میں بولا۔ "میں تو نکما ہوگیا ہوں۔"

"اچھا یہ بات ہے۔" حمید مٹھیاں بھینچ کر بولا۔ چند لمحے فریدی کو تیز نظروں سے گھورتا رہا پھر تیزی سے چلتا ہوا وہاں آیا جہاں سب انسپکٹر بیانات لے رہا تھا۔

بیہوش عورتیں ہوش میں آ چکی تھیں۔ ان کی بھی کوئی نہ کوئی چیز غائب ہوگئی تھی۔ ڈاکٹر نے اُن کی بے ہوشی کی وجہ ڈر بتائی تھی۔ لیڈی جہانگیر کو بھی ہوش آ گیا تھا۔ ڈاکٹر نے اُس کی پیشانی کے زخم کی مرہم پٹی کر دی تھی۔ اُس نے حمید کو الگ بلا کر کہا۔

"میں سب کے سامنے اپنا بیان نہیں دوں گی۔"

"کیوں......؟"

"بات ہی ایسی ہے۔ سب کے سامنے ذلیل ہونا نہیں چاہتی۔"

حمید استفہامیہ نظروں سے اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

"آج بھی کچھ لوگ مجھے اٹھا لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔"

"اوہ......!" حمید بے چینی سے بولا۔ "کسی کو پہچانا آپ نے؟"

"نہیں......!"

"اپنے سب مہمانوں کو پہچانتی ہیں آپ؟"

"نہیں کیوں......!"

"میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ ان میں سے کون کون غائب ہے۔"

"تو کیا مہمان......!"

"جی ہاں...... بہت ممکن ہے کہ مجرم مہمانوں میں مل گئے ہوں۔"

"ہوسکتا ہے...... میں بہتیرے مہمانوں کو نہیں پہچانتی۔ کیونکہ میں نے سر جہانگیر کے وقت کی فہرست کے مطابق دعوتی کارڈ جاری کئے تھے۔"

سب انسپکٹر سب کے بیانات قلمبند کر چکنے کے بعد لیڈی جہانگیر کی طرف متوجہ ہوا۔ ساری عورتیں آج کی دعوت کو بُرا بھلا کہہ رہی تھیں۔ لوٹے ہوئے زیورات کا تخمینہ ڈیڑھ لاکھ کے لگ بھگ تھا۔ پورا ہال ایسا لگ رہا تھا جیسے اُس پر وحشیوں کی کسی فوج نے حملہ کر دیا ہو۔ مہمان ابھی تک موجود تھے اور طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ اُن میں سے کئی محکمہ سراغ رسانی کو بھی بُرا بھلا کہہ رہے تھے کیونکہ محکمے کے دو بہترین افراد کی موجودگی میں یہ سب کچھ ہوا تھا۔

اُس کی خواہش کے مطابق لیڈی جہانگیر کا بیان علیحدہ کمرے میں لیا گیا۔ جہاں صرف حمید اور سب انسپکٹر تھے۔

پھر دوسرے مہمانوں سے بھی پوچھ گچھ شروع ہوئی۔ لیڈی جہانگیر کے ملازموں کے بیانات قلم بند کئے گئے۔ ان میں سے چار کو حراست میں بھی لیا گیا۔ حالانکہ لیڈی جہانگیر اُن کی نیک چلنی کی ضمانت دے رہی تھی۔

فریدی سب سے الگ تھلگ پیانو پر کہنیاں ٹیکے مجمعے کا جائزہ لے رہا تھا۔ حمید نے کئی بار اُس کی طرف دیکھا لیکن اُس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ پائی۔ صرف اُس کی عقابی آنکھیں متحرک تھیں۔ جسم اس طرح ساکت تھا جیسے اُس نے کبھی حرکت ہی نہ کی ہو۔

دفعتاً سب انسپکٹر اُس کے قریب آ کر آہستہ سے بولا۔

"اگر اجازت دیجئے تو ان سب کی جامہ تلاشی لی جائے۔"

"تمہاری مرضی! مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" فریدی نے کہا اور جیب سے نیا سگار نکال کر سلگانے لگا۔

سب انسپکٹر نے معذرت کے ساتھ مجمع کے سامنے یہ تجویز پیش کی۔ لوگوں کے چہرے بگڑ گئے۔ کیونکہ وہ سب ذی حیثیت تھے۔ لیکن مجبوری...... اُن میں بعض بلند آواز میں پولیس والوں کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے لیکن اُن کے احتجاج کے باوجود بھی کاروائی شروع کردی گئی۔ حمید پھر جھلا کر فریدی کی طرف بڑھا۔

"کیا وہ ابھی تک یہاں موجود ہے؟" اُس نے پوچھا۔

فریدی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"پھر آخر آپ کیا سوچ رہے ہیں۔ مجھے بتایئے وہ کون ہے؟"

"تلاش کرلو۔"

حمید پیر پٹختا ہوا ہال سے باہر نکل آیا۔ غصے میں اُسے راستے کا بھی دھیان نہ رہا اور وہ ایک غلط راہداری میں آنکلا اور پھر اپنے اندازے کے مطابق راہداری کے اختتام پر داہنی طرف مڑ گیا۔ وہ جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔

دفعتاً تاریکی کے احساس نے اُسے چونکا دیا۔ وہ نہ جانے کدھر نکل آیا تھا۔ چاروں طرف اندھیرا تھا لیکن یہ بھی کوئی راہداری ہی تھی۔ کیونکہ زمین پر بچھی ہوئی چٹائیوں کی وجہ سے خود اُسے اپنے قدموں کی چاپ نہیں سنائی دے رہی تھی۔ وہ واپسی کے لئے مڑ ہی رہا تھا کہ کسی نے تیز قسم کی سرگوشی کی "ٹھہرو۔"

آواز دور سے آئی تھی لیکن اُس کی گونج صاف بتا رہی تھی کہ بولنے والا راہداری ہی میں ہے۔ حمید رک گیا۔ مگر دوسرے ہی لمحے میں اُسے معلوم ہوگیا کہ مخاطب وہ خود نہیں تھا بلکہ کوئی اور! کیونکہ وہ اب دو آدمیوں کی سرگوشیاں اپنے قریب سے سن رہا تھا۔

"پھاٹک پر بھی پولیس موجود ہے۔"

"پھر......؟"

حمید دیوار سے چپک کر کھڑا ہوگیا اور اپنی پھولتی ہوئی سانس کی آوازوں کو دبانے کی کوشش

کرنے لگا۔ ہال سے وہ شدید غصے کی حالت میں نکلا تھا اور پھر اُس پر تیز رفتاری۔ اُس کی سانسیں تیز ہوگئی تھیں۔

"تلاشیاں شروع ہوگئی ہیں۔" آواز پھر سنائی دی۔

"میں نکل جاؤں گا۔" دوسری آواز آئی۔

"اگر پکڑے گئے تو...... وہ دونوں مردود بھی موجود ہیں۔"

حمید ہونٹ بھینچ کر سر ہلانے لگا۔

"تو پھر بتاؤ نا......؟"

"کیا بتاؤں؟"

"تم اُلو ہو...... میں چہار دیواری پھلانگ کر نکل جاؤں گا۔ یہاں کہیں چھپانا ٹھیک نہیں۔"

"تم جانو......!"

پھر حمید کے قریب سے دو سائے گذر گئے۔ حمید اندازاً چلتا رہا۔ زمین پر میٹنگ ہونے کی وجہ سے قدموں کی آواز نہیں سنائی دی رہی تھی۔ دوسری راہداری کے سرے پر کسی کمرے کی روشنی پڑ رہی تھی۔ حمید نے وہاں دونوں کی ایک ہلکی سی جھلک دیکھی۔ وہ تیزی سے قدم بڑھانے لگا۔ پھر اُس نے انہیں پائیں باغ میں اترتے دیکھا۔ یہاں اندھیرا تھا۔ البتہ تاروں کی چھاؤں میں اُسے دو سائے دکھائی دے رہے تھے۔ حمید مہندی کی باڑھوں کی آڑ لیتا ہوا اُن کا تعاقب کر رہا تھا۔ لیکن اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے گا۔ وہ چیز جسے وہ چھپانا چاہتے تھے نہ جانے اُن میں سے کس کے پاس تھی۔ اگر وہ اُن سے بھڑ گیا تو ممکن ہے کہ ایک تو نکل ہی جائے اور اگر وہ "ایک" وہی ہوا جس کے پاس وہ چیز موجود ہے تو ساری محنت اکارت جائے گی۔ اس وقت اُس کے پاس ریوالور بھی نہیں تھا۔ اگر وہ ہال تک جا کر وہاں سے مدد لانے کی کوشش کرتا تو وہ نکل ہی جاتے۔

وہ دونوں چہار دیواری کے نیچے پہنچ چکے تھے۔ پھر اُن میں سے ایک زمین پر بیٹھ گیا اور دوسرا اُس کے کاندھے پر پیر رکھ ہی رہا تھا کہ حمید بے اختیار چیخ پڑا۔ "خبردار اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

دونوں گھبرا کر کھڑے ہوگئے۔

"ہاتھ اوپر اٹھاؤ" حمید نے پھر للکارا۔ اُس کے داہنے ہاتھ میں اُس کا فاؤنٹین پن ت
اُسے توقع تھی کہ وہ اندھیرے میں دور سے پستول کی نال ضرور معلوم ہوگا۔ دونوں نے اپنے ہا
اوپر اٹھالئے تھے۔

حمید آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ اُس کی آنکھیں کافی دیر سے اندھیرے میں دیکھ
کی عادی ہوگئی تھیں۔ اُن دونوں میں سے ایک نے وہیں کوئی چیز گرائی تھی جسے حمید نے صاف
دیکھا تھا۔

"کیا بات ہے؟" اُن میں سے ایک بولا۔

"کہاں بھاگ رہے تھے؟" حمید نے گرج کر پوچھا۔

دونوں خاموش رہے۔

"داہنی طرف مڑو۔" حمید نے کہا۔ "اور چل پڑو۔ کوئی حرکت کی تو بھیجا صاف۔"

دونوں چلنے لگے۔ حمید تیزی سے دیوار کے قریب آیا۔

"چلتے جاؤ۔" اُس نے پھر للکارا۔ گھاس پر پڑی ہوئی پوٹلی اُس کے ہاتھ آ گئی تھی۔

"بائیں مڑو......!" وہ حلق کے بل چیخا۔ پوٹلی کچھ وزنی تھی۔ اس کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔

"وہ مارا......!" اُس نے دل ہی دل میں کہا اور پھر وہ اُس ڈرامائی وقوعے کے متعلق ہوا
قلعے بنانے لگا جس سے فریدی کو دوچار ہونا تھا۔

پھاٹک کے قریب پہنچ کر اُس نے ان دونوں کو پولیس کانسٹیبلوں کے حوالے کردیا اور انہیں
فاؤنٹین پن دکھاتا ہوا بولا۔ "دیکھو...... یہ رہا پستول" پھر وہ قہقہے لگاتا ہوا اندر چلا گیا۔ وہ سوچ ر
تھا کہ جس طرح فریدی آہستہ آہستہ پوری بات بتا کر دوسروں کو حیرت زدہ کرتا ہے اس وقت
بھی وہی طریقہ اختیار کرے گا۔ یہی وجہ تھی کہ اُس نے گرفتار شدگان کو اندر لے جانے کی بجا
وہیں چھوڑ دیا تھا۔ حمید حقیقتاً احمق نہیں تھا لیکن اس وقت اُس پر دادخواہی کا بھوت سوار تھا اور ظا
ہے کہ اُسے یہ داد اُن عورتوں کی طرف سے ملتی جن کے زیورات لوٹے گئے تھے۔ لہٰذا اُس کا ا
کھوپڑی کی حدود سے نکل جانا برحق تھا۔ اُس نے جلدی میں اُن دونوں کی شکلیں دیکھنے کی زحمت
گوارا نہ کی۔

ہال میں ابھی تک لوگوں کی جامہ تلاشی لی جارہی تھی اور حمید نے فریدی کو بدستور پیانو ہی پر
پایا۔ وہ پہلے ہی کی طرح اپنی دونوں کہنیاں پیانو پر ٹیکے مجمعے کا جائزہ لے رہا تھا۔

حمید نے زیورات کی پوٹلی اُس کے سامنے ڈال دی اور جھک کر اُس کی آنکھوں میں دیکھنے
لگا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اُسے چونک کر پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ نہ جانے کیوں اُس کے جسم کے
سارے روئیں کھڑے ہوگئے تھے اور سر سے پیر تک ایک ٹھنڈی لہر دوڑتی چلی گئی تھی۔ وہ فریدی
کی آنکھیں تھیں یا کسی خوفناک درندے کی۔ اُس نے حمید کو سر سے پیر تک دیکھا اور پھر اُس کی
نظریں جواب طلب انداز میں اُس کے چہرے پر جم گئیں۔

"لٹے ہوئے زیورات......!" حمید آہستہ سے بولا۔

"کہاں ملے؟"

"دو آدمیوں کے پاس سے برآمد کیے۔ وہ حراست میں ہیں۔"

"آہم......اچھا......!" فریدی نے ایک طویل انگڑائی لی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے وہ
گہری نیند سے چونک کر اٹھا ہو۔ پھر اُس نے سب انسپکٹر کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ٹھہریئے۔"
مجمع پر سناٹا چھا گیا۔

"لوٹا ہوا مال برآمد کرلیا گیا ہے۔" اُس نے بلند آواز میں کہا۔

ایک لمحہ خاموشی رہی پھر ہال میں تیز قسم کی بھنبھناہٹ گونجنے لگی۔

لٹی ہوئی عورتیں بے تحاشہ پیانو کی طرف لپکیں۔

"مجھے افسوس ہے۔" فریدی نے اُن سے کہا۔ "عدالتی کاروائی شناخت سے قبل نہ تو یہ آپ
کو واپس مل سکیں گے اور نہ دکھائے ہی جائیں گے۔"

اس دوران میں بھی اُس کی نظریں مجمع ہی کی طرف رہیں۔

عورتیں بڑبڑاتی ہوئی واپس جارہی تھیں اور فریدی کے رویے سے ظاہر ہورہا تھا جیسے اُس
کے کانوں تک اُن کی آوازیں پہنچ ہی نہیں رہی ہیں۔

"ٹھہریئے۔" ایک بار پھر فریدی کی آواز گونجی۔ "آپ...... جو باہر جارہے ہیں۔"

ید کی نظریں بے ساختہ اُس طرف اٹھ گئیں جدھر فریدی نے اشارہ کیا تھا۔ ایک آدمی

دروازے میں کھڑا فریدی کو گھور رہا تھا۔ یہ ایک ادھیڑ عمر کا توانا اور تندرست آدمی تھا۔ حمید اس سے اچھی طرح واقف تھا۔ یہ شہر کے ایک مشہور نائٹ کلب کا منیجر مسٹر ڈاملے تھا۔

"آپ کس کی اجازت سے باہر جا رہے تھے؟" فریدی اُس کی طرف بڑھا۔

"کیا ابھی کوئی اور جھنجھٹ باقی ہے؟" اُس نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔

"صرف ایک اور......!" فریدی نے اُس کے بالوں کو مضبوطی سے پکڑ کر جھٹکا دیا۔ دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہوا جیسے اُس نے بالوں سمیت اُس کے چہرے کی کھال کھینچ لی ہو۔ خصوصاً حمید کی آنکھوں کے سامنے تو بجلی سی چمک گئی اور اُس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"لمبوترا چہرہ۔"

دوسرے لمحے میں وہ اچھل کر اُس پر جا پڑا۔ دونوں گتھتے ہوئے زمین پر آ رہے۔ کبھی یہ اوپر نظر آتا تھا اور کبھی وہ۔ لوگ بدحواسی میں اُن کے گرد اکٹھا ہوتے جا رہے تھے۔ لمبوترے چہرے والا لڑنے سے زیادہ نکل بھاگنے کی فکر میں تھا۔ مگر حمید جونک کی طرح لپٹ کر رہ گیا۔ آخر کار پولیس والوں نے اس جدوجہد کا خاتمہ کر دیا۔

لمبوترے چہرے والے کو ہتھکڑیاں لگائی جا رہی تھیں اور فریدی کی نظریں اب بھی کسی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔

حمید نے پھر آگے بڑھ کر لمبوترے چہرے والے کے منہ پر ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ پورے ہال میں شاید ہی کوئی ایسا چہرہ رہا ہو جس پر حیرت کے آثار نہ ہوں۔ مسٹر ڈاملے کے قریبی دوست اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔ وہ شخص جسے وہ سالہا سال سے ڈاملے کی شکل میں دیکھتے آئے تھے اُن کے سامنے اجنبیوں کی طرح کھڑا تھا۔

ڈاکٹر نے لیڈی جہانگیر کو آرام کرنے کا مشورہ دیا تھا لیکن جیسے ہی اُس کے کانوں تک اس نئے واقعے کی خبر پہنچی وہ ننگے پیر دوڑتی چلی آئی۔

"ارے یہ مسٹر ڈاملے......؟" وہ حمید کو مخاطب کر کے بولی۔ "نہیں یقیناً آپ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔"

اُس کے قریب کھڑے ہوئے ایک مہمان نے ایک ہی سانس میں سارا واقعہ دہرا دیا۔

"میرے خدا......!" وہ تحیر آمیز لہجے میں بولی۔

"آپ نے اس سے پہلے بھی یہ شکل کہیں دیکھی تھی؟" حمید نے اُس سے پوچھا۔

"نہیں کبھی نہیں...... کہیں نہیں۔" وہ اپنا چہرہ چھپا کر بولی۔ "آج میرا گھر بدنام ہو گیا۔"

پھر وہ سسکیاں لے لے کر رونے لگی۔ "میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہ گئی۔"

"اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں۔" حمید نے اُسے تسلی دی۔ "لٹے ہوئے زیورات بھی مل گئے ہیں۔"

"اوہ......!" وہ آنسو پونچھ کر حمید کی طرف دیکھنے لگی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"آپ نے میری عزت رکھ لی۔"

قریب ہی ایک لڑکی دوسری سے کہہ رہی تھی۔ "جس زمین پر ان دونوں کے قدم پڑتے ہیں وہاں کوئی نہ کوئی حیرت انگیز واقعہ ضرور ہوتا ہے۔"

دو فائر

مہمان ایک ایک کر کے رخصت ہو رہے تھے۔ لٹی ہوئی عورتیں دیر تک فریدی اور حمید کو گھیرے رہیں۔ بدقت تمام وہ دونوں اُن سے پیچھا چھڑا سکے۔

"اور وہ دونوں کہاں ہیں؟" فریدی نے حمید سے پوچھا۔

"باہر......!"

"تو آؤ باہر ہی چلیں۔"

زیورات کے متعلق ضابطے کی کارروائی ہو چکی تھی۔ سب انسپکٹر مجرم سمیت جانے کے لئے تیار تھا۔ وہ بھی فریدی اور حمید کے ساتھ ہی ساتھ باہر نکلے۔ پائیں باغ کے پھاٹک پر کانسٹیبل

موجود تھے۔

"وہ دونوں کہاں ہیں؟" حمید نے ہیڈ کانسٹیبل کو مخاطب کیا۔

"وہ دونوں......ہی ہی ہی۔" ہیڈ کانسٹیبل نے دانت نکال دیئے۔"وہ تو کب کے چلے گئے۔"

"کیا......؟" حمید کان پھاڑ دینے والی آواز میں چیخا۔

"جی ہاں......!" اُس نے سہم کر کہا۔"انہوں نے کہا تھا کہ تمہارے سارجنٹ صاحب......!"

"کیا بکواس ہے......بکو جلدی۔" حمید جھلا گیا۔

"انہوں نے کہا تھا کہ سرجنٹ صاحب پیئے ہوئے ہیں۔ ہم اُن کے دوست ہیں۔ انہوں نے ہم سے مذاق کیا ہے۔"

"اور تم نے یقین کرلیا......؟" حمید دانت پیس کر بولا۔

"تو صاحب آپ ہی نے ٹھیک سے بات کی ہوتی؟" ہیڈ کانسٹیبل کے لہجے میں تلخی تھی۔

"کیا آپ نے اُن کے سامنے فاؤنٹین پن نچا کر اُسے پستول نہیں کہا تھا؟"

حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے سربازار اُس کے سر پر چپت رسید کردی ہو۔ وہ سوچنے لگا کہ حقیقتاً غلطی اسی کی تھی۔ اُس کی اس حرکت پر اُسے شرابی تو کیا پاگل بھی سمجھا جاسکتا تھا۔ اُسے چاہئے تھا کہ مجرموں کو سپرد کرتے وقت کانسٹیبلوں کو سب کچھ سمجھا دیتا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرے۔ سب انسپکٹر بھی قریب ہی کھڑا تھا۔

"کیا بات ہے؟" اُس نے حمید سے پوچھا۔

حمید ہنسنے لگا۔

"کوئی بات نہیں۔" اُس نے کہا۔"میں نے اپنے دوستوں سے مذاق کیا تھا۔ لیکن" ادھورا ہی رہ گیا۔"

"اچھا......!" سب انسپکٹر ہنسنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔"وہ مجرم کہاں ہیں جنہیں آپ نے پکڑا تھا"

"ان کا مسئلہ فی الحال ٹیڑھا ہے۔" فریدی نے کہا جو اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ حمید سے

اس سلسلے میں ضرور کوئی حماقت ہوگئی ہے۔

"لیکن میری رپورٹ......؟" سب انسپکٹر نے کہا۔

"وہ تو میرے خیال سے ابھی تک نامکمل ہی ہوگی۔"

"جی ہاں۔"

"تو اُسے اس طرح مکمل کرو کہ لوٹا ہوا مال لے کر مجرم فرار ہونے کی کوشش کررہے تھے کہ کانسٹیبلوں نے انہیں جالیا۔ کافی دیر تک جدوجہد ہوتی رہی اور وہ لوٹا ہوا مال چھوڑ کر فرار ہوگئے۔"

"مگر......!"

"میں انہیں اپنے طور پر حاضر کروں گا۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔"اُن کا ہاتھ اس سے بھی گہرے بعض معاملات میں رہا ہے۔ اب تم جاسکتے ہو۔ لیکن رپورٹ اُسی طرح مکمل کرنا جیسے میں نے کہا ہے۔"

سب انسپکٹر نے لمبوترے چہرے والے کو پولیس کی لاری میں سوار کرادیا، جو فریدی اور حمید کو کھا جانے والے انداز میں گھور رہا تھا۔

اُن کے چلے جانے کے بعد فریدی حمید کی طرف پلٹا۔

"ہاں اب تم بک چلو......!" اُس نے آہستہ سے کہا۔

حمید نے اٹک اٹک کر پورا واقعہ دہرا دیا۔

"نہ جانے تمہارا بچپن کب رخصت ہوگا۔" فریدی نے آہستہ سے کہا اور کوٹھی کی طرف بڑھ گیا۔

وہ دونوں پھر اُسی ہال میں آئے۔ یہاں کی ابتری دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ کچھ دیر قبل یہاں رنگ رلیاں منائی جاتی رہی ہوں گی۔ ہال کے وسط میں لیڈی جہانگیر خاموش کھڑی تھی۔ ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے اُسے سکتہ ہوگیا ہو۔ فریدی اور حمید اُس کے قریب پہنچ کر رک گئے۔ لیکن اُس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ وہ خلاء میں نظریں جمائے کھڑی تھی۔

"مجھے آج کے حادثے پر افسوس ہے محترمہ......!" فریدی نے کہا۔

لیڈی جہانگیر چونک پڑی۔ اُس کے ہونٹوں پر ایک بے جان سی مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔

پھر وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر فریدی کی طرف پرخیال انداز میں دیکھنے لگی۔

"میں نے آپ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔" فریدی پھر بولا۔ "لیکن آپ کر بھی کیا سکتی تھیں۔"

"میں ڈاملے کو عرصے سے جانتی تھی۔"

"ہم بھی جانتے تھے۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن اُس کی دوسری حیثیت آج ظاہر ہوئی۔"

"آپ اُسی کی قید میں تھیں۔" حمید بولا۔

"اب سارے معاملات میری سمجھ میں بھی آ رہے ہیں۔" لیڈی جہانگیر نے کہا۔

"کیا.....؟" فریدی نے اپنی نیند سے بوجھل آنکھیں اوپر اٹھائیں۔

"وہ عرصہ سے مجھ سے شادی کا خواہش مند تھا۔"

"اوہ! تب تو معاملہ صاف ہے۔"

"کیا.....؟"

"اُس نے پہلی بار اسی مقصد کے حصول کے لئے آپ کو مقید کیا تھا۔"

"لیکن.....!" وہ فریدی کی طرف دیکھ کر رہ گئی۔

فریدی استفہامیہ انداز میں اُسے دیکھ رہا تھا۔

"لیکن اس طرح اُس کی مقصد براری کیونکر ہوتی۔ ظاہر ہے کہ وہ اپنی دوسری حیثیت مجھ پر نہ ظاہر کرتا۔"

"ٹھیک ہے لیکن ڈاملے کی حیثیت سے وہ آپ کو اتنا زیرِ بارِ احسان ضرور بنا سکتا تھا۔"

"کس طرح؟"

"ڈاملے کی شکل میں آپ کو اپنی ہی قید سے رہائی دلا کر۔"

"اوہ.....!" اُس نے فریدی کی طرف تحیر آمیز نظروں سے دیکھا۔ "لیکن اب میں کیا کروں۔ میرا گھر تو آج بدنام ہی ہو گیا۔"

"اس کی فکر نہ کیجئے۔ یہاں کا کوئی اخبار اس حادثے کے متعلق کچھ نہیں لکھ سکتا اور آپ کے مہمانوں کی غلط فہمی رفع کرنے کی بھی کوشش کی جائے گی۔"

"میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔"

"کسی سے بھی نہیں۔" حمید ہنس کر بولا۔ "ہم یہ سب کچھ اخلاقاً نہیں کرتے بلکہ مجبوراً کریں گے۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔" افروز کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

فریدی نے بھی حمید کو گھور کر دیکھا۔

"دوستوں کے لئے مجبوراً پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔" حمید نے جلدی سے کہا۔

"اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ میری وجہ سے آپ لوگوں کو بڑی تکلیف اٹھانی پڑی۔" افروز آہستہ سے بولی۔

"خیر..... خیر..... میں بھی آپ ہی کی طرح رسمی باتوں کا قائل نہیں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "میں نے آپ کے یہاں مستقل طور پر دو کانسٹیبلوں کی ڈیوٹی کا انتظام کر دیا ہے۔"

"میں کس زبان سے۔"

"پھر آپ نے وہی رسمی بات چھیڑی۔" فریدی پھر مسکرایا۔ "اگر آپ ضروری سمجھتی ہوں تو آج رات حمید صاحب بھی یہاں رہ سکتے ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ۔"

فریدی بے تحاشہ ہنسنے لگا۔

"دیکھئے! میں نہ کہتا تھا کہ ہر آدمی کبھی نہ کبھی رسمی باتیں کرنے پر مجبور ہو ہی جاتا ہے۔"

"بخدا یہ میرے حقیقی جذبات ہیں۔" افروز نے سنجیدگی سے کہا۔

"خیر اچھا..... میرے لائق کوئی اور خدمت.....؟"

"آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔"

"پھر وہی رسمی جملہ.....!"

"میں آپ سے معافی چاہتی ہوں۔" افروز ہنس کر بولی۔

"اچھا تو حمید صاحب..... شب بخیر۔" فریدی نے کہا اور لمبے لمبے قدم بڑھاتا ہوا ہال سے باہر نکل گیا۔

"آئیے.....!" افروز تھوڑی دیر بعد بولی۔ "آپ کچھ پریشان سے نظر آ رہے ہیں۔"

"اُوں......!" حمید چونک پڑا اور بے جان سی ہنسی کے ساتھ کہنے لگا۔ "مجھے اس کا افسوس
ہے کہ میں اس ڈاملے کے بچے کی اچھی طرح مرمت نہ کر سکا۔"

"خیر آیئے! ایک بج رہا ہے۔ آج رات کی نیند تو گئی۔"

"نیند تو مجھے بھی نہ آئے گی۔"

افروز حمید کو ایک کمرے میں لے آئی۔ غالباً یہ اُس کے سونے کا کمرہ تھا۔

یہاں ہر وہ چیز موجود تھی جو ایک آرام طلب اور رنگین مزاج عورت کے سونے کے کمرے
میں ضروری ہو سکتی ہے۔

"بیٹھیے" اُس نے ایک آرام کرسی کی طرف اشارہ کیا اور خود ایک کھڑکی کھول کر اُس کے
قریب کھڑی ہو گئی۔

حمید کی نظریں ایک تصویر پر جمی ہوئی تھیں۔ یہ کسی مشاق مصور کا کارنامہ تھا۔ ایک عریاں
اور جوان عورت جس کے ہاتھوں اور پیروں میں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور ایک بڑا
سا سانپ اُس کے جسم سے لپٹا ہوا اُس کے چہرے پر پھن مارنے کی کوشش کر رہا تھا۔

دفعتاً افروز حمید کی طرف مڑی اور اس کا انہماک دیکھ کر بے ساختہ مسکرا پڑا۔

"کیا یہ تصویر......!" افروز ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "کسی شریف عورت کی خواب گاہ کے لئے
معیوب سمجھی جا سکتی ہے۔"

حمید چونک کر اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ اُس کی نظریں تو تصویر کی طرف تھیں لیکن ذہن
کہیں اور تھا۔ وہ فریدی کے اس عجیب وغریب رویے کے متعلق سوچ رہا تھا جو اُس نے کچھ دیر
قبل اختیار کیا تھا۔ صرف وہی نہیں آج رات اس عمارت میں قدم رکھتے ہی حمید نے ایک عجیب
قسم کا تغیر محسوس کیا تھا جسے وہ اب تک کوئی معنی نہیں پہنا سکا تھا۔ اُس کے ذہن میں بیک وقت کئی
سوال ابھر آئے تھے۔ اس پر افروز کے سوال نے جو بالکل ہی مختلف النوع تھا اُسے ذہنی انتشار
میں مبتلا کر دیا۔

"کیا سوچ رہے ہیں آپ......؟" وہ ہنس کر بولی۔

"کچھ نہیں! میں اسی تصویر کے متعلق غور کر رہا تھا۔"

"تو آپ اسے فحاشی سمجھتے ہیں؟"

"میرا خیال ہے کہ میں اسے آرٹ ہی سمجھنے پر مصر رہوں گا۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"یہی تو مشکل ہے کہ عام طور پر آرٹ اور فحاشی کے نازک فرق کو بہت کم لوگ سمجھتے ہیں۔"

"میں بہت زیادہ ذہین نہیں ہوں۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن پھر بھی مجبوری اور
جوانی کے اس خوبصورت تخیل کی قدر ضرور کر سکتا ہوں۔"

"حمید صاحب! میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔" افروز نے سنجیدگی سے کہا۔ "آپ کی
لائین کے لوگ عموماً صرف منطقی ہوتے ہیں۔ لیکن آپ......اوہ میں بھی کہاں بہک رہی ہوں۔
شاید پاگل ہو جاؤں گی۔"

دفعتاً وہ اپنا سر پکڑ کر بستر پر بیٹھ گئی۔

"کیوں کیا ہوا......؟" حمید بوکھلا کر اٹھتا ہوا بولا۔

"کچھ نہیں۔" افروز سر اٹھا کر بولی۔ "وہ کچھ خوفزدہ سی نظر آنے لگی تھی۔"

حمید خاموش ہو گیا۔

"کون کہہ سکتا ہے۔" وہ آہستہ سے بولی۔ "کہ یہ میری زندگی کی آخری رات نہیں ہے۔"

"کیوں......؟"

"مجھے کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے جیسے میری موت قریب ہو۔"

"کمال کرتی ہیں آپ بھی۔" حمید ہنس پڑا۔

"آپ ہی کے بیان کے مطابق ڈاملے کسی بڑے گروہ کا سرغنہ تھا۔"

"ہاں تو پھر......؟"

"کیا اُس کے ساتھی......وہی حرکت نہیں کر سکتے۔"

"ٹھیک ہے......لیکن میں یہاں جھک مارنے کے لئے تو نہیں رک گیا۔"

افروز خاموش ہو گئی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ فکرمندی اور خوف کے آثار نے اُسے نہ جانے
کیوں اور زیادہ حسین بنا دیا تھا۔ اُس کے دونوں ابروؤں کے درمیان ایک نازک سی لکیر ابھر آئی
تھی اور ہونٹ قدرے کھل گئے تھے۔ جن سے دانتوں کی چمک جھلکیاں مار رہی تھی۔

"لیکن......!" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"آپ بیکار پریشان ہیں۔" حمید نے اُسے تسلی دی۔

"اس وقت ایک خیال اور پیدا ہوا ہے۔" افروز نے آہستہ سے کہا۔

"وہ کیا......؟"

"میں یہ نہیں کہتی کہ میرا خیال سچ ہی ہو۔ لیکن حالات ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ اس کے امکانات بھی ہو سکتے ہیں۔"

"آپ تو پہیلیاں لے بیٹھیں۔" حمید اکتا کر بولا۔

"شاید فریدی صاحب مجھ پر بھی شبہ کر رہے ہیں۔"

"کمال کر دیا......شاید آپ اختلاج قلب کی مریض ہیں۔" حمید ہنس کر بولا۔

"نہیں حمید صاحب...... میں قطعی سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں۔ حالات ہی ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ میں ایسا سمجھنے پر مجبور ہوں۔ کیا آپ اُن حالات میں یہ نہ سمجھیں گے کہ میں بھی اُسی گروہ سے تعلق رکھتی ہوں؟"

"کون سے حالات......؟"

"یہاں پر ڈاملے کی موجودگی...... میرا خیال اب بھی یہی ہے کہ وہ مجھ سے شادی کا خواہش مند تھا اور اسی لئے اُس نے یہ حرکت کی۔ لیکن آپ کے ذہن میں تو وہ عورتیں بھی ہوں گی جو خواہ مخواہ لوٹی گئیں۔ اگر اُسے صرف مجھے لے جانا تھا تو اُس نے اتنا ہنگامہ کیوں برپا کرایا؟"

"ظاہر ہے کہ اُس نے ایک تیر سے دو شکار کئے۔" حمید نے کہا۔ "آپ یہ کیوں بھول جاتی ہیں کہ وہ اچھے خاصے ڈاکوؤں کا گروہ ہے۔"

"حمید صاحب! آپ مجھے اطمینان نہیں دلا سکتے۔ فریدی صاحب کو مجھ پر شبہ ہے۔"

"آخر آپ اتنے وثوق سے کیسے کہہ رہی ہیں؟"

"کیا ابھی انہوں نے رسمی گفتگو کے سلسلے میں میرا مضحکہ نہیں اڑا دیا تھا۔"

افروز نے سنجیدگی سے کہا۔ "حالانکہ یہ اس کا موقع نہیں تھا۔"

"اوہ......!" حمید مسکرا کر بولا۔ "آپ اُن کی عادتوں سے واقف نہیں۔ اسی لئے ایسا کہہ رہی ہیں۔ بعض اوقات اُن کی زبان بڑی سفاک ہو جاتی ہے۔"

"مجھے بہلانے کی کوشش نہ کیجئے۔ خیر ہو گا ماریئے گولی۔ میرے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے کسی نہ کسی الجھن میں ہمیشہ مبتلا رہی ہوں۔"

"میں کس طرح آپ کی غلط فہمی رفع کروں؟" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "فریدی صاحب دودھ پیتے بچے نہیں ہیں۔ کیا انہوں نے آپ کو پھاٹک پر بے ہوش نہیں دیکھا تھا۔ کیا یہ آپ کی پیشانی کی چوٹ مصنوعی ہے؟"

"کیوں؟ کیا کوئی مجرم اپنا جرم چھپانے کے لئے یہ سب نہیں کر سکتا۔ ایک سراغ رساں یہ بھی تو سوچ سکتا ہے کہ میں نے خود ہی اپنا سر پھوڑ لیا ہو گا۔ محض اس لئے کہ اُس کا شبہ رفع ہو جائے۔"

"واللہ میں آپ سے نہیں جیت سکتا۔" حمید ہنس کر بولا "یقیناً آج کل آپ کا معدہ خراب ہے۔ خراب معدے سے اٹھنے والے ابخرات ذہن میں الجھن اور دوسروں کی طرف سے بے بنیاد شبہات پیدا کرتے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے یہی بات ہو۔" اُس نے آہستہ سے کہا۔

"ایک صاحب کا واقعہ یاد آ رہا ہے۔" حمید اپنے مخصوص لہجے میں بولا۔ وہ لہجہ جو وہ کوئی لطیفہ سنانے سے قبل اختیار کرتا تھا۔ "اُن کا معدہ خراب رہا کرتا تھا۔ معدے سے ابخرات اٹھ کر ذہن میں پہنچتے اور پھر سارا زمانہ انہیں اپنا دشمن معلوم ہونے لگتا۔ ایک رات انہیں نیند آ رہی تھی۔ ابخرات برابر اٹھ رہے تھے۔ اچانک اُن کا کتا بھونکنے لگا۔ وجہ خواہ کچھ رہی ہو لیکن اُس کی آواز پر یکا یک اُن کے دماغ نے قلابازی کھائی۔ وہ سوچنے لگے کہ جب ایک آدمی اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود بھی احسان فراموش ہو سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ کسی وقت جانور کا بھی دماغ نہ الٹ جائے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی رات اُن کا کتا ہی اُن کی گردن دبوچ بیٹھے۔ جب آدمی کا اعتبار نہیں تو کتے کا کیا بھروسہ۔ وہ تھوڑی دیر تک پڑے الجھتے رہے پھر اٹھے اور کتے کو گھر سے باہر نکال کر دروازہ بند کر لیا لیکن جیسے ہی کمرے میں جانے کے لئے مڑے کتا پیچھے کھڑا دکھائی دیا۔ اب تو سچ مچ اُن پر بدحواسی کا دورہ پڑ گیا۔ بھلا کتا دوبارہ اندر کیسے آ گیا۔ اگر وہ اٹھارہ فٹ

اونچی دیوار پھلانگ کر آیا ہے تب تو یقیناً اس کی نیت میں فتور ہے۔ بس پھر کیا تھا حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنا اور دوڑنا شروع کر دیا۔ نتیجے کے طور پر نہ صرف گھر کے دوسرے لوگ بلکہ اڑوس پڑوس والے بھی دوڑ پڑے۔ کافی اودھم رہی۔ بعد کو پتہ چلا کہ انہوں نے کتے کے دھوکے میں بکری کو باہر نکال دیا تھا۔ کتا شروع سے آخیر تک گھر ہی میں رہا تھا۔"

افروز ہنس پڑی۔

"واقعی حمید صاحب! خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کا آپ کا ہر وقت کا ساتھ ہو۔" اُس نے کہا۔

حمید کا وزن کئی پونڈ بڑھ گیا۔

"لیڈی......!"

"افروز......!" وہ احتجاجاً ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"لیکن مجھے مٹھائی زیادہ اچھی نہیں لگتی۔"

"یعنی......؟"

"اس نام پر زبان کی جڑ تک میٹھی ہو جائے گی۔"

"بنانے لگے۔" افروز نے اس انداز میں کہا کہ حمید کا دل دھڑکنے لگا اور وہ سوچنے لگا کہ کہیں "مخرب اخلاق" لٹریچر قسم کی کوئی حرکت نہ ہو جائے۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔" حمید کی آنکھیں نشیلی ہو گئیں۔

افروز کچھ کہنے ہی والی تھی کہ دفعتاً قریب ہی ایک فائر ہوا اور ٹھیک کمرے کی کھڑکی کے نیچے ہی ایک چیخ سنائی دی۔

افروز اچھل کر حمید پر آ گری۔ وہ بُری طرح کانپ رہی تھی۔ حمید اُسے مسہری پر ڈال کر کھڑکی کی طرف جھپٹا۔ دوسرا فائر ہوا اور گولی کھڑکی کے اوپر لگی۔ حمید کھڑکی بند کر کے دروازے کی طرف بھاگا۔

"کہاں جا رہے ہیں؟" افروز خوفزدہ آواز میں چیخی۔

"ڈرو نہیں۔" حمید نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

کوٹھی کے ملازمین بدحواسی میں عقبی پارک کی طرف دوڑے جا رہے تھے۔

پھر تھوڑی دیر کے بعد حمید نے افروز کی خواب گاہ کی کھڑکی کے نیچے ایک آدمی کو خاک و خون میں لتھڑا ہوا پایا۔ گولی ران میں لگی تھی۔ زخمی کے قریب ہی ایک ریوالور پڑا تھا۔ حمید نے اُسے رومال سے پکڑ کر اٹھایا۔ اُس میں سارے کارتوس موجود تھے۔ نال سے بارود کی بو بھی نہیں آ رہی تھی۔

کچھ دیر بعد افروز بھی وہاں پہنچ گئی۔

"کیا مر گیا......؟" وہ خوفزدہ آواز میں بولی۔

"نہیں بے ہوش ہے۔" حمید نے پرخیال انداز میں کہا اور آگے بڑھ کر دیوار پر کچھ دیکھنے لگا۔

"یا خدا...... یہ کیا مصیبت ہے۔" افروز نے کہا اور خود بھی گر پڑی۔ وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

حمید پھر پولیس کو فون کر رہا تھا۔

ایک چال

دوسرے دن انسپکٹر فریدی حمید سے کہہ رہا تھا۔

"ڈاملے حوالات سے فرار ہو گیا۔"

"کیا......؟" حمید آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ رات بھر جاگتے رہنے کی وجہ سے یوں بھی اُسکی آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں۔ ابھی تک جہانگیر پیلس والی فائرنگ کا معمہ بھی حل نہیں ہوا تھا۔ اُس پر اُسے یہ حیرت انگیز خبر سننی پڑی۔ کوتوالی کی مستحکم حوالات سے نکل بھاگنا آسان کام نہیں تھا۔

"یہ ناممکن ہے۔" وہ خود بخود بڑبڑایا۔

"ناممکن۔" فریدی اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "یہ لفظ نپولین کی ڈکشنری میں نہیں تھا۔"

حمید پھر سوچ میں پڑ گیا۔ حالانکہ ایسے موقع پر کسی سوچ میں پڑنا ہی فضول تھا مگر وہ اپنے اونگھتے ہوئے دماغ کو کیا کرتا جو کسی ایک خیال سے چمٹ کر سوجانا چاہتا تھا۔

''آخر کس طرح نکل گیا......؟'' اُس نے پوچھا۔

''جس طرح میں نے چاہا۔''

''آپ نے؟'' حمید کے اونگھتے ہوئے دماغ نے سنبھالا لیا۔

''ہاں...... میں نے۔'' فریدی پُرخیال انداز میں بولا۔ ''اُس سے کچھ اگلوالینا بہت مشکل کام تھا۔''

''یہ آپ کہہ رہے ہیں؟'' حمید کے لہجے میں تحیر تھا۔

''کیوں...... ظاہر ہے کہ میں اس سلسلے میں اپنے مخصوص طریقے نہیں اختیار کرسکتا تھا کیونکہ سول پولیس نے براہِ راست اُسے پکڑا تھا۔ اگر آدھے گھنٹے کے لئے بھی وہ میرا تہہ خانہ دیکھ لیتا تو اُسے حوالات سے فرار ہونے کا موقع ہی نہ دیا جاتا۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''تم تو سو رہے ہو۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''پچھلی رات ذرا خوشگوار تھی نا۔''

''پچھلی رات......؟'' حمید دانت پیس کر رہ گیا۔

''کیوں؟'' فریدی کی آنکھوں میں شرارت آمیز چمک تھی۔

''مجھے افسوس ہے کہ وہ بچ کر نکل گیا۔''

''کون......؟'' فریدی نے پوچھا۔

''وہی جس نے اُس پر گولی چلائی تھی۔''

''اچھا زخمی ہونے والا کون ہے؟'' فریدی نے پوچھا۔

''کوئی بھی ہو۔ مجھے اس سے غرض نہیں؟ آپ یہی کہیں گے نا کہ وہ انہیں مجرموں کا ساتھی ہے۔''

''قطعی...... وہ بھی ڈاملے کے ساتھیوں میں سے ایک ہے۔'' فریدی بولا۔

''لیکن اُس پر گولی چلائی کس نے؟''

''تم ابھی کہہ رہے تھے کہ تمہیں افسوس ہے کہ وہ بچ کر نکل گیا۔''

''اور اب بھی یہی کہتا ہوں۔''

''آخر کیوں؟''

''اس لئے کہ وہ بھی قانون کی گرفت میں آسکتا ہے۔'' حمید بولا۔

''خیر...... خیر......!'' فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ ''یہ بتاؤ کہ وہ ہاتھ میں ریوالور لئے اس کھڑکی کے نیچے کیا کررہا تھا؟''

''موت کا انتظار......!'' حمید نے کہا اور اٹھ کر ٹہلنے لگا۔

''اگر حملہ آور تمہیں مل جاتا تو کیا کرتے؟'' فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

''ہتھکڑیاں ڈال دیتا۔''

''اچھا......!'' فریدی نے مسکرا کر اپنے ہاتھ حمید کی طرف بڑھا دیئے۔

''کیا مطلب......؟'' حمید اُسے گھورنے لگا۔

''یہ غیر قانونی حرکت میں نے ہی کی تھی۔''

''آپ نے؟''

''ہاں اور اگر نہ کرتا تو تم اس وقت چار آدمیوں پر سوار نظر آتے۔''

''تو آپ بھی وہیں رہ گئے تھے؟''

''قطعی......!''

''آخر کیوں؟'' حمید نے پُرخیال انداز میں کہا۔ ''تو کیا افروز کا خیال درست ہے۔''

''کیسا خیال......؟''

''یہی کہ آپ اُس کی طرف سے مشکوک ہیں۔'' حمید نے کہا اور لیڈی جہانگیر کی ساری گفتگو دہرا دی۔

فریدی کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئی تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا۔

''لیکن آپ نے مجھے وہاں کیوں چھوڑ دیا تھا؟'' حمید نے پوچھا۔

''اوں......!'' فریدی چونک کر بولا۔ ''محض اس لئے کہ تم افروز کی حفاظت کرو اور میں تمہاری۔''

"لیکن آپ کے رویہ نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کردیا ہے کہ آپ حقیقتاً اُس کی طرز سے مشکوک ہیں۔"

"کیسا رویہ؟"

"اس سے پہلے آپ نے کبھی مجھے کسی عورت میں دلچسپی لینے پر مجبور نہیں کیا۔"

"اگر میں تمہیں اس پر مجبور نہ کرتا تو آج ہم ڈاملے کو پکڑ نہیں سکتے تھے۔ میں جانتا اُس عورت کے قریب رہ کر ہمیں مجرموں تک پہنچنے میں آسانی ہوگی۔ وہ آسانی سے اس کا چھوڑ دیتے۔"

حمید چند لمحے تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"ڈاملے کس طرح فرار ہوا......؟"

"چھوڑنے والے نے اُسے اس شرط پر چھوڑا ہے کہ وہ کسی طرح مجھے قتل کردے گا۔"

"آپ کو......؟" حمید چونک کر بولا۔

"ہاں......!" فریدی نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔ "ڈی۔ایس۔پی جمیل نے اُسے شرط پر چھوڑا ہے۔"

"ڈی۔ایس۔پی جمیل نے؟" حمید کی حیرت بڑھ گئی۔ کیونکہ ڈی۔ایس۔پی جمیل فریدی کے تعلقات بہت اچھے تھے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اُسے خیال آیا کہ کچھ فریدی کہہ چکا ہے کہ ڈاملے کو اُسی کی ایماء پر فرار کا موقع دیا گیا تھا۔

"واقعی تم جا کر سو رہو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "آج بہت کام کرنا ہے۔"

وہ کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "یہ محض اس لئے کیا گیا کہ اُسے اس رعایت پر جرم ہو۔ بہرحال اب میں یہ بتا سکتا ہوں کہ وہ اس وقت کہاں ہوگا۔ کیونکہ حوالات سے میرے آدمی اُس کی نگرانی کرتے رہے ہیں۔"

"لیکن آخر اتنا پیچیدہ راستہ اختیار کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" حمید نے پوچھا۔

"بہتر ہے کہ تم جا کر سو ہی رہو۔" فریدی اُس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ "ابھی کچھ میں نے تمہیں یہ بتایا تھا کہ پولیس اس سے کوئی کام کی بات معلوم نہ کرسکی۔ یہ بھی واضح

وہ اس گروہ کا سرغنہ نہیں ہے۔"

"کیوں؟ کیا اُسی گروہ کا ایک اور فرد بھی ہمارے قبضے میں نہیں ہے؟"

"وہ زخمی؟"

"ہاں...... یہ بات اُسی سے معلوم ہوئی ہے کہ لمبوترے چہرے والا جو گروہ میں ٹائیگر کے نام سے مشہور ہے گروہ کا سرغنہ نہیں۔ گروہ کے کسی فرد نے سرغنہ کو آج تک دیکھا ہی نہیں۔ انہیں بس احکامات ملتے رہتے ہیں اور یہ احکامات اُن کو لمبوترے چہرے والے یا ٹائیگر کے ذریعے ملتے ہیں۔"

"میں فی الحال تمہارے اس خیال کی تردید نہیں کرسکتا۔" فریدی بجھا ہوا سگار سلگا کر بولا۔

"ہوسکتا ہے کہ اُس نے مسٹر ڈاملے کا بہروپ اسی لئے بھرا ہو اور ہاں میں نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ گروہ والے اُسے مسٹر ڈاملے کی حیثیت سے نہیں جانتے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر حمید بولا۔

"کیا اُس نے پولیس کو کچھ بتایا ہی نہیں؟"

"بہت کچھ بتایا ہے۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن وہ بتانا ایسا ہی ہے جیسے تم کسی کو اپنا پیشہ ماہی گیری بتادو۔ اُس نے پولیس کو بتایا کہ وہ مسٹر ڈاملے کے بھیس میں اپنی بدصورتی چھپانا چاہتا تھا۔ اور بس...... اُس نے اس کا اقرار نہیں کیا کہ اُس کا تعلق کسی گروہ سے بھی ہے۔ لیڈی جہانگیر کے گھر میں ہونے والی لوٹ مار سے اُس نے خود کو قطعی بے تعلق ظاہر کیا ہے۔ اُس نے یہ بھی بتایا کہ اُس کے تعلقات سر جہانگیر عادل جی سے بہت اچھے تھے اور لیڈی جہانگیر اُسے سر جہانگیر کی زندگی ہی سے جانتی تھی۔ بہرحال اُس کے پورے بیان کا اختصار یہ ہے کہ اُس نے مسٹر ڈاملے کے بھیس میں کسی کو رتی برابر بھی نقصان نہیں پہنچایا۔ اُس میک اپ کا مقصد محض چہرے کی عیب پوشی تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ اگر کچھ دنوں تک اُس پر سختی کی جاتی تو وہ بہت کچھ اگل دیتا۔" حمید نے کہا۔

"ناممکن۔ میں اس کے ٹائپ سے اچھی طرح واقف ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اگر ایک بار

اُس کے سینے پر ریوالور کی نال بھی رکھ دی جاتی تو وہ کچھ نہ بتاتا۔"

"بہرحال......!" حمید منہ سکوڑ کر بولا۔ "اب اس اگلی ہوئی مکھی کو دوبارہ نگلنا پڑے گا۔"

"اور کل رات کو شاید تم ہاتھی نگل رہے تھے۔ اُس سے زیادہ کسی کیس میں بھی تمہیں عیاشی کا موقع نہ ملا ہوگا۔ کفرانِ عورت مت کرو پیارے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اس کیس کے دوران میں تم پر کروڑ جان سے عاشق بھی ہو جائے۔ عورت مال دار ہے۔ اُس کی دولت دوسری عیاشیوں کے کام آئے گی۔"

"یہ آپ کہہ رہے ہیں؟"

"ہاں ہاں...... میں کہہ رہا ہوں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اگر زبان کا اعتبار نہ ہو تو لکھ بھی دے سکتا ہوں۔"

"افروز کے متعلق آپ نے کیا رائے قائم کی ہے؟"

"بہت خوب صورت ہے۔"

"یہ تو میں بھی جانتا ہوں۔ اُس کے چال چلن کی متعلق......؟"

"چال تو قیامت ہے حمید صاحب لیکن لفظ چلن آج تک میری سمجھ میں نہ آ سکا۔ ورنہ اُس پر بھی روشنی ڈالتا۔ محاوروں سے میں عاجز ہوں۔ اب اگر آپ رکھ رکھاؤ کے متعلق بھی پوچھ بیٹھیں تو میں صرف رکھ اٹھاؤ کے بارے میں بتا سکوں گا۔ رکھ رکھاؤ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ یہی معاملہ چل چلاؤ کے ساتھ بھی پیش آ سکتا ہے۔ ویسے مٹر پلاؤ پر میں بحالت فاقہ بھی تقریر کر سکتا ہوں۔"

حمید سمجھ گیا کہ فریدی اب اس کے متعلق گفتگو کرنا نہیں چاہتا اور پھر اُسے یاد آیا کہ وہ اکثر بار اس سلسلے میں افروز کو بُرے الفاظ میں یاد کر چکا ہے۔

"اُس زخمی نے لاشوں کے متعلق کیا بتایا؟" حمید نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"یہی کہ وہ سرغنہ کے احکامات کے مطابق مختلف مقامات سے اٹھا کر ادھر اُدھر ڈالی گئی تھیں۔ اس کا مقصد کیا تھا یہ آج تک گروہ کے کسی فرد کو نہ معلوم ہوسکا۔"

فریدی تھوڑی دیر تک کمرے میں ٹہلتا رہا۔ پھر حمید کی طرف مڑ کر بولا۔ "جاؤ اب سو رہو۔ مجھے بھی تھوڑا بہت سونا ہے۔ میں بھی پچھلی رات جاگتا ہی رہا ہوں۔"

"کل رات کتنی لڑکیاں......!"

"تم پر مرتے مرتے بچیں۔" فریدی نے اُس کا جملہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ "اب تم سچ مچ جا کر سو رہو ورنہ تھوڑی بعد ہی دیر ناک پر انگلی رکھ کر گفتگو کرنے لگو گے۔"

حمید نے ایک آنکھ دبا کر جماہی لی اور اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

پھر چار بجے شام سے پہلے اُس کے خراٹے نہیں رکے اور جب وہ سو کر اٹھا تو اُس نے فریدی کو اُسی کمرے میں پایا جہاں وہ اُسے چھوڑ گیا تھا۔

ایش ٹرے میں سگاروں کے کئی جلے ہوئے ٹکڑے نظر آئے۔

"آپ نہیں سوئے؟" حمید نے پوچھا۔

"نہیں...... تمہارے جانے کے بعد میں نے فرض کر لیا تھا کہ پچھلی رات کو میں جی بھر کے سو چکا ہوں۔"

"بہت خوب......!" حمید ہنس پڑا۔ "اگر کسی دن آپ نے میزوں کرسیوں کو مجرم اور کسی کتے کو گھوڑا فرض کر لیا تو پڑوس کے بچوں کو بڑی خوشی ہوگی۔"

"جب میں نے تم جیسے گدھے کو آدمی فرض کر لیا ہے تو اب مجھے کسی بات میں کوئی ہچکچاہٹ نہ محسوس ہونی چاہئے۔"

"کاش آپ نے مجھے گدھا فرض کیا ہوتا۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"خیر اگر کام چوری کا موڈ ہو تو میں یوں بھی تمہیں مجبور نہ کروں گا۔"

"پھر آپ نے بات پلٹ دی۔ میں نے یہ تو نہیں کہا۔"

"خیر...... خیر...... جلدی کرو۔ ناشتہ بھی غالباً تیار ہوگا۔ اُس کے بعد ابھی میک اپ بھی کرنا ہے۔"

"میک اپ......؟" حمید ہکلا کر رہ گیا۔

اور پھر چھ بجے کے قریب وہ دونوں کیڈیلاک پر سڑکیں ناپ رہے تھے۔

فریدی ایک ادھیڑ عمر کے پروقار آدمی کے بھیس میں تھا اور حمید اپنے میک اپ میں شرم سے کٹا جا رہا تھا۔ اگر بات میک اپ ہی پر ختم ہو جاتی تو خیر لیکن یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور تھا۔

فریدی نے اُسے پندرہ سولہ سال کا ایک نوخیز لڑکا بنا دیا تھا جس کے اوپری ہونٹ پر ہلکی ہلکی روئیدگی تھی۔ فریدی اس کی طرف دیکھ کر بار بار اپنی بائیں آنکھ دبا دیتا تھا۔

"اس پیشے پر سو بار لعنت......!" حمید بڑبڑایا۔

"ڈرو نہیں تمہیں پیشے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔" حمید جھنجھلا گیا۔

فریدی نے پھر مسکرا کر اپنی بائیں آنکھ دبا دی۔

"آخر ہم جائیں گے کہاں؟" حمید نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"ظاہر ہے کہ جہنم میں......!" فریدی ہنس پڑا۔

"میں بگاڑتا ہوں میک اپ......!" حمید نے دھمکی دی۔

"میرا کیا ہوا میک اپ ہے بیٹے خاں...... کسی فلم یا ڈرامے کا میک اپ نہیں۔ اسے بگاڑنے کے لئے تمہیں کافی مقدار میں ایمونیا صرف کرنی پڑے گی۔"

حمید کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ اس وقت اُسے سچ مچ اپنی بے بسی پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ اُسے غصہ اس بات پر تھا کہ فریدی نے اسے اپنے پروگرام کے متعلق بتایا کیوں نہیں۔ لیکن یہ بھی کوئی نئی بات نہ تھی۔ وہ ایسے مواقع پر عموماً یہی کرتا تھا۔ اس لئے مجبوراً حمید نے اپنی بوٹیاں نوچنے کا ارادہ بھی ملتوی کر دیا۔

کیڈی لاک ایک ویران سڑک پر جا رہی تھی۔ شہر کافی پیچھے رہ گیا تھا۔ اندھیرا پھیل رہا تھا۔ دفعتاً فریدی نے کیڈی ایک دوسری سڑک پر موڑ دی۔ حمید بدستور خیالات میں ڈوبا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کار کے رکتے ہی چونک پڑا۔

کار نیاگرا ہوٹل کے گیراج کے سامنے رکی تھی۔ شمالی سرے پر بیٹھے ہوئے واچ مین نے ایک خالی حصے کے برقی نمبر روشن کر دیئے۔ کیڈی کا انجن بند نہیں کیا گیا تھا۔ فریدی نے کار اندر لگا دی اور انجن بند کر کے نیچے اُتر آیا۔ پھر وہ ہوٹل کی عمارت کی طرف بڑھے جو آبادی سے بہت دور ویرانے میں اپنی مخصوص قسم کی رنگ رلیوں کے لئے مشہور تھی۔ یہاں کے اخراجات اتنے زیادہ تھے کہ صرف دولت مند ہی طبقہ اُن کا متحمل ہو سکتا تھا۔ عام لوگ تو بے چارے ٹھنڈی

سانسیں ہی بھر کر رہ جاتے تھے۔ یا پھر یونہی دوستوں پر رعب ڈالنے کے لئے اکثر کوئی ایسا کارنامہ دہراتے جو نیاگرا ہوٹل سے متعلق ہوتا۔ ویسے اگر اُن سے وہاں کی تنظیم نشست ہی کے متعلق سوال کیا جاتا تو وہ صرف منہ دیکھ کر رہ جاتے یا پھر بات ہی اڑا دیتے۔

فریدی اور حمید اندر داخل ہوئے۔ ہال میں ایک اطالوی رقاصہ آرکسٹرا پر ناچ رہی تھی اور ساری میزیں بھری ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ فریدی نے رک کر چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور پھر مایوسانہ انداز میں آمد و رفت کے دروازے کی طرف لوٹ پڑا۔ حمید خاموشی سے اُس کی تقلید کرتا رہا۔

ایک آدمی ان کا تعاقب کر رہا تھا۔ حمید کو تو حقیقتاً اس کی خبر نہیں تھی ویسے فریدی کے انداز سے بھی یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اس سے لاعلم ہے۔ حمید سمجھا تھا کہ اب فریدی گیراج سے کار نکالے گا لیکن وہ پارک میں آ بیٹھا۔ بیٹھتے وقت اُس نے آہستہ سے حمید کے کان میں کہا۔

"تمہارا نام عارف ہے اور تم نیشنل کالج کے طالب علم ہو...... کیا سمجھے۔"

چیختی چٹانیں

حمید پر پھر بوکھلاہٹ کا دورہ پڑ گیا لیکن قبل اس کے کہ وہ کچھ کہتا فریدی اٹھتا ہوا اونچی آواز میں بولا۔

"اچھا تو میاں عارف پھر ملاقات ہوگی۔"

اُس کی آواز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ دمے کا مریض ہو۔ پھر وہ لمبے لمبے قدم بڑھاتا ہوا پارک سے نکل گیا۔

حمید نے بنچ کی پشت سے ٹک کر اپنے مقدر کو دو تین ناقابل فہم گالیاں دیں اور جیب میں

سگریٹ کا پیکٹ ٹٹولنے لگا۔

فریدی نے اسے سمجھا دیا تھا کہ وہ اس میک اپ کے دوران میں پائپ کی بجائے سگریٹ پئے گا۔

یہاں تک تو سارے معاملات اُس کی سمجھ میں بخوبی آ گئے تھے لیکن اس صورت میں پیش آنے والے حادثات سے وہ قطعی بے خبر تھا۔ آنے والے لمحات میں کیا کرنا تھا۔ خصوصاً یہ تو ایک ایسا سوال تھا جس کا کوئی جواب اُس کا ذہن تلاش نہ کرسکا۔

فریدی جا چکا تھا اور اُسے وہاں بیٹھنا تھا مگر کب تک؟ کس لئے؟ مقصد تو صاف ظاہر تھا لیکن حصول مقصد کا طریقہ تاریکی میں تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ایسے موقع پر تو فریدی کو کچھ نہ کچھ ضرور بتانا چاہئے تھا۔ آخر وہ اسے کچھ بتائے بغیر کیوں چلا گیا؟ اُس کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ جلدی میں ہو اور اپنے لئے تو حمید کے ذہن میں ایک بڑی مناسب تشبیہہ گونج رہی تھی۔ وہ خود کو ایک ایسا بکرا تصور کر رہا تھا جسے شیر کے شکار کے لئے باندھا گیا ہو۔

حمید نے سگریٹ نکالا اور اسے ہونٹوں میں دبا کر کچھ دیر یونہی بیٹھا رہا پھر اُسے سلگا کر لائیٹر جیب میں رکھنے ہی جا رہا تھا کہ بائیں طرف سے ایک آدمی اپنے ہونٹوں میں سگریٹ دبائے اُس کی سمت جھکتا ہوا بولا۔

''تکلیف تو ہوگی۔''

حمید نے اُس پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور اُس کا سگریٹ سلگا دیا۔

وہ سیدھا کھڑا ہو کر آہستہ سے بولا۔ ''شکریہ۔''

حمید نے اُسے نیچے سے اوپر تک دیکھا اور لائیٹر جیب میں ڈال کر ایک طرف سرک گیا۔

''اب بھلا بتائیے۔'' وہ بیٹھتا ہوا بڑبڑایا۔ ''اتنی دور سے آئے تھے تفریح کے لئے لیکن اندر کوئی میز ہی خالی نہیں۔''

''ہم بھی رجسٹریشن کروانا بھول گئے تھے۔'' حمید نے کہا۔ ''یہاں بغیر اس کے کام نہیں چلتا۔''

''یقیناً یہی بات ہوگی۔'' اجنبی آہستہ سے بولا۔ ''میں نے ڈائرکٹری میں اس ہوٹل کا نام دیکھا۔ میں نے سوچا پرسکون اور عمدہ جگہ ہوگی۔''

''تو آپ یہاں نو وارد ہیں؟'' حمید نے پوچھا۔

''جی ہاں......!'' اجنبی بولا۔ ''تعجب ہے کہ یہ لوگ اس پارک کو بھی کیوں نہیں استعمال کرتے۔''

''یہ صرف گارڈن پارٹیز کے لئے مخصوص ہے۔'' حمید بولا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر بولا۔

''آپ شاید اسٹوڈنٹ ہیں۔''

''جی ہاں......!''

''کس ایئر کے؟''

''فورتھ ایئر۔''

اجنبی نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور ختم ہوتے ہوئے سگریٹ سے دوسرا سلگانے لگا۔

یہ ایک ڈھلتی ہوئی عمر کا تندرست آدمی تھا۔ خدوخال بتا رہے تھے کہ جوانی میں کافی حسین اور پرکشش رہا ہوگا اور اُس کے پروقار چہرے پر کبھی ایک شوخ سی مسکراہٹ ہوتی رہی ہوگی۔ آنکھیں شرارت آمیز چمک سے محروم نہ رہی ہوں گی۔

''آپ مجھے کسی اچھے خاندان کے چشم و چراغ معلوم ہوتے ہیں۔'' اجنبی تھوڑی دیر بعد بولا اور حمید کی اچھلنے والی زبان کسی طرح قابو میں نہ رہ سکی۔

''نہ میں چشم ہوں اور نہ چراغ۔'' وہ مسکرا کر بولا۔ ''مجھے عارف کہتے ہیں۔''

''آپ کافی زندہ دل معلوم ہوتے ہیں۔'' اجنبی ہنسنے لگا۔ ''یہ عمر ہی ایسی ہوتی ہے...... کبھی میں بھی......!''

''میں بھی بڑھاپے میں یہی کہوں گا۔'' حمید نے اُس کی بات کاٹ دی۔

اجنبی ہنس کر خاموش ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ''حیرت ہے کہ آپ ایسی دلچسپ جگہ تنہا آئے ہیں۔''

''والد صاحب کو ساتھ لانے کا ارادہ تھا مگر انہیں ٹافیاں خریدنی تھیں۔ اس لئے انہوں نے چچا جان کو ساتھ کر دیا تھا۔ لیکن وہ بھی چلے گئے۔'' اجنبی نے قہقہہ لگایا۔

"میرا مطلب یہ تھا کہ نوجوان لوگ ایسی جگہوں پر کسی عمدہ قسم کے پارٹنر کے بغیر نہیں جاتے۔"

"سمجھا......!" حمید سر ہلا کر بولا۔ "لیکن میرے ساتھ یہ ایک بہت بڑی ٹریجڈی ہے کہ لڑکیاں مجھے منہ نہیں لگاتیں۔"

"آپ کو......!" اجنبی کے لہجے میں حیرت تھی۔ "شاید آپ مذاق کر رہے ہیں۔"

"میں حقیقت عرض کر رہا ہوں۔"

"نہیں مان سکتا۔" اجنبی مسکرا کر بولا۔ "آپ نے خود ہی انہیں منہ لگانا مناسب نہ سمجھا ہوگا۔"

"اب میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں۔" حمید نے کہا۔ اُس کے کان کچھ کچھ کھڑے ہونے شروع ہو گئے تھے۔ "میں نے کئی بار لڑکیوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی لیکن کسی نے نوٹس تک نہ لیا۔"

"میں کس طرح یقین کر لوں!" اجنبی اُسے گھورتا ہوا بولا۔ "آپ جیسے نوجوان کو الٹرا موڈرن لڑکیاں پوجتی ہیں۔"

"میں شاید آپ کو یقین نہ دلا سکوں۔" حمید نے دوسرا سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

"اگر میں نے ثابت کر دیا تو......؟" اجنبی مسکرا کر بولا۔

"تو میں عمر بھر آپ کا احسان مند رہوں گا۔" حمید نے قہقہہ لگایا۔

"میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔" اجنبی نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں ثابت کر سکتا ہوں یا تو آپ بن رہے ہیں یا پھر اپنی صحیح قدر و قیمت سے خود واقف نہیں۔"

حمید نے اُسے گھور کر دیکھا اور وہ بے اختیار مسکرا پڑا۔

"میں آپ کو کئی لڑکیوں سے ملاؤں گا۔" اجنبی پھر بولا۔ "اس کے بعد مجھے آپ کو سات سلام کرنے کا موقع ضرور ملے گا۔"

"لڑکیوں سے......!" حمید نے آہستہ سے دہرایا۔

"جی ہاں......! اٹھارہ وکٹوریہ روڈ میں میرا قیام ہے۔ اگر آپ کل شام کو وہاں آ سکیں تو میں اپنے دعوے کو پایہ ثبوت تک پہنچا دوں گا۔"

"میں ضرور آؤں گا۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "ورنہ ممکن ہے کہ میں احساس کمتری کا شکار ہو کر مر ہی جاؤں۔"

"لیکن میاں صاحبزادے۔" وہ حمید کے کاندھے پر انتہائی بے تکلفی سے ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔ "آپ حدود سے آگے نہیں بڑھیں گے۔"

"کس قسم کی حدود......؟" حمید نے معصومیت سے پوچھا۔

"مجھے احمق نہ بنائیے۔" اجنبی نے مسکرا کر کہا۔ "آپ اس سے زیادہ سمجھ دار ہیں جتنا میں آپ کی عمر میں تھا۔"

"میں سمجھ دار تو ہوں لیکن یقین مانئے میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

اس پراسرار اجنبی نے ہنس کر ایک ایسا اشارہ کیا کہ حمید کی ریڑھ کی ہڈی میں کلبلاہٹ ہونے لگی۔

"ارے......نہیں......ہی ہی ہی۔" حمید مصنوعی قسم کے شرمیلے انداز میں ہنسنے لگا۔

"آپ رہتے کہاں ہیں؟"

"پرنس ہوٹل میں۔"

اجنبی تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ کے ساتھ ایک اور صاحب بھی تھے؟"

"اوہ......وہ...... پروفیسر عمران...... ہاں تھے تو؟" حمید اُس کی طرف استفہامیہ انداز میں دیکھنے لگا۔

"کچھ نہیں......میں نے یونہی پوچھا تھا۔"

"بڑے دلچسپ آدمی ہیں۔" حمید نے قہقہہ لگایا۔ "یہاں ساری میزیں بھری دیکھ کر الٹے پاؤں واپس گئے۔ کچھ تعجب نہیں کہ اپنی ذاتی میز اور کرسی لے کر واپس آ رہے ہوں۔"

"واقعی......؟"

"فلسفے کے پروفیسر ہیں نا! ایک دن الٹے جوتے پہن کر جوتے والوں پر برس رہے تھے کہنے لگے عجب سور ہوتے ہیں یہ جوتے والے بھی۔ کم بخت ایسے جوتے بناتے ہیں جو کبھی تنگ

اور کبھی ڈھیلے۔''

اجنبی نے قہقہہ لگایا۔

''اور سنئے! ایک صبح اپنے بنگلے سے کالج جانے کے لئے تیار ہو کر نکلے۔ نہ جانے کہاں سے ایک گدھا آ نکلا تھا اور ٹھیک اسی جگہ آ کر کھڑا ہو گیا تھا جہاں انہیں اپنی موٹر سائیکل ملتی تھی۔ اُس دن اتفاق سے نوکر موٹر سائیکل نکالنا بھول گیا تھا۔ آپ بے خیالی میں گدھے پر چڑھ بیٹھے اور لگے زمین پر پاؤں مارنے۔ کسی نے پوچھا یہ کیا۔ کہنے لگے کم بخت اسٹارٹ ہی نہیں ہوتی۔''

اجنبی کے قہقہے برابر گونج رہے تھے۔

''خدا کی قسم آپ بہت زندہ دل آدمی ہیں۔ میں مان نہیں سکتا کہ لڑکیاں آپ کو لفٹ نہیں دیتیں۔''

''آپ کو ماننا پڑے گا۔'' حمید دفعتاً بگڑ کر بولا۔

اجنبی حیرت سے اُس کا منہ دیکھنے لگا۔

''آپ مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں؟''

''ارے نہیں صاحب۔'' اجنبی پرے کھسکتا ہوا بولا۔

''میں کل ضرور آؤں گا لیکن اگر مجھے شرمندگی ہوئی تو......!''

''میرا سر اڑا دیجئے گا۔'' اجنبی مسکرا کر بولا۔

''آپ نے میری بات کا بُرا تو نہیں مانا؟'' حمید نے تھوڑی دیر بعد نرم لہجے میں کہا۔

''نہیں قطعی نہیں......!''

''میں بہت بدنصیب آدمی ہوں۔'' حمید نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ پھر باقاعدہ اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

''ارے ارے...... آپ رو کیوں رہے ہیں۔'' اجنبی گھبرا کر بولا۔

''کچھ نہیں کوئی بات نہیں۔'' حمید اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ''میں کل آپ سے ضرور ملوں گا۔''

''لیکن ٹھہرئیے تو آپ رو کیوں رہے ہیں؟'' اجنبی کہتا ہی رہا لیکن حمید چل پڑا۔ اس کے آنسو ابھی تک جاری تھے اور وہ دل ہی دل میں فریدی کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا۔ اُس نے رومال سے آنکھیں خشک کرنی چاہیں لیکن بے سود۔ آنکھوں میں بدستور جلن ہوتی رہی اور پانی بہتا رہا۔

فریدی نے میک اپ کے سلسلے میں نہ جانے کون سی چیز استعمال کی تھی جسے حمید کی لاپروائی نے آنکھوں تک پہنچا دیا تھا اور آنکھیں تھیں کہ برابر بہے جا رہی تھیں۔ وہ بدقت تمام گیراج تک پہنچا۔ فریدی کی کیڈی لاک ابھی تک وہیں کھڑی تھی۔ حمید نے آنکھیں خشک کر کے چاروں طرف دیکھا لیکن فریدی کہیں نہ دکھائی دیا۔

اس نے چپ چاپ کار گیراج سے نکالی اور اُسے سڑک پر لے آیا۔ پھر وہ دل ہی دل میں یہ سوچ کر خوش ہونے لگا کہ کیڈی کی عدم موجودگی میں فریدی کو کافی دھکے کھانے پڑیں گے کیونکہ یہاں پر ٹیکسیاں نہیں ملتی تھیں۔ یہاں ایسے لوگ شاذونادر ہی آتے تھے جنہیں کرائے کی سواریاں کرنی پڑیں۔

خاصی تاریکی چھا گئی تھی۔ سڑک سنسان تھی لیکن نہ جانے کیوں حمید کیڈی کو آہستہ آہستہ چلا رہا تھا۔ آگے چل کر اُسے کار روک دینی پڑی کیونکہ تھوڑی دور پر ایک آدمی اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا۔ جب ہیڈ لائیٹس کی روشنی اُس کے چہرے پر پڑی تو حمید نے اُسے پہچانا...... یہ فریدی تھا۔

''چوٹ دینا چاہتے تھے۔'' وہ اُس کے برابر بیٹھتا ہوا بولا۔ ''ادھر کھسکو......!''

فریدی نے حمید کو ہٹا کر اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ کیڈی پھر چل پڑی۔

''چلو معاف کر دیا۔'' فریدی نے کہا۔ ''کیونکہ اس وقت تم نے اپنا پارٹ بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے۔''

''جناب......!'' حمید ہونٹ پھیلا کر بولا۔ ''آخر آپ مجھے کب تک بندروں کی طرح نچائیے گا۔ جہنم میں گیا یہ پارٹ وارٹ...... میری آنکھیں۔''

''انہیں آنکھوں کی بدولت وہ تمہیں عرصے تک یاد رکھے گا۔''

''اس تضیع اوقات کا مقصد کیا تھا......؟''

''اگر تم مقصد بھی نہیں سمجھ سکے تو تم پر گدھوں کی پھٹکار۔''

''فرض کیجئے کہ میں سچ مچ قربانی کا بکرا ہی ثابت ہوا تو؟''

''خیر اُس کی خوشی ہے کہ مقصد تمہاری سمجھ میں آ گیا۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''ہاں اگر واقعی تم مارے ہی گئے تو کسی نہ کسی طرح صبر کرلوں گا۔''

''بس؟ گویا میں......!''

''آگے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ تمہارے مرنے سے دنیا کوئی کمی محسوس نہ کرے گی کا
کوئی دوسرا حمید پیدا ہو جائے گا۔''

''لیکن جنہوں نے اس حمید کو پیدا کیا ہے اُن کا کیا حشر ہوگا......؟''

''میں انہیں بھی صبر ہی کا مشورہ دوں گا۔''

حمید نے فریدی کو گھور کر دیکھا۔ وہ حد درجہ سنجیدہ نظر آرہا تھا۔

''تو کیا سچ مچ آپ مجھے کسی خطرے میں جھونک رہے ہیں؟''

''ہاں...... ہاں...... ہاں......!'' فریدی نے جھٹکے دار آواز میں کہا اور دفعتاً کار روک
اور انجن بند کر کے نیچے اُتر گیا۔

''میرا انتظار کرو۔''

پھر وہ تاریکی میں غائب ہوگیا۔ کچھ دور تک قدموں کی آوازیں سنائی دیتی رہیں پھر
نے ایک سگریٹ سلگایا اور سیٹ سے ٹک گیا۔ اُسے اس وقت وہ ساری لاشیں یاد آرہی تھ
جنہیں دیکھ کر اُس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے تھے۔ پھر اس کا ذہن اُس اجنبی کی طرف مڑ گیا
سے کچھ دیر قبل اُس نے باتیں کی تھیں اور وہ باتیں...... کیا وہ کسی نوجوان کو پھانسنے کے
ناکافی تھیں۔ خوبصورت لڑکیوں کا لالچ۔ کیا وہ سب بے چارے اسی لالچ میں مارے گئے
حمید کو فریدی کا یہ سوال یاد آگیا کہ وہ کون سی ایسی چیز تھی جو اُن لڑکوں کو کافی رات گئے تک
سے باہر روکے رکھتی تھی۔ خوب صورت لڑکیاں...... اُس کے جسم میں ایک سرد سی لہر دوڑ گ
بوڑھے اجنبی کا شفقت آثار چہرہ بھیڑیئے کی شکل میں تبدیل ہو کر اُس کی آنکھوں کے سا
آگیا۔

حمید خائف نہیں تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر واقعی کبھی ایسا موقع آیا تو وہ خود اُس کی بو
اڑا دے گا۔ الجھن دراصل اس بات کی تھی کہ فریدی اُس کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر
اندھیرے میں دھکیل رہا تھا۔ اُس نے ایسا پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔ اُس کے لئے یہ چیز بھی تحیر خ

کہ اس کیس میں اتنے دن لگ گئے تھے اور ابھی تک کوئی خاص نتیجہ برآمد نہیں ہوا تھا۔ فریدی
محض اپنی طبع رسا اور پھرتیلے پن ہی کے لئے مشہور تھا ورنہ محکمے میں مکھیاں مارنے والے تو
بہتیرے پڑے ہوئے تھے۔ اس دوران میں کئی بار افسران بالا کی طرف سے یاد دہانی بھی کی
جا چکی تھی اور یہ اس کی یاد داشت میں پہلا موقع تھا۔ ورنہ اس سے قبل افسران بالا کو کبھی اس کی
ضرورت نہیں پیش آئی تھی۔ حمید سناٹے میں جھینگروں کی جھائیں جھائیں سنتا رہا۔ اُسے آج شام
افروز سے ملنا تھا مگر نہ مل سکا۔ وہ اُس کے لئے ہمدردی کی بے پناہ جذبات رکھتا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ زیادہ خوبصورت عورت کی بہرحال مٹی پلید ہو جاتی ہے۔ چاہے وہ غریب
ہو چاہے دولت مند۔ کچھ نہیں تو لوگ اُس کے لئے گندے خیالات ہی رکھتے ہیں۔ زیادہ پر جوش
اور بے باک قسم کے آدمی تو دانت پر دانت جما کر اُن کا اظہار بھی کر دیتے ہیں اور کچھ اس انداز
میں جیسے انہوں نے زبان نہیں ہلائی بلکہ اپنے ارادے کو عملی جامہ ہی پہنا ڈالا۔ حمید اونگھنے لگا۔
لیکن اس کا نیم غنودہ ذہن اب بھی سوچے جا رہا تھا۔ حکومت کو چاہئے کہ اس کی روک تھام
کرے۔ خوبصورت عورتوں کو کہیں اور بھیج دے...... کہیں اور...... جہاں فرشتے بستے ہوں یا پھر
فریدی جیسے لوگ ہوں۔ فریدی کے خیال پر اونگھتے ہوئے ذہن نے قلابازی کھائی اور نیند کے
دھندلکوں میں اُسے فرشتے ہی فرشتے نظر آنے لگے۔ پھر ایک فرشتے نے اُس کے سر پر چپت
رسید کر دی۔

حمید چونک پڑا۔

''زندہ ہو یا مر گئے؟'' فریدی نے اُس کے سر پر دوسری چپت رسید کرتے ہوئے کہا۔

''مر گیا......!'' حمید نے جھلا کر کہا اور سیدھا ہوگیا۔

فریدی نے کار اسٹارٹ کر دی اور حمید نے محسوس کیا کہ اُس کی رفتار بہت تیز تھی۔

''کیا اولے پڑنے والے ہیں؟'' اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''نہیں...... ممکن ہے یہ قصہ اسی وقت ختم ہو جائے۔'' فریدی بولا۔

اچانک حمید کی نیند غائب ہوگئی اور وہ فریدی کو گھورنے لگا۔

''کچھ ہی دیر پہلے ایک گاڑی جھریالی کی طرف گئی ہے۔'' فریدی پھر بولا۔ ''اس کی روانگی

نیاگرا ہوٹل سے ہوئی تھی اور اُس میں ایک لڑکا بھی تھا۔ گاڑی ڈرائیو کرنے والے کی شکل دیکھی جاسکی۔''

''آپ گئے کہاں تھے؟'' حمید نے پوچھا۔

''قریب ہی۔'' فریدی نے کہا۔ ''سرجنٹ رمیش سے اطلاعات لینے۔ وہ جھریالی کی ط جانے والی گاڑیوں کی نگرانی کررہا ہے۔ میں نے اس کا انتظام جھریالی والے حادثے کے بع کرلیا تھا۔''

''تو کیا اب آپ ہر اس گاڑی کے پیچھے دوڑ لگایئے گا جس پر کوئی خوبصورت لڑکا ہو؟''

''نہیں فرزند...... نیاگرا ہوٹل اُن کا خاص مرکز ہے۔'' فریدی نے کہا۔ ''یہ بات ڈا رہائی کے بعد ہی معلوم ہوئی ہے۔ ورنہ میں غیب داں تھا کہ یہاں دوڑا چلا آتا۔''

''تو کیا وہ ڈالے ہی تھا جس سے میں نے باتیں کی تھیں۔''

''نہیں...... وہ اُسی گروہ کا کوئی اور آدمی تھا۔''

حمید تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ ''کیا یہ ضروری ہے کہ اُس گاڑی پر وہی مجرم ہ

''پھر بھی دیکھ لینے میں کیا حرج ہے۔ یہ کسی جاسوسی ناول کا پلاٹ تو ہے نہیں کہ مجرم بندھے ٹکے اصولوں کے تحت ہاتھ آجائے اور نہ میں شرلاک ہومز ہوں۔ سمجھے۔''

حمید پھر کچھ نہیں بولا۔ وہ جانتا تھا کہ فریدی کو قائل کرنا آسان کام نہیں۔ دلائل ا صرف خاموش کرسکتے تھے لیکن کام سے روک دینا دلائل تو کیا حقائق کے بس کا بھی روگ نہیں

کیڈی لاک سنسان سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی۔ حمید پھر اونگھنے لگا۔ اُسے خبر نہ ہوئی ک وقت گذر گیا۔ اگر کار ایک جھٹکے کے ساتھ نہ رکتی تو شاید وہ سوتا ہی رہتا۔ فریدی نے کار روک ہیڈ لائیٹس بجھادی تھیں۔ حمید اندھیرے میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ اُسے نہ وقت کا احساس اور نہ مقام کا۔

''وہ روشنی دیکھ رہے ہو؟'' فریدی نے ایک طرف اشارہ کیا۔ کچھ دور پر ہلکی سرخ رنگ روشنی دکھائی دی اور کچھ دھواں بھی۔

''ہاں...... کیا ہم کسی گاؤں میں ہیں؟'' حمید نے پوچھا۔

''نہیں...... یہ جھریالی کی غیر آباد پہاڑیاں ہیں۔ کیا تمہیں وہ چٹانیں نہیں دکھائی دیتیں ں روشنی نظر آرہی ہے۔''

''چٹانیں؟'' حمید نے پھر آنکھیں پھاڑ دیں۔ پہلے وہ انہیں چھوٹے چھوٹے مکانوں کی ں سمجھا تھا۔

''یہاں اس وقت روشنی کا کیا کام......!'' فریدی آہستہ سے بڑبڑایا اور کیڈی سے اُتر گیا۔ نے بھی اُس کی تقلید کی۔ پھر وہ پہاڑیوں کی طرف بڑھنے لگے۔ سیاہ رات سائیں تھی اور اُن کے قدموں کی آواز دور دور تک گونج رہی تھی...... دفعتاً انہوں نے ایک چیخ پھر دوسری جیسے وہ ختم ہونے سے پہلے ہی دہرا دی گئی ہو۔ ایسا معلوم ہوا جیسے نیم روشن چیخ رہی ہوں۔ حمید کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک ٹھنڈی سی لہر دوڑ گئی۔ فریدی نے آواز کی دوڑنا شروع کردیا۔ حمید کئی جگہ ٹھوکریں کھا کر گرتے گرتے بچا۔ فریدی ایک چٹان سے چٹان پر جست لگاتا پھر رہا تھا مگر چیختی ہوئی چٹانیں اب بھی کافی بلندی پر تھیں۔ دفعتاً ں آنی بند ہوگئیں لیکن روشنی ابھی تک دکھائی دے رہی تھی۔

بدقت تمام وہ دونوں اُن چٹانوں تک پہنچے۔ پھر انہیں ایک عبرت ناک منظر سے دوچار ہونا پڑا۔ ایک نوجوان لڑکے کی برہنہ لاش پڑی تھی اور اُس کے قریب لکڑیوں کا ایک ڈھیر جل رہا یہ لاش بھی پچھلی لاشوں سے مختلف نہیں تھی۔ اُس کے جسم پر بھی نوچنے کھسوٹنے کے نشانات رگردن کسی چھری سے ریتی گئی تھی۔ کٹی ہوئی گردن سے خون کا فوارہ جاری تھا۔

''تم یہیں ٹھہرو......!'' فریدی نے حمید کی طرف ایک ریوالور اچھالتے ہوئے کہا اور طرف اتر گیا۔ حمید نے ریوالور ہاتھوں پر روک لیا۔ اُس کا منہ خشک ہوا جارہا تھا اور سانسیں یں رک رہی تھیں۔ پھر وہ روشنی سے ہٹ کر دو چٹانوں کی اوٹ میں ہوگیا۔ رات اپنے سیاہ ے کھولے وقت کا تعاقب کررہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد فریدی لوٹ آیا۔ اُس کا چہرہ اُترا ہوا تھا۔ حمید نے مستفسرانہ نظروں سے دیکھا۔

''ہم دیر میں پہنچے۔'' اُس نے آہستہ سے کہا اور لاش کی طرف دیکھنے لگا۔

پھر وہ تیزی سے اُس پر جھکا۔ تھوڑی دیر تک اُسی حالت میں رہا پھر سیدھا
اندھیرے میں گھورنے لگا۔

بہت دور جنگل میں کسی موٹر کی ہیڈ لائیٹس کی روشنی دکھائی دی اور پھر اندھیرا ہو گیا
رات کا سناٹا اور گہرا معلوم ہونے لگا۔ ایک لاش ...... سلگتی ہوئی لکڑیاں اور
بظاہر بے بس نظر آ رہے تھے دھندلی روشنی میں اُن کے سائے کپکپا رہے تھے۔

حیرت

دوسری صبح فریدی بہت زیادہ مشغول تھا۔ لاش ہی کے ساتھ اُس نے کئی اور چیز
پہاڑیوں میں دریافت کی تھیں جن پر وہ غور کر رہا تھا لیکن وہ چھری نہیں مل سکی جس سے
مقتول کو ختم کیا تھا۔ اُس لاش کے وارثوں کا پتہ بھی آسانی سے چل گیا۔ آج صبح جب
لڑکے کی گمشدگی کی رپورٹ لکھوانے کے لئے کوتوالی آئے تو انہیں اس کی لاش ملی۔ ف
اُن سے متعدد سوالات کئے۔ لیکن اس بار بھی اُسے کوئی ایسی بات نہ معلوم ہو سکی جس
شخصیت پر روشنی پڑتی۔ البتہ اتنا ضرور معلوم ہوا کہ مقتول اپنی زندگی میں پہلی بار رات بھر گھر
رہا تھا۔ پچھلی لاشوں کے وارثوں کے بیانات اور اس میں فریدی کو صرف یہی فرق قابل غور

"تو اس کا یہ مطلب ہے کہ مجرم نے اپنا پرانا رویہ بدل دیا۔" فریدی نے حمید

"دوسرے مقتولین نے کئی کئی راتیں گھر سے باہر گذاری تھیں اور اس نے پہلی بار یہ حر
لیکن میاں حمید ذرا غور تو کرو اُس جال کے متعلق جس میں یہ پھنس جاتے ہیں۔"

"اگر وہ کل والا اجنبی حقیقتاً اُسی گروہ سے تعلق رکھتا تھا تو یہ جال غیر معمولی نہیں معلو

"یعنی......؟"

"خوب صورت لڑکیوں کا لالچ......!" حمید نے کہا۔

"تم ٹھیک سمجھے۔" فریدی نے کہا۔ "اور ابھی تو تمہیں اس سے بھی زیادہ حیرت ا
سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"قبل از وقت سمجھانا بھی نہیں چاہتا۔"

"میں سمجھنا بھی نہیں چاہتا۔" حمید دانت پیس کر بولا۔

اس کے بعد پھر دن بھر دونوں میں کوئی خاص گفتگو نہیں ہوئی۔

فریدی تین بجے تک دفتر سے غائب رہا۔ کل کی ناکامی کی بناء پر حمید آج کی تیاریوں کو بھی
ہی سمجھ رہا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ فریدی آج اُسے کل والے اجنبی کے بتائے
پتے پر بھیجے گا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آج کی کامیابی پر بھی یقین نہیں کیا جا سکتا۔ معلوم نہیں
کون سا رخ اختیار کریں؟ وہ اسے فریدی کی اندھی چال ہی سمجھنے پر مجبور تھا اور سوچ رہا تھا
اُس نے یہی اسکیم بنائی تو اُسے ضرورت سے زیادہ ہوشیار رہنا پڑے گا۔

فریدی کی واپسی پر وہی ہوا جس کے متعلق حمید سوچ رہا تھا۔ وہ دونوں آفس سے گھر
آئے۔

"تم جانتے ہو کہ ڈالملے کے آدمی میری تاک میں ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"انہیں ہونا ہی چاہئے۔" حمید بولا۔ "کیونکہ ڈالملے آپ ہی کی مرضی کے مطابق عمل کر رہا ہے۔"

"ہوں......اسی لئے میں تمہارا میک اپ یہاں نہیں کروں گا۔"

"لیکن......!"

"تم شاید وہاں جاتے ہوئے ڈر رہے ہو۔"

"نہیں تو......لیکن......!"

"تم نے اب تک جو کچھ اندازہ لگایا ہے معاملات اُس کے برعکس ہی نکلیں گے۔" فریدی
بااعتماد لہجے میں کہا۔

حمید جواب طلب نظروں سے اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

"ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ہاں مجھے خود تمہیں سے خوف معلوم ہو رہا ہے۔"

"مجھ سے......؟" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں تم سے......!" فریدی بولا۔ "اپنے جذبات کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرنا اور ہاں
اب جھریالی کے علاوہ کوئی اور مقام منتخب کیا جائے۔"

"یہ تو ظاہر ہی ہے۔" حمید نے کہا اور اپنا پائپ بھرنے لگا۔

"ویسے میں تم سے تھوڑے ہی فاصلے پر رہوں گا۔ یہ میں تمہیں نہ بتاتا کیونکہ تم ا
اپنی ایکٹنگ میں بے ساختگی نہ پیدا کرسکو گے۔ مگر خیال آتا ہے کہ تم ڈر رہے ہو۔"

"میں ڈر رہا ہوں؟" حمید نے جھلا کر کہا۔

"تمہارے چہرے سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔"

"میں اپنا چہرہ کھرچ ڈالوں گا۔ آخر آپ مجھے اتنا بزدل کیوں سمجھتے ہیں؟"

"تمہاری آنکھیں سب کچھ کہہ دیتی ہیں۔"

"میں اپنی آنکھیں پھوڑ لوں گا۔" حمید پھر چیخا۔

"خیر...... تھوڑی دیر بعد امتحان ہو ہی جائے گا۔" فریدی نے کہا اور
کمرے میں چلا گیا۔

حمید کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے پائپ پیتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد ناشتہ آ گیا۔ فرید
ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سوٹ کیس لئے ہوئے دوسرے کمرے سے آیا اور دونوں ناشتہ کر۔

تقریباً چھ بجے حمید ہوٹل ڈی فرانس کے ایک کمرے سے برآمد ہوا۔ وہ اپنے
والے بھیس میں تھا۔ فریدی نے میک اپ کے لئے اسی ہوٹل کو منتخب کیا تھا۔ آج کئی دو
اُس نے اس ہوٹل کا ایک کمرہ کرائے پر لے رکھا تھا۔

حمید نے ٹیکسی کی اور وکٹوریہ روڈ کی طرف روانہ ہوگیا۔ وہ خائف نہیں تھا لیکن الجھ
تھی۔ معلوم نہیں کیا واقعات پیش آئیں اور کس قسم کی لڑکیوں سے ملاقات ہو
لڑکیاں؟...... کیسی لڑکیاں؟ ممکن ہے وہ محض فریب ہو۔ دیکھا جائے گا۔ وہ زیرلب بڑ
جیب سے سگریٹ نکال کر سلگانے لگا۔ وکٹوریہ روڈ پہنچ کر اُس نے ڈرائیور سے "اٹھارہ"
دوسری سگریٹ سلگانے لگا۔ ٹیکسی ایک عظیم الشان کوٹھی کے سامنے رک گئی۔ حمید نے اتر
ادا کیا اور پھاٹک کی طرف بڑھنے لگا۔

"اوہ...... ہیلو عارف۔" پائیں باغ سے آواز آئی۔ کل والا اجنبی تیزی سے درمیا
طے کرتا ہوا پھاٹک کی طرف آرہا تھا۔

"ہیلو......!" حمید گرم جوشی سے مسکرایا۔

"میں آپ کا انتظار ہی کر رہا تھا۔ اجنبی اُس سے مصافحہ کرتا ہوا بولا۔"

"اچھا ہی ہوا کہ آپ باہر تھے...... ورنہ شاید مجھے لوٹ جانا پڑتا۔" حمید نے کہا۔

"کیوں......؟ چلئے اندر چلئے۔"

"کل میں بدحواسی میں آپ کا نام دریافت کرنا بھول گیا تھا۔" حمید بولا۔ "بھلا اس وقت
میں کسی کو کیا بتاتا کہ مجھے کس سے ملنا ہے۔"

"بہرحال آپ آ ہی گئے۔" وہ حمید کا ہاتھ دباتا ہوا بولا۔ "مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ
آپ نے وعدہ خلافی نہیں کی۔ آپ جانتے ہیں کہ ایسی صورت میں کتنی تکلیف ہوتی ہے۔"

"میں تو خودکشی کے امکانات پر غور کرنے لگتا ہوں۔" حمید مسکرا کر بولا۔

وہ دونوں پائیں باغ میں داخل ہوگئے۔ حمید اس کوٹھی کے محل وقوع پر غور کر رہا تھا۔ وکٹوریہ
روڈ پر کئی کوٹھیاں تھیں لیکن ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے قریب نہیں تھی۔ دو دو یا تین تین
فرلانگ کا فاصلہ ضرور رہا ہوگا اور یہ سڑک کچھ ایسی زیادہ پررونق بھی نہیں تھی۔ یہاں زیادہ تر وہی
لوگ آباد تھے جو شہر کے ہنگاموں سے دور رہنا چاہتے تھے۔

"مجھے افسوس ہے کہ اس وقت میں آپ کی کوئی خاص خاطر نہ کرسکوں گا۔" اجنبی نے کہا۔
"بات یہ ہے کہ اچانک میرے میزبان کے صاحبزادے کی طبیعت خراب ہوگئی ہے۔"

"میری سب سے بڑی خاطر یہی ہوسکتی ہے کہ اب آپ اپنا مکمل تعارف کرادیں۔" حمید
نے مسکرا کر کہا۔ "میں کل رات بھر اپنی اس حماقت کی بناء پر شدید الجھن میں مبتلا رہا ہوں کہ آپ جیسے
عمدہ دوست کا نام تک دریافت نہ کرسکا۔ معاف کیجئے گا آپ کو لفظ دوست پر کوئی اعتراض تو نہیں؟"

"نہیں...... بھلا اعتراض کیوں؟" اجنبی مسکرا کر بولا۔

"میری اور آپ کی عمر کا فرق۔ حالانکہ میں خود اس کا قائل نہیں۔" حمید نے کہا۔

"تو کیا آپ مجھے اس معاملے میں تنگ نظر سمجھتے ہیں؟" اجنبی سنجیدگی سے بولا۔ "مجھے پی
کی ملک کہتے ہیں۔ کلکتہ یونیورسٹی میں نفسیات کا لیکچرر ہوں!"

"آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوئی۔" حمید نے پھر اپنا ہاتھ مصافحے کے لئے بڑھاتے

ہوئے کہا۔ ''اور آپ کی دوستی کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہوں۔''

وہ دونوں ایک وسیع ہال میں آئے جس میں سے ایک کشادہ زینہ اوپری منزل کی گیلر تک چلا گیا تھا۔

''آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ میرا کوئی دوست میرا ہم عمر نہیں۔'' پروفیسر ملک نے کہا

''غالباً اس سلسلے میں بھی آپ نے نفسیات کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔'' حمید بولا۔

''یعنی......!''

''یہ ہمیشہ جوان بنے رہنے کا بیش قیمت نسخہ ہے کہ جوانوں کی صحبت اختیار کی جائے۔''

''واقعی آپ بہت ذہین ہیں۔'' پروفیسر ملک نے قہقہہ لگایا۔

حمید بے چینی سے ادھر اُدھر دیکھنے لگا اور اُس کی یہ ایکٹنگ بے ساختگی کی حامل تھی۔

پروفیسر ملک اُس کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگا۔

''مسٹر عارف......! میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ اس وقت آپ کی کوئی خاطر کرسکوں گا۔ سب لڑکیاں اوپر ہیں ایسے موقعے پر یہ تعارف بے تکا ہی رہے گا۔''

''کیسے موقع پر......؟'' حمید نے پوچھا۔

''اُف فوہ! اتنی از خود رفتگی......!'' پروفیسر ہنسا۔ ''میں نے ابھی عرض کیا تھا نا کہ میر میزبان کے صاحبزادے پر دورہ پڑ گیا ہے۔''

''اوہ! کس قسم کا دورہ......!''

''ہسٹریا ہی کی قسم کا دورہ ہوسکتا ہے۔'' پروفیسر نے پُرتشویش انداز میں کہا۔

''تب تو واقعی میں بہت ہی بے موقع آیا'' حمید بولا۔

''کیوں؟ کیا آپ میری صحبت میں بور فیل کر رہے ہیں؟''

''ارے نہیں......آپ بھی کمال کرتے ہیں۔''

دفعتاً اوپری منزل سے ایک چیخ سنائی دی اور حمید کے کانوں میں پچھلی رات کی جھریالی دا چیخیں گونجنے لگیں۔

''سنا آپ نے......؟'' پروفیسر بولا۔ ''اُسی کی چیخیں ہیں۔ دورے کی حالت میں چیخ رہا ہے۔''

حمید سوچ میں پڑ گیا۔ کیا پچھلی رات والی چیخیں ایسی ہی نہیں تھیں؟

''کس وقت پڑا تھا دورہ......؟'' اُس نے پوچھا۔

''صبح ہی سے وہ اس مصیبت میں مبتلا ہے۔''

چیخ پھر سنائی دی اور ساتھ ہی باہر برآمدے میں بہت سے آدمیوں کے قدموں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ دوسرے لمحے میں پردہ ہٹا اور فریدی سات آٹھ مسلح کانسٹیبلوں کے ساتھ اندر گھس آیا۔

پروفیسر اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ کچھ اور کانسٹیبل اندر آگئے۔

حمید نے پروفیسر ملک کی گردن پکڑ کر آگے کی طرف دھکا دیا......اور کانسٹیبلوں نے اُسے سنبھال لیا۔

''عارف میاں سلمہ......!'' فریدی نے کہا۔ ''میں سمجھا تھا شاید تم کام آگئے۔''

حمید نے اوپری منزل کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ کیا بے ہودگی ہے۔'' پروفیسر ملک چیخا۔

''خاموش رہئے جناب۔'' حمید نے کہا۔ ''ہم ذرا اُس مریض کو دیکھنے جا رہے ہیں جو غالباً ب چل بسا ہوگا۔''

اچانک چیخ پھر سنائی دی۔ ایک لمبی چیخ جو آہستہ آہستہ مدھم ہوتی گئی۔

فریدی اور حمید زینوں پر چڑھنے لگے انہوں نے دو تین کانسٹیبلوں کو بھی اشارہ کیا۔ بقیہ نیچے ہی رہے۔

پروفیسر ملک چیخ چیخ کر گالیاں بک رہا تھا۔ اس پر کسی کانسٹیبل نے اُس کے منہ پر شاید تھپڑ بھی رسید کر دیا۔

اوپر کے دو تین دروازے توڑ دیئے گئے اور پھر ایک کمرے میں عجیب و غریب منظر تھا۔

ایک برہنہ عورت جس کے ہاتھ میں ایک چمک دار چھری تھی اور ایک دوسرے مردہ برہنہ جسم پر جھکی ہوئی تھی۔ اُس کی پشت انہیں کی طرف تھی۔ اس لئے چہرہ نہ دیکھا جا سکا۔

پھر وہ یک لخت اچھل کر دوسرے کمرے میں گھس گئی۔

''میرے خدا......!'' حمید تحیر آمیز انداز میں چیخا۔ ''یہ افروز تھی......ارے لیڈی جہانگیر۔''

کانسٹیبل دروازے ہی پر جم کر رہ گئے تھے۔

"پکڑو......!" فریدی نے حمید کو اشارہ کیا۔

"مم......میں......!" حمید ہکلایا۔ "آپ ہی......کیوں نہیں۔"

فریدی نے کانسٹیبلوں کی طرف دیکھا۔

"کہیں اُدھر سے نہ نکل جائے۔" اُن میں سے ایک بولا اور وہ سب گیلری سے گذر ہوئے دوسری طرف چلے گئے۔

فریدی نے پھر حمید کی طرف دیکھا۔

"کیا آپ ڈرتے ہیں؟" حمید تھوک نگلتا ہوا بولا۔ "اُس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں

"نہیں......تو......!" فریدی بھی تھوک نگلتا ہوا بولا۔ "وہ......ننن......ننگی ہے۔"

"کیا واقعی......؟" حمید نے احمقوں کی طرح پوچھا۔ حالانکہ وہ خود بھی اُسے اُس حال میں دیکھ چکا تھا۔

فریدی نے بھی احمقوں کی طرح سر ہلا دیا۔

پھر اچانک اُس کمرے سے ایک فائر ہوا اور فریدی کی فلٹ ہیٹ صاف اڑ گئی۔

"وہ گئی۔" حمید چیخ کر فلٹ ہیٹ کی طرف دوڑا۔

"ہوش میں آؤ......!" دفعتاً اُسے فریدی کی گرج دار آواز سنائی دی۔

حمید پلٹ آیا۔ فریدی نے ایک میز الٹ کر اُس کی آڑ لے لی تھی۔ حمید بھی اُس کے قریب آ گیا۔

"لیڈی جہانگیر......!" فریدی چیخا۔ "ریوالور پھینک دو۔"

کمرے سے پھر فائر ہوا۔ فریدی نے بھی جوابی فائر کیا۔ حمید نے نیچے بھی فائروں کی آوازیں سنیں پھر پوری عمارت دھماکوں سے گونجنے لگی۔ اس کمرے سے جس میں لیڈی جہانگیر گھسی تھی فائر ہونے کا یہ مطلب تھا کہ دوسری طرف نکل بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ورنہ وہ صاف نکل گئی ہوتی۔ حمید کا دماغ بہت سے کام کرنے لگا تھا۔ اُس نے سوچا کہ کہیں دوسری طرف سے بھی فائر نہ شروع ہو جائیں۔ یہ ضروری نہیں کہ اس وسیع عمارت میں صرف تین ہی آدمی رہے ہوں۔ دفعتاً اُس کی نظریں اُس لاش پر پڑیں جس پر سے لیڈی جہانگیر اٹھی تھی۔ وہ پچھلی

لاشوں ہی کی طرح درندگی کا شکار ہوئی تھی۔

نیچے برابر فائر ہو رہے تھے اور چیخیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔

سامنے والے کمرے سے پھر فائر ہوا اور ساتھ ہی ایک چیخ بھی سنائی دی۔

"خودکشی......!" فریدی میز کی اوٹ سے نکل کر کمرے کی طرف جھپٹا۔

لیڈی جہانگیر فرش پر پڑی ہوئی تھی اور اُس کے داہنے کان سے خون بہہ رہا تھا۔ فریدی نے اپنا کوٹ اتار کر اُس کے برہنہ جسم پر ڈال دیا۔ وہ ابھی سانسیں لے رہی تھی فریدی زخم دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے حمید کا کوٹ بھی اتروا کر اُسے اچھی طرح ڈھک دیا۔

"کامیاب نہیں ہوئی۔" وہ آہستہ سے بولا۔ "گولی صرف کان میں لگی ہے۔ تم یہیں ٹھہرو۔" پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

نیچے اب تک گولیاں چل رہی تھیں۔ دفعتاً حمید کی نظریں کمرے کے روشندان کی طرف اٹھ گئیں۔ شیشوں کے پیچھے اُسے ایک لمبوترا چہرہ دکھائی دیا۔ دوسرے ہی لمحے میں اُس کے ریوالور سے ایک شعلہ نکلا۔ روشندان کے شیشے ٹوٹ کر فرش پر آ رہے اور ایک چیخ بلند ہوئی۔ چہرہ پہلے تو روشندان کی طرف جھکا اور پھر پیچھے کی طرف لڑھک گیا۔

لیڈی جہانگیر بے ہوش پڑی تھی۔ حمید کے دل میں اُس کے لئے کسی قسم کے جذبات نہیں تھے۔ نہ غصہ، نہ نفرت، نہ ہمدردی نہ پیار۔ اور اب تو اُس کی حیرت بھی رفع ہو گئی تھی۔ نہ جانے کیوں اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اُسے پہلے ہی سے اس کی توقع رہی ہو حالانکہ یہ بات پہلے کبھی اُس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھی۔

تھوڑی دیر بعد اوپر کچھ کانسٹیبل پہنچ گئے۔ حمید انہیں لیڈی جہانگیر کے پاس چھوڑ کر کمرے سے نکل آیا۔ وہ لمبوترے چہرے والے کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا تھا۔

نیچے گولیاں چلنا بند ہو گئی تھیں۔ ہال میں حمید کو کئی لاشیں نظر آئیں۔ کچھ قیدی اور کچھ زخمی دکھائی دیئے۔ تین کانسٹیبل بھی کام آئے تھے۔ فریدی کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا جسے وہ بار بار انگلی سے پونچھ کر اِدھر اُدھر چھڑک دیتا تھا۔

"یہ کیا ہوا......؟" حمید نے پوچھا۔

"میز الٹتے وقت شاید چوٹ آ گئی تھی۔" فریدی نے کہا اور قیدیوں کا جائزہ لینے لگا۔

"ایک لاش تیسری منزل پر بھی ہے۔" حمید بولا۔

اور وہ لاش حقیقتاً لمبوترے چہرے والے ہی کی نکلی۔

آدھے گھنٹے کے بعد زخمیوں کو ہسپتال پہنچایا جا رہا تھا۔ ان میں لیڈی جہانگیر بھی تھی جو ا تک ہوش میں نہیں آئی تھی۔

دوسری صبح اخبارات شائع ہوتے ہی شہر میں ہلچل مچ گئی۔ ہاکر چیختے پھر رہے تھے۔ ا فریدی اور سرجنٹ حمید کے کارناموں سے گمنام گلیاں تک گونج رہی تھیں۔ پولیس ہسپتال سامنے تقریباً آدھا شہر امنڈ آیا تھا۔ ہر ایک اُس درندہ صفت عورت کی ایک جھلک کے لئے تاب نظر آ رہا تھا۔ لوگوں کی زبانوں پر اُس کی خوبصورتی اور پرکشش شخصیت کی کہانیاں تھیں زیادہ تر یہ خیال ظاہر کیا جا رہا تھا کہ یقیناً اُس کے جسم میں کوئی خبیث روح حلول کر گئی ہے۔

دوسری طرف فریدی اپنے آفس میں بیٹھا افسران بالا کو اس کیس کی تفصیلات بتا رہا تھا۔

"مجھے اس عورت پر پہلے ہی سے شبہہ تھا۔" اس نے کہا۔ "لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ ہی اس گروہ کی سرغنہ بھی ہے۔ مجھے اُس پر اُسی وقت شبہہ ہو گیا تھا جب وہ قمار خانے سے بر ہوئی تھی۔ آپ کو یاد ہوگا کہ وہ ایک مقفل کم میں رسیوں سے بندھی پڑی تھی۔ آخر ا رسیوں سے باندھنے کی کیا ضرورت تھی جب کہ اس کمرے کو مقفل بھی کرنا تھا۔ ظاہر ہے کہ اگر بندھی نہ ہوتی تب بھی کمرے سے باہر نہیں نکل سکتی تھی اور پھر اگر حفاظت کے خیال سے کو باندھا بھی جاتا ہے تو عموماً اُس کے دونوں ہاتھ پشت پر ہوتے ہیں تاکہ وہ پیروں کی رسیاں کھول سکے۔ اس کے برخلاف اُس کے دونوں ہاتھ یونہی معمولی طور پر بندھے ہوئے تھے اگر چاہتی تو بہ آسانی اپنے پیروں کی رسیاں کھول سکتی تھی۔ پھر اُس کے بعد ہاتھ بھی کھل سکتے تھے دراصل واقعہ یہ ہوا تھا کہ جب مجرم بھاگنے لگے تھے تو اُس نے خود کو بندھوا لیا تھا۔ جلدی میں ان نکتوں پر غور نہ کر سکی۔ ورنہ ویسے وہ بلا کی ذہین عورت ہے۔ اُسے سو فیصدی شبہہ تھا کہ اس کی طرف سے مشکوک ہوں۔ لہٰذا اُس نے میرا شک رفع کرنے کے لئے اپنے یہاں نورو بال منعقد کیا اور اُس میں اپنے ہی آدمیوں سے ہڑبونگ مچوائی۔ یہ ظاہر کرنا چاہا کہ وہ ا

دوبارہ اٹھانے کے لئے آئے تھے۔ بہرحال موقع واردات پر پکڑنے سے پہلے یہ چیز میرے لئے خواب و خیال میں بھی نہ تھی کہ وہ اس گروہ کی سرغنہ ہو سکتی ہے یا وہ ساری درندگی اُس کی تھی۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ کوئی آدمی اُسے لڑکوں کو پھانسنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ پرسوں والی لاش جو جھریالی میں ملی تھی اُس نے میرے خیالات یکسر بدل دیئے۔ میں نے اس سلسلے میں کسی مرد کی جستجو تو بالکل ہی ترک کر دی کیونکہ اُس لاش پر مجھے کئی جگہ لپ اسٹک کے نشانات بھی ملے تھے۔ لیکن اس حالت میں بھی میرے ذہن میں لیڈی جہانگیر نہیں آئی۔ اُسے دیکھ کر یہ کہا ہی نہیں جا سکتا کہ وہ کسی وقت بھیڑیوں سے بھی زیادہ خطرناک ہو جاتی ہوگی۔ اس کے برخلاف میری ذہن میں کسی حد درجہ خوفناک صورت والی عورت کی تصویر تھی۔ دوسری دلچسپ بات یہ کہ اس پورے گروہ میں دو ایک کے علاوہ کسی اور کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ اُن پر کوئی عورت حکومت کر رہی ہے۔ لیڈی جہانگیر نے یہ گروہ بڑے ہی پراسرار طریقے پر ترتیب دیا تھا۔ گروہ کے بیشتر افراد نے اعتراف کیا ہے کہ وہ عادی مجرم ہیں اور انہیں خط و کتابت کے ذریعے اس گروہ میں شامل کیا گیا تھا۔ انہیں باقاعدہ طور پر بڑی تنخواہیں ملتی تھیں اور مال غنیمت کا کچھ حصہ بھی ان میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ سردار کی شخصیت سے واقف نہیں تھے۔ انہیں سردار کے احکامات ڈاملے یا کرن ڈے سے ملتے تھے۔"

پھر فریدی نے انہیں بتایا کہ ڈاکٹر لیڈی جہانگیر کا طبی معائنہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ وہ جنسی جنون میں مبتلا ہے۔ اس میں Nymphomania (جنسی بوالہوسی) اور Sadism (اذیت کوشی) دونوں رجحانات موجود ہیں۔

"اسی لئے آپ مجھے اُس سے شادی کرنے کا مشورہ دے رہے تھے؟"

حمید نے منہ بنا کر کہا۔ افسران بالا ہی کے سامنے وہ بولنے کے لئے بے چین تھا لیکن نہ جانے کس طرح اُس نے خود کو روکا تھا۔ اُن کے پاس سے ہٹتے ہی اُس نے فریدی کو پیٹنا شروع کر دیا۔ "اور آپ نے اتنی خطرناک جگہ مجھے کیوں بھیجا تھا۔"

"حمید صاحب......!" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ "اگر میں آپ کو پہلے ہی یہ بتا دیتا کہ افروز مشتبہ ہے تو آپ اپنے رویے میں فطری بے ساختگی برقرار نہ رکھ سکتے۔"

حمید تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ ''آپ بھی اُس سے بُری طرح خائف تھے۔''

''میں......نہیں تو۔''

''قطعی تھے۔ اسی لئے آپ اُس رات اس بوڑھی عورت کے ساتھ ناچے تھے۔ آپ خوف تھا کہ کہیں افروز آپ کو وہیں نہ ادھیڑنا شروع کر دے۔''

فریدی ہنس کر خاموش ہوگیا۔ حمید بھی کچھ دیر خاموش رہا۔

''ایک بات سمجھ میں نہ آئی۔'' حمید نے کہا۔ ''وہ یہ کہ افروز بذات خود بہت دولت مند تھی۔ پھر اُس نے یہ سب کیوں کیا۔ اُس کے گروہ والے ڈاکے بھی تو مارتے تھے۔ اعلیٰ پیمانے جوا بھی کھلاتے تھے۔''

''خود اُس کا مقصد لوٹ اور کھسوٹ نہیں تھا۔'' فریدی بولا۔ ''اُس نے یہ سب کچھ اپنے جنون کی تسکین کے لئے کیا تھا۔ اگر وہ اتنا طاقت ور گروہ نہ بناتی تو اُسے اپنی حیوانیت بھینٹ چڑھانے کے لئے نوجوان کہاں سے ملتے۔''

''خدا کی قسم آپ کی شادی اُسی کے ساتھ ہونی چاہئے۔'' حمید بے ڈھنگے پن سے ہنستا ہوا بولا۔

''پھر اُتر آئے تم بکواس پر...... جاؤ اپنا کام کرو۔''

''اچھا ایک بات بتا دیجئے؟''

''جلدی بکو! ابھی مجھے رپورٹ مکمل کرنی ہے۔''

''کل اُسے پکڑتے وقت آپ کی گھگھی کیوں بندھ گئی تھی؟''

''رمیش......!'' فریدی نے سرجنٹ رمیش کو آواز دی۔

''جی......!'' رمیش دوسرے کمرے سے بولا۔

''اسے یہاں سے کان پکڑ کر نکال دو۔'' فریدی نے کہا اور لکھنے میں مشغول ہوگیا۔

ختم شد

جاسوسی دنیا نمبر 25

خوفناک ہنگامہ

(مکمل ناول)

پیش لفظ

"خوفناک ہنگامہ" میں نے چیلنج کے ساتھ لکھا ہے اور اسی چیلنج کے ساتھ جوبلی نمبر کی صورت میں اسے پیش کر رہا ہوں۔ تحیر اور استعجاب، قدم قدم پر نئی دھڑکنیں اور نئے ہنگامے ایک ایسا ماحول آپ کے سامنے لائیں گے کہ آپ بہرحال یہ ضرور سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ جاسوسی ادب نے ایسا کارنامہ اب تک کسی زبان میں پیش نہیں کیا گیا۔

اس کہانی کے مجرم کوئی معمولی انسان نہیں ہیں۔ فریڈرک، شلائر، اور گارساں تین بھیانک انسان جن کی آپس کی لڑائی نے فریدی جیسے ذہین نڈر اور باحوصلہ شخص کو پریشان کر دیا۔ ایک بین الاقوامی مجرم ہندوستان کے ایک عظیم سائنسدان سے ایک گہرا راز حاصل کرنے کے لئے کتنے خون کر ڈالتا ہے۔ مجرموں کا یہ گروہ انہیں میں سے ہے جس نے مسولینی کو دوسری جنگ عظیم کے دوران فرار ہونے میں مدد دی تھی۔

میاں حمید کا کردار آپ لوگوں کے لئے ہمیشہ ایک بحث کا موضوع رہا۔ وہ ہنسوڑ ہے۔ کھلنڈرا ہے۔ ہر وقت زندگی کی تیز دھوپ سے بچنے کے لئے قہقہوں کے رنگ میں محل تیار کرتا رہتا ہے۔ مگر یہ بھی تو دیکھئے کہ جب وہ کام کرنے پر آتا ہے تو فریدی بھی تعجب میں پڑ جاتا ہے۔ اس کی بہادری اور تیزی اپنی جگہ پر اٹل ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ خود مذاق بن کر دوسروں کو مضحکہ خیز بنا کر لطف اٹھاتا ہے۔

میں سنسنی خیز اشتہار بازی کا قائل نہیں ہوں اور جو کچھ بھی کامیابی جاسوسی دنیا کے ناولوں نے حاصل کی ہے وہ اسی بناء پر کی ہے کہ جب بھی آپ سے جو وعدہ کیا گیا اسے حتی الامکان پورا کیا گیا۔ اردو میں کسی مصنف کو یہ فخر حاصل نہیں ہے کہ اس کی کتابیں سال بھر میں ڈیڑھ لاکھ سے زائد فروخت ہوتی ہیں اور جاسوسی دنیا کے ناولوں کے مصنف یعنی اس خاکسار کو یہ فخر صرف آپ کے ذوق سلیم اور اپنے ساتھیوں کے تعاون کی بناء پر حاصل ہے۔

ابن صفی

انجانے اشارے

محکمہ سراغ رسانی کی عمارت کے کلاک ٹاور نے نو بجائے اور رات کا سناٹا کچھ
ہوگیا۔ وسط دسمبر کی ایک تاریک اور انتہائی سرد رات تھی۔ کہرے کی وجہ سے ستارے بھی
آ رہے تھے۔ سردی کی شدت میدانی علاقے میں بھی یخ بستہ پہاڑوں کی یاد دلا رہی تھی۔
ہی بجے تھے لیکن سناٹے کا یہ عالم تھا جیسے کافی رات گزر گئی ہو۔ اگر کبھی سڑک پر ایک آدھ
جاتی تو سکوت کچھ اس طرح ٹوٹتا جیسے کسی مریض نے کراہ کر کروٹ بدلی ہو اور پھر بے خبر ہو گ

محکمہ سراغ رسانی کے آپریشن روم میں تقریباً تمام مقامی سی آئی ڈی انسپکٹر موجود
میں رات کی ڈیوٹی والے بھی تھے اور دن کی ڈیوٹی والے بھی۔ سپرنٹنڈنٹ نے انہیں ایک
مقصد کے تحت اس وقت یہاں اکٹھا کیا تھا اور خود موجود نہیں تھا۔ بات یہ تھی کہ کئی راتو
ٹرانسمیٹر پر کچھ عجیب و غریب آوازیں سنی جا رہی تھیں۔ افسران بالا کا خیال تھا کہ وہ کوئی
کی اشاراتی زبان تھی اور کسی خاص مقصد کے لئے استعمال کی جا رہی تھی۔ آپریٹر اسے
راتوں سے برابر ریکارڈ کر رہا تھا۔ اس کی ایک ایک کاپی محکمے کے سارے انسپکٹروں کے پا
دی گئی تھی لیکن کوئی ابھی تک اس کا مفہوم نہیں پیدا کر سکا تھا۔ آخر افسران بالا نے تھک
فیصلہ کیا کہ وہ سب آج رات کو بذات خود آپریشن روم میں موجود رہیں۔

یہ آوازیں ٹھیک دس بجے رات کو ٹرانسمیٹر پر سنائی دیتی تھیں۔ آپریٹر کا بیان تھا کہ اس
ل میں ابھی تک فرق نہیں آیا تھا۔

ایشیا کا عظیم سراغ رساں فریدی سب سے الگ تھلگ بیٹھا آپریٹر کی رپورٹ پڑھ رہا تھا۔
لسٹر میں جس کے کالر کانوں تک کھڑے ہوئے تھے اس کا خوبصورت چہرہ بڑا حسین لگ رہا
س کی پیشانی پر شکنیں پڑی ہوئی تھیں اور ہونٹ قدرے سکڑ گئے تھے۔

”ہم لوگ تو محض جھک مارنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔“ اس کے کانوں میں انسپکٹر
ے کی آواز گونجی جو ابھی ابھی آیا تھا اور دروازے میں کھڑا پُرتمسخر انداز سے اس کی طرف
رہا تھا۔

دوسرے انسپکٹر ہنسنے لگے۔ لیکن نہ جانے کیوں ان کے قہقہے فریدی کی ہلکی سی مسکراہٹ کے
بے جان معلوم ہو رہے تھے۔

یہ آج کوئی نئی بات نہیں تھی۔ فریدی کے سارے ساتھی اس کی دولت شہرت اور مقبولیت
ناء پر اس سے جلنے لگے تھے اور موقع بے موقع اس پر طنز کرنے اور پھبتیاں کسنے سے باز نہیں
تے تھے۔ اس کے ساتھ کے سبھی انسپکٹر معمر اور بزعم خود جہاندیدہ اور تجربہ کار تھے۔ لہٰذا وہ اپنے
بلے میں ایک ”نوجوان انسپکٹر“ کو آگے بڑھتے کس طرح دیکھ سکتے تھے۔ انسپکٹر آصف ان
کا پیش رو سمجھا تھا اور وہ تھا بھی ان سب سے سینئر لیکن کارکردگی میں کسی رنگروٹ سے بھی
تھا۔ فریدی عموماً اس کی باتوں کو ہنس کر ٹال دینے کا عادی تھا۔ آصف چونکہ اس سے عمر میں
بڑا تھا اس لئے وہ اس کا احترام کرتا تھا لیکن کبھی کبھی خود اسی کی چھیڑ چھاڑ فریدی کو بے تکلفی
مادہ کر دیتی تھی۔

”اسی لئے میں آپ سب سے کافی فاصلے پر بیٹھا ہوں۔“

”بچوں کا ہم لوگوں میں کام ہی کیا۔“ آصف نے کہا اور اپنا اوورکوٹ اتارنے لگا۔

فریدی اسے دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ آصف نے جیب سے رومال نکالا اور ناک پر رکھ کر دو
ہ کر یہ آوازیں نکالنے کے بعد ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

”آصف چچا......!“ انسپکٹر سنگھ بولا۔ ”اب تمہارا بڑھاپا ہے بچے ہی انگلی پکڑ کر تمہیں

چلائیں گے۔"

انسپکٹر سنگھ بھی ایک نوجوان آدمی تھا۔ فریدی سے اس کے گہرے تعلقات تھے۔ اِ[س]
بھی انہی چند انسپکٹروں میں سے تھا جو اپنی عمر اور کارکردگی کی وجہ سے پرانے انسپکٹروں
تشنیع کا شکار ہوتے تھے۔

"ہمارے سامنے کے شیر خوار ہو۔" آصف گردن اکڑا کر بولا اور سگریٹ سلگانے

"اور یہی شیر خوار کچھ دنوں کے بعد ڈی۔ ایس۔ پی اور ایس۔ پی ہو جائیں
لیفٹیننٹ سعید نے کہا۔

لیفٹیننٹ سعید ملٹری کی سیکرٹ سروس سے مرکزی سی۔ آئی۔ ڈی میں آیا تھا اور ا[ب]
بھی محکمے کے نوجوان انسپکٹروں میں ہوتا تھا۔

"نوجوانی کے خواب کافی حسین ہوتے ہیں۔" انسپکٹر آصف مسکرا کر بولا۔ "ابھی
کے چکر میں پڑ کر ان خوبصورت دنوں اور سحر انگیز راتوں کو برباد نہ کرو۔ جاؤ میرے
رات اس لئے نہیں کہ تم یہاں سر کھپاؤ۔"

"پھر کہاں جائیں......؟" فریدی نے معصومیت سے پوچھا۔

"تم تو بیکار ہی پوچھ رہے ہو۔" آصف نے طنز آمیز مسکراہٹ کی ساتھ کہا۔

"کیوں......؟"

"سنا ہے تمہیں عورتوں کے قریب پہنچ کر چکر آنے لگتے ہیں۔"

اس پر ایک قہقہہ پڑا۔ فریدی کے ہونٹوں پر اب بھی وہی خود اعتمادی کی مسکراہٹ تھی

"چکر محض اس خیال سے آتے ہیں کہ آخر انہیں بوڑھے کس طرح سنبھالتے ہوں[گے]
اس نے کہا۔ "خصوصاً وہ بوڑھے جن سے پستہ قد عورتیں بھی نہیں سنبھالی جاتیں۔"

آصف چونک کر فریدی کو گھورنے لگا اور فریدی نے ایک چھت شگاف قہقہہ لگایا۔

"ایک بے تکی بات کہہ کر اس طرح قہقہہ لگانا بیوقوفی کی علامت ہے۔" آصف بھنا[یا]

"میں دراصل یہ عرض کر رہا تھا۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "جب بوڑھوں سے رقص
کو پناہ ملے گی تو ہم نوجوان بھی اس کے متعلق کچھ سوچ سکیں گے۔"

"کیا مطلب......؟" آصف پھر اُسے گھورنے لگا۔

"کیا آپ کچھ دیر قبل ہوٹل ڈی فرانس میں ایک پستہ قد عورت کے ساتھ نہیں ناچ رہے تھے؟"

"دوسروں کی ٹوہ میں رہنا کمینہ پن ہے۔" آصف جھلا کر بولا۔

"خیر اس کمینے پن میں تو ہم سب سرکاری طور پر مبتلا ہیں۔" فریدی نے قہقہہ لگایا۔ "مسٹر
بز اس بات کے شاہد ہیں کہ میں پانچ بجے سے اسی کمرے میں موجود ہوں۔"

"تب تم نے کسی سے سنا ہوگا۔"

"مسٹر آپریٹر یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ کوئی اس وقت سے میری کرسی کے قریب بھی نہیں آیا۔"

آپریٹر نے فریدی کی تائید کی۔

"کیوں استاد آصف......!" انسپکٹر بز جی نے قہقہہ لگایا۔ "ہم تمہیں قطعی گھریلو آدمی سمجھتے تھے۔"

"جھوٹ ہے! بکواس ہے۔" آصف نے جھلا کر کہا اور فریدی کو گھورنے لگا۔

"میں یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ آپ تین راؤنڈ ناچے تھے۔"

آصف نے بوکھلا کر اپنے کوٹ کے اوپری جیب پر نظر ڈالی۔ ایک خوش رنگ رومال کا کونہ
نکلا ہوا تھا۔ جسے اس نے جلدی سے اندر کر لیا۔

"اوہ......اس رومال کی بناء پر تم ایسا کہہ رہے ہو۔" آصف نے منہ سکوڑ کر کہا۔ "ہو سکتا
ہے یہ کسی دوسرے کا ہو۔"

"نہیں جناب یہ قطعی آپ کا ہے۔" فریدی نے خود اعتمادی کے ساتھ کہا۔

"اور یہی بات ظاہر کرتی ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں آج پہلی بار ہوٹل ڈی فرانس
رقص میں شرکت کی تھی۔"

"بالکل بکواس ہے۔"

"اگر یہ رومال کسی اور کا ہوتا تو وہ اسے اس کے صحیح مصرف میں لایا ہوتا۔"

"صحیح مصرف......؟" انسپکٹر بز جی نے فریدی کو ٹوکا۔

"جی ہاں یہ رومال ہوٹل ڈی فرانس والوں کی ایک احمقانہ جدت ہے۔ اگر آپ تین راؤنڈ
ٹکٹ خریدیں تو آپ کو ٹکٹوں کے ساتھ اس قسم کا ایک رومال بھی ملے گا جو قطعی اس قابل نہیں

ہوتا کہ کسی اونچے مذاق کی آدمی کے استعمال میں رہ سکے۔ پھر اگر یہ رومال واپس کردیا
ایک راؤنڈ کا ٹکٹ مفت مل جاتا ہے۔ صرف اناڑی ہی اسے استعمال کے لئے رکھ لیتے ہیں
جاننے والے اسے واپس کر کے ایک راؤنڈ مفت ناچ لیتے ہیں۔"

"تم میری توہین کر رہے ہو۔" آصف گرجا۔

فریدی نے پھر قہقہہ لگایا۔ اس کے نوجوان ساتھی بھی دل کھول کر ہنس رہے تھے
وقت وہ بھی ان کے ساتھ ہو گئے تھے۔ جو ان سے پرخاش رکھتے تھے۔ آصف نے
صورت بچاؤ کی نہ دیکھی تو وہ خود بھی ہنسنے لگا۔

"خیر...... خیر......!" آصف نے بلند آواز میں کہا۔ "میری جیب میں یہ رومال
کوئی بھی واقف کار اتنی باتیں بتا سکتا تھا۔"

"لیکن شاید وہ یہ نہ بتا سکتا کہ آپ کی ہم رقص پستہ قد تھی۔" انسپکٹر سنگھ بولا۔

"یہ غلط ہے۔" آصف نے بگڑ کر کہا۔

"قطعی صحیح ہے۔" فریدی خود اعتمادی کے ساتھ بولا۔ "اور یہ بھی صحیح ہے کہ آپ
ناچتے ناچتے بری طرح لڑکھڑائے بھی تھے مگر گرے نہیں! ہاں تو جناب سوئنگ لینے سے
اپنی طاقت اور عورت کے وزن کا اندازہ ضرور لگا لیا کیجئے۔"

آصف منہ پھاڑے فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"تم غلط کہتے ہو! تم وہاں نہیں تھے۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"مسٹر آپریٹر......!" فریدی نے آپریٹر کو مخاطب کیا۔

"یہ حقیقت ہے کہ مسٹر فریدی پانچ بجے سے یہیں اسی کمرے میں موجود ہیں شاید
اپنا السٹر پہننے کے لئے گئے تھے۔" آپریٹر نے کہا۔

"تب کسی اور نے اطلاع دی ہوگی۔" آصف نے کہا۔

"کسی نے بھی نہیں...... یقین کیجئے۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"تب تم آدمی نہیں ہو...... بھوت ہو۔"

"ہو سکتا ہے کہ یہ بات درست ہو۔" فریدی کی آنکھوں میں شرارت آمیز چمک

وہ سگار سلگانے لگا۔

"مگر یار تمہیں یہ کس طرح معلوم ہوا کہ عورت پستہ قد تھی۔" لیفٹیننٹ سعید نے پوچھا۔

"چھوڑو بھی کہاں کی باتیں لے بیٹھے۔" انسپکٹر آصف نے اکتا کر کہا۔

"واہ چچا......!" انسپکٹر سنگھ نے قہقہہ لگایا۔ "ذرا بچوں کو بھی تو لطف اندوز ہونے دیجئے۔"

فریدی شرارت آمیز نظروں سے آصف کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"جب کسی شریف آدمی کے سینے پر۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ "لپ اسٹک کا دھبہ دکھائی
ے تو یہی سمجھنا چاہئے کہ عورت پستہ قد تھی۔ اگر کاندھے پر یہی دھبہ دکھائی دے تو عورت ہر
ں میں دراز قد سمجھی جائے گی۔ لیکن یہ دھبے عموماً بے ساختگی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ مثلاً ناچتے
چتے دونوں لڑکھڑا جائیں اور گرنے کے خوف کی وجہ سے لپ اسٹک کی تہہ بگڑنے کا دھیان نہ
جائے۔"

آصف نے بوکھلا کر اپنے سینے پر نظر ڈالی۔ سفید قمیض پر ایک واضح قسم کا دھبہ موجود تھا۔
بلٹروں نے قہقہے لگائے اور وہ جھلاہٹ میں اٹھ کر باہر چلا گیا۔ قہقہے اور تیز ہو گئے۔

"کون جانے یہ حضرت اسے لے کر گر ہی پڑے ہوں۔" انسپکٹر بزجی ہنستا ہوا بولا۔

"نہیں......!" فریدی نے کہا۔ "اگر ایسا ہوا ہوتا تو وہ دھبہ پھیل جاتا۔ آصف صاحب
رتے گرتے سنبھل گئے تھے۔"

"مگر یار تم نے پکڑا خوب۔" لیفٹیننٹ سعید بولا۔ "اپنا جواب نہیں رکھتے۔"

فریدی بجھا ہوا سگار سلگانے لگا۔ اتنے میں کینٹین کا بیرا کافی لے کر آیا۔ اس کے پیچھے
پے انسپکٹر آصف بھی داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر اب بھی غصے کے آثار تھے۔ ایک بار پھر آپریشن
م قہقہوں سے گونج اٹھا۔ آصف ہونٹ سکوڑے ہوئے ایک پیالی میں کافی انڈیل رہا تھا۔

"میرے خیال سے تو اس وقت ٹھنڈا پانی زیادہ مناسب رہے گا۔" لیفٹیننٹ سعید مسکرا
ر بولا۔

"تم بدتمیز ہو۔" آصف اس کی طرف پلٹ پڑا۔

"شٹ اپ......!" لیفٹیننٹ سعید پیر پٹخ کر کھڑا ہو گیا۔

آصف پیالی رکھ کر اُسے خونخوار نظروں سے گھورنے لگا۔ فریدی اٹھ کر ان کے در
آ گیا۔

''سعید! مذاق کو مذاق ہی میں رہنے دو۔'' وہ اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

''میں نے اسے مذاق کی حدود سے نہیں نکالا۔'' سعید آصف کو گھورتا ہوا بولا۔

''خیر! چھوڑو...... فضولیات میں کیا رکھا ہے۔'' فریدی نے کہا اور اسے دوسری ط
دھکیل لے گیا۔

پھر وہ سب خاموشی سے کافی پیتے رہے۔ آصف اور سعید اب تک ایک دوسرے کو گھو
جا رہے تھے۔

دفعتاً ٹرانسمیٹر کے ریسیونگ سیٹ کی آواز بلند ہوگئی۔

''ٹک ٹکل ٹاک'' وہ سب چونک پڑے۔ ریسیونگ سیٹ سے آوازیں آتی رہیں۔
ٹکل ٹٹ لیٹ ٹکل ٹاک...... اولیو ہاورڈ...... ٹکل ٹیپ ٹیپ رافٹ...... سیسل براؤن......
لاک لاک...... ٹافٹ......!''

بولنے والا لہجے کے اعتبار سے دیسی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ وہ سب غور سے سنتے ر

''رک...... رک...... روفئی ٹکل ٹاک...... پلیٹ ہاف...... ٹکل ٹکل...... ارے باپ۔''

''یہ چیخ کیسی؟'' فریدی اچھل کر بولا۔ وہ سب ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے

''ٹکل ٹکل'' کے فوراً بعد ایک چیخ سنائی دی تھی اور یہ چیخ قطعی دیسی تھی۔ چیخنے والا ار
چیخا تھا۔ پھر ہلکی ہلکی گھڑ گھڑاہٹ سنائی دینے لگی۔ ''ٹکل ٹکل'' اور دوسری آوازیں بھی سنائ
رہیں جن کے پس منظر میں گھڑ گھڑاہٹ برابر جاری تھی۔ پھر تھوڑی دیر بعد سناٹا چھا گیا
معلوم ہو رہا تھا جیسے ان کے ہونٹ سل گئے ہوں۔

سب سے پہلے فریدی ہی بولا۔

''میرے خیال سے یہ جس ٹرانسمیٹر کی آوازیں ہیں وہ کسی کار میں فٹ ہے۔''

وہ سب اس کی طرف دیکھنے لگے۔

''مگر یہ چیخ کیسی تھی؟'' وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔

''تم ٹھیک کہتے ہو۔'' سعید اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا بولا۔ ''یہ گھڑ گھڑاہٹ کسی کار ہی کی تھی۔''

''لیکن یہ چیخ۔'' فریدی پرخیال انداز میں بولا۔ ''یہ کسی غیر ملکی کی نہیں تھی۔''

''تمہیں دھوکا ہوا ہے۔'' انسپکٹر بزجی نے کہا۔ ''وہ چیخ نہیں تھی۔''

''آپریٹر...... ریکارڈ لیا ہے؟'' فریدی نے آپریٹر سے پوچھا۔

''جی ہاں......!''

''سناؤ......!''

تھوڑی دیر بعد آپریٹر نے ریکارڈ سنایا۔ چیخ موجود تھی۔ ''ارے باپ'' صاف سنائی دیا۔

''آخر یہ ہے کیا بلا......؟'' انسپکٹر سنگھ نے کہا۔

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ فریدی نیا سگار سلگا رہا تھا۔

''اس میں دو نام بھی لیے گئے ہیں۔'' وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔ ''اولیو ہاورڈ اور سیسل براؤن۔''

''یہ لپ اسٹک کے دھبوں پر نظر رکھنے والوں کے بس کا روگ نہیں معلوم ہوتا۔'' آصف نے مسکرا کر کہا۔

فریدی جواباً مسکرا کر رہ گیا۔

''اس بار تو وہی تیر ماریں گے جن سے عورتیں نہیں سنبھلتیں۔'' سعید نے قہقہہ لگایا۔

''میں تم سے بات نہیں کر رہا ہوں۔'' آصف تلخ لہجے میں بولا۔

''میں خود چھچھورے آدمیوں سے بات کرنا پسند نہیں کرتا۔''

''منہ میں لگام دو۔'' آصف کھڑا ہو گیا۔

''یار تم لوگ باز نہیں آؤ گے۔'' فریدی نے کہا اور سعید کو کھینچتا ہوا باہر لایا۔

''تم دخل مت دیا کرو۔'' سعید ہانپتا ہوا بولا۔ ''اس کے کیڑے جھاڑنے ہی پڑیں گے۔''

''اونہہ...... چلو...... آؤ...... تھوڑی تفریح ہو جائے۔ تم نے ابھی کھانا نہ کھایا ہوگا۔''

فریدی کی کیڈی لاک کولتار کی چکنی سڑک پر پھسل رہی تھی اور اس کا ذہن ان آوازوں سے زیادہ اس چیخ میں الجھا ہوا تھا۔

"سپرنٹنڈنٹ نے ناحق اتنی بھیڑ اکٹھا کی تھی۔" سعید بولا۔

"کیوں؟"

"اس قسم کے اشارے نہ تو اپنے یہاں ملٹری ہی میں رائج ہیں اور نہ ہی مرکزی سی آئی ڈی میں۔"

"یہ تو ہے۔" فریدی نے آہستہ سے کہا۔

"ظاہر ہے کہ یہ سب بیچارے انگلیوں کے نشانات کے ماہر ہیں۔"

"مگر یار......وہ چیخ" فریدی نے دھیرے سے کہا۔

"وہ اور زیادہ حیرت انگیز تھی۔ چیخ کے ساتھ ہی کچھ دیر کیلئے وہ آوازیں بند ہوگئی تھیں۔"

"اور پھر گھر گھراہٹ سنائی دی تھی۔" فریدی نے کہا۔ "اور ان آوازوں کا سلسلہ پھر جاری ہوگیا تھا۔"

"تم کسی خاص نتیجے پر پہنچے ہو؟" سعید نے پوچھا۔

"فی الحال اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کسی ایسے ٹرانسمیٹر کی آوازیں تھیں جو کسی کار میں فٹ ہے۔"

سعید کچھ نہ بولا۔ وہ تھوڑی دیر تک سگریٹ کے ہلکے ہلکے کش لیتا رہا پھر کہنے لگا۔

"اور وہ مجھے تقریباً زبانی یاد ہے۔" فریدی بولا۔ "لیکن یہ اشارے میرے لئے قطعی نئے تھے۔ دوسری جنگ عظیم میں بعض پارٹیوں نے نئے اشارے اختراع کئے تھے ان میں سے کچھ مجھے بھی معلوم ہیں لیکن یہ ان میں سے بھی نہیں تھے۔" کیڈی لاک مے پول ہوٹل کے سامنے رک گئی۔

اور وہ دونوں اتر کر اندر چلے گئے۔ ایک حسین اور خوش گلو رقاصہ اسٹیج پر رقص کر رہی تھی۔ لیکن فریدی کا ذہن ان آوازوں میں الجھا ہوا تھا۔

چوٹ

سردی شباب پر تھی۔ شاہراہیں سنسان ہو چکی تھیں۔ خصوصاً شہر کے باہر تو قبرستان کی سی

خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ آدھی رات کے ستارے ننداسی آنکھوں سے اپنے نیچے پھیلی ہوئی بیکراں خلاؤں میں گھور رہے تھے۔ کرائم رپورٹر انور نے بے خبری میں کروٹ لی اور سڑک کے نیچے لڑھک آیا۔ اس کے چاروں طرف سائیں سائیں کرتا ہوا جنگل بکھرا ہوا تھا اور سر پر سیاہ اور ٹھنڈی رات اپنے تاریک بازو پھیلائے منڈلا رہی تھی۔

دفعتاً وہ کراہ کر اٹھ بیٹھا اور بے ساختہ اپنے سر کی پشت پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ زخم سے بہے ہوئے خون کے منجمد لختے بالوں میں پھیلنے لگے۔ وہ اس طرح اچھل کر کھڑا ہوگیا جیسے اس کا یہ فعل قطعی مشینی رہا ہو۔ نقاہت ضرور محسوس ہو رہی تھی اور رات کی تاریکی اسے معمول سے زیادہ گہری نظر آرہی تھی۔ لیکن پھر بھی اپنے اعضا میں چستی پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اس کی چھوٹی سی ٹارچ بدستور موجود تھی لیکن نہ جانے کیوں وہ اسے استعمال کرنے کے بجائے اپنی دکھتی ہوئی آنکھوں پر زور دینے لگا۔

سناٹے کا تسلسل بدستور قائم تھا۔ انور ایک درخت کے تنے کی آڑ میں کھڑا ہو کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت آہستہ آہستہ واپس آرہی تھی۔ وہ کافی دیر تک اسی طرح کھڑا رہا۔ پھر جیب سے رومال نکال کر زخم پر باندھتا ہوا مغربی نشیب میں اترنے لگا۔ جھاڑیوں کی سرسراہٹ سناٹے میں پھیل رہی تھی۔ کچھ دور چلنے کے بعد وہ پھر رک کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی آہٹ کا منتظر ہو۔

پھر اس نے جیب سے ٹارچ نکالی اور جھاڑیوں میں روشنی ڈالنے لگا۔ اس کی موٹر سائیکل جوں کی توں موجود تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ شہر کی طرف واپس جا رہا تھا۔ سردی یونہی شدید اس پر سے طوفانی رفتار سے دوڑنے والی موٹر سائیکل پر ہوا کے طمانچے......انور کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے زخم پر برف کے ہتھوڑے پڑ رہے ہوں۔ اس موسم میں شاید درد بھی منجمد ہوگیا تھا۔ زخم کی جگہ پر ایک بڑا سا دکھتا ہوا پتھر معلوم ہو رہا تھا اور سر اتنا بھاری لگ رہا تھا جیسے ذرا سی بے احتیاطی اسے گردن سے نیچے لڑھکا دے گی۔

شہر کی سنسان مگر روشن راہوں سے گزرتے وقت وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں موٹر سائیکل فٹ پاتھ پر نہ چڑھ جائے اس کے ہاتھ بُری طرح کانپ رہے تھے اور اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے

وہ پھر بیہوش ہو جائے گا۔

آخر کار اس نے ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ کے سامنے موٹر سائیکل روک دی۔ کچھ دور کھڑا ہوا سنتری چونک پڑا۔ وہ اسے شک آلود نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ جیسے ہی انور ٹیلی فون کی طرف بڑھا اس نے آواز دی۔

"کون ہے؟"

انور رک گیا۔ سنتری اپنے جوتوں کی آواز سے سناٹے میں گونج پیدا کرتا ہوا اس قریب آیا۔

"کیا بات ہے؟"

"فون کروں گا۔"

"جانتے ہو کیا وقت ہے؟" سنتری نے پوچھا۔

"دو......!" انور نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"پھر......؟" سنتری کی تیز نظریں انور کو ٹٹولنے لگیں۔

انور کو خیال آیا کہ بوتھ تو کبھی کا بند ہو چکا ہوگا۔

"اوہ...... مجھے دھیان نہیں تھا۔" انور موٹر سائیکل کی طرف پلٹا۔

"ٹھہرو......!" سنتری نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ وہ پھر انور کے قریب آیا اور اس کی آنکھ میں دیکھنے لگا۔

"کہیں دنگا فساد کیا ہے؟" اس کی نظریں چوٹ پر بندھے ہوئے رومال کی طرف اٹھ گ جس پر خون کا بڑا سا دھبہ دکھائی دے رہا تھا۔

"نہیں، گر گیا تھا۔"

"کہاں......؟"

انور جھنجھلا گیا۔ کوئی اور موقعہ ہوتا تو شاید وہ اس کے منہ پر تھپڑ مارنے سے باز نہ آتا اس وقت جب کہ ایک قدم اٹھانا بھی دشوار معلوم ہو رہا تھا خون کا گھونٹ پی کر رہ ہی جانا پڑا۔

"فون کرنا ضروری ہے۔ میں اس حالت میں گھر تک نہیں پہنچ سکتا۔" اس نے کہا۔

سنتری چند لمحے تک اسے دیکھتا رہا پھر ایک طرف اشارہ کر کے بولا۔

"تھانے سے کر دو۔"

"اوہ......!" انور کے جسم میں پھر سے توانائی آ گئی۔ وہ بھول ہی گیا تھا کہ قریب ہی تھانہ ی ہے۔

"اچھا دوست......!" انور نے مسکرا کر کہا۔ "ذرا یہ موٹر سائیکل دیکھنا، تھانے والے مجھے ہی طرح پہچانتے ہیں۔"

اس کے جانے کے بعد بھی سنتری کافی دیر تک وہاں کھڑا رہا۔

تھانے کا انچارج انور کو اچھی طرح پہچانتا تھا اسے اس حال میں دیکھ کر مسکرایا۔ "کہئے قبلہ ریت تو ہے؟"

"میں ذرا فون کروں گا۔"

اس نے فون کی طرف اشارہ کیا۔

انور نے ڈائل پر انگلی رکھی اور پھر پلٹ کر انچارج کی طرف دیکھنے لگا۔ جو معنی خیز انداز ل مسکرا رہا تھا۔

"یہ چوٹ کیسی ہے؟" اس نے پوچھا۔

"گر گیا تھا۔" انور نے کہا اور نمبر ملانے لگا۔

"ہیلو...... فریدی صاحب ہیں...... اوہ...... آپ...... آپ جاگ رہے ہیں۔ میں انور ل رہا ہوں...... ولی گنج کے تھانے سے...... مجھ میں اتنی سکت نہیں ہے کہ آپ تک پہنچ سکوں۔ ذرا آئیے۔"

انور ریسیور رکھ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ انچارج اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"آخر بات کیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔"

"کیا انسپکٹر فریدی صاحب کو فون کیا ہے؟"

انور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تب تو کوئی خاص ہی بات ہوگی۔" انچارج سر ہلا کر مسکراتا ہوا بولا۔

انور جواب دینے کی بجائے سگریٹ سلگانے لگا۔

"یقیناً کسی سے لڑ کر آ رہے ہو۔" انچارج نے کہا۔

"پتہ نہیں آپ لوگ مجھے بیل کیوں سمجھتے ہیں۔" انور کے لہجے میں تلخی تھی۔

انچارج تھوڑی دیر تک اُسے پُرتمسخر انداز میں دیکھتا رہا پھر ایک طرف مڑ کر اونگھنے لگا۔

انور اپنے جسم کو گرم رکھنے کے لئے سگریٹ پر سگریٹ پھونک رہا تھا۔

تقریباً پندرہ یا بیس منٹ کے بعد سنتری انور کی موٹر سائیکل دھکیلتا ہوا تھانے میں آیا۔ اسے غالباً یہ شبہ ہوا تھا کہ وہ کوئی مجرم تھا جو اس سے اپنا پیچھا چھڑانے کے لئے موٹر سائیکل اس کی حفاظت میں دے کر خود کہیں فرار ہوگیا۔

انور کو انچارج کے قریب بیٹھا دیکھ کر اس نے اطمینان کا سانس لیا۔

"صاحب آپ کی موٹر سائیکل برآمدے میں رکھی ہے۔" اس نے انور سے کہا اور واپس چلا گیا۔

انچارج ایک لحظہ کے لئے چونک کر پھر اونگھنے لگا۔

ڈھائی بجے انسپکٹر فریدی تھانے میں داخل ہوا۔ انچارج نے چونک کر اس کی طرف دیکھا پھر کھڑا ہوگیا۔

"بڑی دیر سے پوچھ رہا ہوں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ "مگر انہوں نے کچھ بتایا ہی نہیں۔"

فریدی نے انور کے سر پر بندھے ہوئے رومال کو بغور دیکھا...... پھر انچارج کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے اپنے سر کو جنبش دی۔

"آؤ چلیں......!" اس نے انور سے کہا۔ "موٹر سائیکل یہیں رہنے دو۔"

انچارج نے اردلی کو آواز دی۔

"موٹر سائیکل اندر رکھ دو۔" اس نے اردلی سے کہا۔

فریدی کی کیڈی لاک سنسان سڑکوں سے گزر رہی تھی۔

"تو تم اس کار کے پیچھے لگ گئے تھے؟" فریدی نے کہا۔

انور بے ساختہ اچھل پڑا۔ وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر فریدی کو گھور رہا تھا۔

فریدی نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"آپ کو کیسے معلوم ہوا......؟"

"میں نے تمہاری چیخ سنی تھی۔" فریدی بولا۔

"اور اس پر بھی آپ نے مجھے وہاں پڑا رہنے دیا۔" انور نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"تم غلط سمجھے! مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ تم تھے کہاں؟"

"پھر......؟"

"میں نے تمہاری چیخ ٹرانسمیٹر پر سنی تھی اور تمہارا لہجہ صاف پہچانا تھا۔"

انور خاموش ہوگیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔

"آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ کار تھی؟"

"وہ آسانی سے معلوم ہوگیا تھا۔ تمہاری چیخ کے فوراً بعد ہی کار اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی تھی اور کار کے انجن کی آواز کے ساتھ ہی کافی دیر تک وہ اشارے بھی سنے جاتے رہے تھے۔"

"میں کئی دنوں سے اس کار کے پیچھے لگا ہوا ہوں۔"

"ہوں......!" فریدی پرخیال انداز میں بولا۔ "اس کے متعلق کچھ اندازہ بھی لگایا۔"

"اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ وہ کسی غیر ملک کے جاسوس ہیں۔"

"ان میں کسی کی شکل بھی دیکھی ہے؟"

"نہیں......اس میں کامیاب نہیں ہوسکا۔"

"کار کا نمبر......؟"

"اندھیرا تھا......!"

"خیر......!" فریدی نے طویل سانس لے کر کہا۔ "اطمینان سے باتیں کریں گے۔"

گھر پہنچ کر فریدی نے انور کے زخم کی ڈریسنگ کی اور تھوڑی دیر تک اس کے چہرے پر نظریں جمائے رہا۔

"برانڈی دوں......؟" اس نے پوچھا۔

''آپ جانتے ہیں کہ میں نہیں پیتا۔''

''اور میں تمہاری اصول پرستی کی قدر کرتا ہوں۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''بہر حال سردی شدید ہے۔ ٹھہرو..... میں کافی بناتا ہوں۔''

''آپ.....؟''

''ہاں..... رات کو میں کسی نوکر کو جگانا پسند نہیں کرتا۔''

فریدی نے ہیٹر لاکر اس پر کافی کے لئے پانی رکھ دیا۔

''ہاں..... اب کہہ چلو.....!''

آج سے چار دن قبل میں رات کو تارجام سے آ رہا تھا۔ راستے میں میں نے اس کار کو دیکھا اور اسے نظر انداز کر کے شہر واپس آ گیا۔ دوسری رات پھر یہی واقعہ پیش آیا۔ کار ٹھیک اسی مقام پر دکھائی دی لیکن میں جلدی میں تھا اور اس رات بھی میں نے اسے کوئی اہمیت نہ دی۔ تارجام میں میں نے تھوڑا سا بزنس بھی شروع کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر رات گئے تک مجھے وہاں ٹھہرنا پڑتا ہے۔ بہر حال تیسری بار اس کار کو وہاں دیکھ کر مجھے اسے اہمیت دینی ہی پڑی۔ لہٰذا آج میں تارجام جانے کی بجائے سرِ شام ہی وہاں جاکر چھپ گیا۔''

انور سگریٹ سلگانے کے لئے رک گیا۔ فریدی کی نظریں ہیٹر پر رکھی ہوئی کیتلی پر جمی ہوئی تھیں۔

''ٹھیک دس بجے کار وہاں پہنچی میں قریب ہی جھاڑیوں میں چھپا ہوا تھا۔'' انور سگریٹ کا طویل کش لے کر بولا۔ ''اور پھر کسی کے بولنے کی آواز سنائی دی۔ لہجہ یوروپین تھا۔ لیکن زبان..... اس کے متعلق خود آپ ہی کہہ چکے ہیں کہ وہ کسی قسم کے اشارے تھے۔''

انور خاموش ہو کر فریدی کی طرف دیکھنے لگا جو ابھی تک کیتلی ہی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''میں جھاڑیوں سے نکل کر کار کی پشت پر آ گیا۔ دراصل میں بولنے والے کا چہرہ دیکھنا چاہتا تھا لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ کیونکہ کار میں اندھیرا تھا۔ البتہ میں نے یہ اندازہ ضرور لگا لیا کہ اس میں کئی آدمی تھے اور پھر شاید کسی نے پیچھے سے مجھ پر حملہ کیا۔''

''کار کا رنگ اور موڈل وغیرہ بتا سکو گے؟'' فریدی نے پوچھا۔

''میرا خیال ہے کہ ۴۶ء کی فورڈ تھی۔''

تھوڑی دیر بعد کافی تیار ہو گئی۔

''اب اس وقت گھر تو جاؤ گے نہیں؟'' فریدی نے پوچھا۔

''نہیں.....!'' انور نے کہا۔ ''لیکن میں حمید کے کمرے میں نہیں لیٹوں گا۔''

فریدی کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''نہیں..... وہ گھر میں ہے ہی نہیں۔''

''تب میں خوش نصیب ہوں۔ خواہ مخواہ بھیجا چاٹ کر رکھ دیتا ہے۔''

فریدی نے کافی کی پیالی انور کی طرف بڑھا دی۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد فریدی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ باہر قدموں کی آواز سنائی دی۔

سرجنٹ حمید کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے سیاہ سوٹ پر السٹر پہن رکھا تھا۔ فلٹ ہیٹ سر کی پشت پر چپکی ہوئی تھی اور بال پیشانی پر لٹک آئے تھے۔ کمرے میں ان دونوں کو بیٹھا دیکھ کر وہ ٹھٹھک گیا۔ شاید وہ یہ سمجھا تھا کہ فریدی سو گیا ہوگا اور وہ چپ چاپ اپنے کمرے میں چلا جائے گا۔ پھر صبح کو اس سے کہے گا کہ وہ تو گیارہ بجے ہی واپس آ گیا تھا۔ بہر حال انور کے سر پر پٹی بندھی دیکھ کر اس کے ذہن نے قلابازی کھائی اور قبل اس کے کہ فریدی اس سے اتنی رات گئے گھر آنے پر باز پرس کرتا..... حمید انور کو مخاطب کر کے بولا۔

''تو آپ یہاں مزے کر رہے ہیں اور وہ بے چاری رشیدہ پریشان ہو رہی ہے۔''

فریدی نے حمید کو گھور کر دیکھا۔

''جی ہاں۔'' حمید اپنی فلٹ ہیٹ اتار کر میز پر اچھالتا ہوا بولا ''آپ آج شام کو چند غنڈوں سے لڑ کر کہیں غائب ہو گئے تھے۔ اس وقت سے میں اور رشیدہ نہ جانے کہاں کہاں کی خاک چھانتے پھر رہے ہیں۔''

''کس نالی کا کیچڑ چاٹ کر آ رہے ہو؟'' انور نے مسکرا کر پوچھا۔

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فریدی نے تیز لہجے میں پوچھا۔

''کہاں تھے؟''

''بتایا تو کہ رشیدہ کے ساتھ.....!''

''انور کی تلاش کر رہے تھے۔'' فریدی نے جملہ پورا کر دیا۔

"جی ہاں......!"

"اور انور کہاں تھا......؟"

"جہنم میں......!" حمید جھلا کر بولا اور کیتلی کا ڈھکن اٹھا کر دیکھنے لگا۔

"شامت آئی ہے۔"

"پتہ نہیں مجھے تو دکھائی نہیں دیتی۔" حمید نے لاپروائی سے کہا اور پیالی میں کافی انڈیلنے
پھر انور کی طرف دیکھ کر بولا۔

"اب غنڈہ گردی بھی شروع کردی ہے تم نے؟ یار کسی دن بند نہ کرادوں تمہیں۔"

"تم تھے کہاں......؟" فریدی نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"تب معاملہ گڑبڑ معلوم ہوتا ہے۔" حمید سنجیدگی سے بڑبڑایا اور فریدی کی طرف
معصومیت سے بولا۔ "ہائی سرکل نائٹ کلب میں۔"

"کل سے پھاٹک نہیں کھلے گا۔" فریدی نے کہا۔

"آپ بات تو سمجھتے نہیں۔" حمید منہ سکوڑ کر بولا۔ "میں جانتا ہوں کہ آج کل آپ
ٹکل کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔ لہٰذا قبل اس کے کہ میری موت آئے میں اگلے
سارے گناہ معاف کرالینا چاہتا ہوں۔"

"بکومت......!"

"اچھا نہیں بکوں گا۔ میں سمجھا تھا شاید آپ میری بکواس سننا چاہتے ہیں۔"

"میرے خیال سے شاید اب وہ کار اس جگہ نہ دکھائی دے۔" فریدی نے انور سے

"میں خود بھی یہی سوچ رہا ہوں۔" انور بولا۔

"تم ہمیشہ غلط سوچتے ہو۔" حمید نے کہا۔

"پھر بولے تم......!" فریدی اسے گھورنے لگا۔

"لیکن غلط نہیں بولا۔"

"شٹ اپ......!"

گلدان میں ہاتھی

"مثلاً یہ گلدان" حمید نے مینٹل پیس سے ایک چینی کا گلدان اٹھا کر جھٹکے دار آواز میں کہا۔
میں چاہوں تو اس گلدان سے ہاتھی نکال سکتا ہوں۔"

"کیا بکتے ہو۔" فریدی اسے گھور کر بڑبڑایا۔

"خدا کی قسم ہاتھی نکالوں گا۔"

انور بیزاری سے دوسری طرف دیکھ رہا تھا اور رشیدہ ہنس رہی تھی۔ وہ اس وقت ڈائننگ
میں صبح کا ناشتہ کررہے تھے۔ انور رات بھر گھر سے غائب رہا تھا۔ اس لئے رشیدہ نے صبح ہی
فریدی کو فون کیا تھا۔ ایسے مواقع پر وہ ہمیشہ یہی کرتی تھی۔ بہرحال فریدی سے انور کے متعلق
م ہونے پر وہ سیدھی یہیں چلی آئی تھی۔

حمید پر اب تک ہپناٹزم (عمل تنویم) کی مشقوں کا بھوت سوار تھا۔ اس لئے وہ عموماً بہت
ہلکے قسم کا ناشتہ کرتا تھا۔ اس وقت بھی وہ تھوڑا سا پورج کھا کر اور ایک گلاس گرم گرم دودھ پینے
بعد اٹھ گیا تھا اور اب ٹہل ٹہل کر کافی پی رہا تھا۔

"ہاں تو اس میں سے ہاتھی ضرور نکلے گا۔" اس نے گلدان کو میز پر رکھ کر اسے رومال سے
ک دیا۔

"چین سے بیٹھو ورنہ چانٹا ماردوں گا۔" فریدی بولا۔

"ہپناٹزم میں وہ قوت ہے کہ وہ ہی چانٹا انور کے منہ پر بھی پڑسکتا ہے۔" حمید نے ہانک
ا۔ "لیکن ہاتھ بی رشیدہ کا ہوگا۔"

"رشیدہ کا سینڈل اور تمہارا سر بھی ہوسکتا ہے۔" انور نے کہا۔

"اخلاقاً اسے بھی برداشت کرلوں گا۔ کیونکہ فی الحال تمہارا سر اس قابل نہیں ہے اور رشیدہ
حبہ اپنے معمولات میں فرق بھی نہ ڈال سکیں گی کیونکہ رشیدہ صاحبہ یہ غذا آپ کے ناشتہ ہی
، ساتھ مہیا کرنے کی عادی ہیں۔"

"مجھے مت گھسیٹئے۔" رشیدہ نے مسکرا کر کہا اور کافی کا گھونٹ لے کر گلدان کی طرف

"آپ خود ہی اسکے ساتھ گھسٹتی پھرتی ہیں۔" حمید منہ سکوڑ کر بولا۔ "ورنہ یہ اس

"حمید تمہاری زبان بند ہوگی یا دوسرا راستہ اختیار کیا جائے۔" فریدی اسے گھور

"ہاں تو جناب...... اس گلدان سے ہاتھی برآمد ہوگا۔" حمید نے اس کی بات

"ارے انور...... اپنے دونوں ہاتھ الگ رکھو...... اگر انگلیاں پھنسائے رہے تو......!"

اس کا جملہ پورا ہونے سے قبل ہی فریدی نے اس کا کان پکڑ کر باہر نکال دیا۔

حمید نے یہ سارا کھڑاگ اسی لئے پھیلایا تھا کہ اسے فریدی اور انور کی اس گفتگو
مل جائے جو چھڑنے ہی والی تھی۔ آج کل وہ سر کھپانے کے موڈ میں نہیں تھا۔ وہ اچھی
تھا کہ ٹرانسمیٹر پر سنائی دینے والی آوازیں عنقریب ہی وبال جان بننے والی ہیں۔ انور
والے حادثے نے تو رہی سہی کسر بھی پوری کر دی تھی۔ بہرحال وہ دل ہی دل میں
کمرے سے نکل گیا۔

اسکے جانے کے بعد رشیدہ نے اٹھ کر گلدان پر سے رومال ہٹایا اور پھر کھل کھلا کر

"کیا ہے......؟" فریدی نے مسکرا کر پوچھا۔

رشیدہ نے گلدان میز پر الٹ دیا۔

انور بھی بے اختیار مسکرا پڑا۔

پیتل کا ایک چھوٹا سا ہاتھی گلدان سے نکل پڑا تھا۔

"یار بڑا اُلّو ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "لیکن میں اسے خوب سمجھتا ہوں۔ بظا
بچوں کی سی حرکت ہے لیکن اس کا مقصد میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔"

"کیا......؟" انور نے پوچھا۔

"بس ڈوج دے کر نکل گیا۔"

"یعنی......؟"

"ہماری گفتگو میں حصہ نہیں لینا چاہتا تھا۔" فریدی پیتل کے ہاتھی پر نظریں جما
بولا۔ وہ تھوڑی دیر اس کی طرف دیکھتا رہا پھر دفعتاً چونک پڑا۔

"ذرا اسے اٹھانا تو......!" اس نے رشیدہ سے کہا۔

شیدہ نے وہ کھلونا فریدی کی طرف کھسکا دیا۔

یدی اسے ہاتھ میں لے کر بغور دیکھتا رہا۔ پھر اسے میز پر رکھ کر انور کی طرف دیکھنے لگا۔
ندازایسا تھا جیسے وہ اپنے حافظے پر زور دے رہا ہو۔

حمید......!" اس نے آواز دی جو برابر والے کمرے میں کھڑا ہلکے سروں میں سیٹی بجا رہا تھا۔

فرمایئے۔" اس نے وہیں سے کھنکھناتی ہوئی آواز میں ہانک لگائی۔

یہاں آؤ۔"

دوسرا کان میں اپنے لئے رکھنا چاہتا ہوں۔"

چلو......!" فریدی کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

غلام حاضر ہے۔ زیادہ تاؤ کھانے کی ضرورت نہیں۔" حمید نے ڈرائنگ روم میں آ کر کہا۔

یہ ہاتھی کہاں تھا......؟"

میں کیا بتا سکتا ہوں......" حمید لاپروائی سے بولا۔

بیکار باتیں مت کرو۔" فریدی نے زچ ہو کر کہا۔ "مذاق کے دوسرے مواقع بھی ہو سکتے ہیں۔"

یہ یہاں کیسے آیا......؟" حمید نے رشیدہ سے پوچھا۔

گلدان میں تھا۔"

ید نے قہقہہ لگایا اور پھر ضرورت سے زیادہ سنجیدہ ہو گیا۔

انور...... یہ سب تمہاری بدولت ہوا۔" اس نے کہا۔

کیا مطلب......؟" انور بھنا کر پلٹا۔

میں تم سے کہہ رہا تھا کہ انگلیوں میں انگلیاں پھنسا کر مت بیٹھو۔"

پھر وہی بکواس۔" فریدی بولا۔

اگر یہ ایسا نہ کرتا تو ہاتھی زندہ اور گوشت پوست میں ہوتا۔"

اچھا بیٹے ذرا قریب آؤ۔" فریدی نے پیتل کے ہاتھی کی دم پکڑ کر اسے گھماتے ہوئے کہا۔

ں کی دم اس طرح گھوم رہی تھی جیسی وہ چوڑیوں پر کس دی گئی ہو۔ دیکھتے ہی دیکھتے دم

الگ ہوگئی اور اس کی جگہ ایک سوراخ دکھائی دینے لگا۔ فریدی اپنا ہاتھ پھیلا کر اسے اپ
کی سطح تک لایا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس کھوکھلے ہاتھی کے اندر کچھ دیکھ رہا ہو
ہاتھی والا ہاتھ اپنے چہرے کے قریب نہیں لے گیا۔

"ذرا دیکھو تو اس میں کیا ہے؟" فریدی نے ہاتھی حمید کے چہرے کے قریب
ہوئے کہا۔

حمید دیکھنے کے لئے جھکا لیکن سوراخ آنکھ کے بجائے ناک سے جا لگا اور حمید تل
ہٹ گیا۔

وہ اس طرح منہ بنا رہا تھا جیسے چھینک روکنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر دفعتاً اس پر
دورہ پڑ گیا۔

فریدی بے تحاشہ ہنس رہا تھا۔

"ارے...... ارے...... آق چھیں......!" حمید کمرے میں ناچ رہا
مصیبت...... آق چھیں۔"

انور اور رشیدہ متحیر تھے۔ وہ ہنس تو رہے تھے مگر احمقوں کی طرح۔ حمید برابر چھینکے

"یہ کیا...... آق چھ...... چھیں چھیں...... ارے۔" وہ جھلاہٹ میں پیر پٹخنے لگا۔

"میں تمہاری ناک سے دوسرا ہاتھی برآمد کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔" فر
کر بولا۔

"میں...... ہر...... آق چھیں...... جاؤں چھیں......!" حمید جھلا کر اپنے منہ پر تھپڑ ما

انور اور رشیدہ کبھی اس کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی پیتل کے اس ہاتھی کی طرف۔

"ارے چھیں...... مچھیں...... بچاؤ...... بچھیں......!" وہ دھڑام سے ناشتے کی میز

"اسے پکڑو۔" فریدی نے انور سے کہا اور اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

انور نے حمید کو اٹھا کر ایک آرام کرسی پر ڈال دیا۔ اسے اب بھی چھینکیں آ رہی تھ
ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کے ہاتھ پیر میں سکت نہ رہ گئی ہو۔ سرخ سرخ آنکھیں اب
سے ابلی پڑ رہی تھیں اور آنسو تھے کہ رکنے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔

"اماں یہ کیا ہوا......؟" انور گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔ البتہ اس کی آنکھوں سے بے بسی جھانکنے لگی تھی اور چھینکیں
بھی تک جاری تھیں۔

پیتل کا ہاتھی میز پر پڑا تھا اور رشیدہ جھکی ہوئی اسے بغور دیکھ رہی تھی۔ دفعتاً وہ کچھ اور جھکی
اور ہاتھی سے اپنا کان لگا دیا۔

"ارے......!" وہ اچھل کر میز سے الگ ہٹ گئی۔

"کیا ہوا......؟" انور چونک کر مڑا۔

"آواز...... اس میں سے آ رہی ہے۔"

انور تیزی سے میز کی طرف جھپٹا۔ اس نے جھک کر سنا اور احمقوں کی طرح منہ پھاڑ کر حمید
کی طرف دیکھنے لگا۔

"آواز......!" حمید اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ "آق...... اچھیں...... چھیں۔"

اس نے پھر اپنا سر پیٹنا شروع کر دیا۔

فریدی ایک ہاتھ میں سرنج لئے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔

"اس میں سے آواز آ رہی ہے۔" انور نے ہاتھی کی طرف اشارہ کیا۔

"حمید کا ہپناٹزم بول رہا ہوگا۔" فریدی نے کہا۔

"ہپناٹزم کی...... چھیں......" حمید نے پھر اپنے منہ پر تھپڑ مارا۔

فریدی نے اس کے بازو میں انجکشن دے دیا۔ حمید کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ لیکن فریدی
کے چہرے سے بے اطمینانی کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔ انور نے فریدی کو اس پیتل کے ہاتھی کی
طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ کیونکہ فریدی حمید کو چھیڑنے میں مصروف تھا۔

"میں منع کرتا تھا کہ ہپناٹزم کے چکر میں نہ پڑو۔"

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی چھینکیں اب کچھ کم ہو چلی تھیں۔ اس میں اتنی قوت بھی
نہ رہ گئی تھی کہ وہ اس ہاتھی سے نکلنے والی آواز پر اپنے چہرے کو متحیر بنا سکتا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر
فریدی نے انور کی بات ہنس کر کیوں ٹال دی تھی۔ وہ خود اس ہاتھی کو ایک معمولی سا کھلونا سمجھا

تھا۔لیکن اس کے اندر سے نکلنے والی وہ تیز قسم کی بو کیسی تھی جس سے اس پر چھینکوں کا دورہ پڑ
تھا۔اس ہاتھی کے سلسلے میں اسے پچھلی رات یاد آ گئی۔

فریدی اٹھ کر انور اور رشیدہ کے پاس جا بیٹھا۔تھوڑی دیر بعد حمید کو چھینکوں سے نجات
اور اس پر غنودگی طاری ہوگئی۔فریدی نے انور اور رشیدہ کو دوسرے کمرے میں چلنے کا اشارہ
اور خود بھی اٹھا۔پیتل کا ہاتھی اس کے ہاتھ میں تھا۔

''آخر یہ ہے کیا بلا......؟'' انور نے دوسرے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔

''ایک دلچسپ چیز......!'' فریدی نے کہا۔''مگر یہ حمید کو کہاں ملا۔''

فریدی اسے پھر الٹنے پلٹنے لگا اس کے پیٹ میں ایک دوسرا سوراخ تھا۔جس کا قطر
انچ ضرور رہا ہوگا اور اس میں لکڑی کا ایک ٹکڑا پھنسا ہوا تھا۔یہ ٹکڑا بھی گول ہی تھا لیکن اس کی
پر کئی ابھرے ہوئے نکیلے نشانات تھے۔ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کوئی بڑا ٹکڑا رہا ہو اور سوراخ
پاس سے ٹوٹ گیا ہو۔

فریدی حسب عادت خاموش ہو گیا تھا انور اور رشیدہ کو الجھن ہونے لگی۔

انور تو اس کی عادات و اطوار سے بخوبی واقف تھا لیکن رشیدہ کو حقیقتاً اس کی خاموشی کھ
رہی تھی۔

''آپ نے نہیں بتایا کہ یہ ہے کیا......؟'' وہ بے صبری سے بولی۔

''کسی چھڑی کا دستہ۔'' فریدی نے کہا اور ہاتھی کو میز پر رکھ کر سگار سلگانے لگا۔

''لیکن حمید صاحب کو یک بیک چھینکیں کیوں آنے لگی تھیں؟''

فریدی نے پھر ہاتھی کی دم علیحدہ کر کے اس کے نیچے سے نمودار ہونے والے سوراخ
رشیدہ کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔''اس کی ناک اس سوراخ سے جا لگی تھی۔''

''شاید آپ زیادہ نہیں بتانا چاہتے۔'' رشیدہ شوخی سے بولی اور انور اسے گھورنے لگا۔

فریدی نے قہقہہ لگایا۔''یہ تم نے کیسے سمجھ لیا۔اگر یہ بات ہوتی تو میں اس کا تذکرہ ہی
چھیڑتا۔''

رشیدہ خاموش ہو گئی۔

فریدی تھوڑی دیر بعد پھر بولا۔

''تم نے اس میں جو آوازیں سنی تھیں اس پر مجھے قطعی حیرت نہیں کیونکہ میں اس کے متعلق
پہلے ہی سے تھوڑا بہت جانتا تھا اور یہ بھی معلوم تھا کہ حمید کو اس کی شرارت کا مزہ بھی اسی کے
ذریعے چکھایا جا سکتا ہے۔''

''تو کیا حمید اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔'' انور نے کہا۔

''اگر جانتا ہوتا تو اپنا چہرہ اس کے قریب کبھی نہ لاتا۔'' فریدی بولا۔

''بہر حال اس کے تین مصرف ہیں۔یہ کسی چھڑی کا دستہ بھی ہے۔اسے نسوار دان بھی سمجھا
جا سکتا ہے لیکن حقیقتاً یہ ایک ننھا سا ٹرانسمیٹر ہے۔''

''ٹرانسمیٹر......!'' انور بے ساختہ اچھل پڑا۔

''ہاں......ٹرانسمیٹر......پچھلی جنگ میں جاپانی جاسوسوں نے اسے چین ملایا اور انڈیمان
میں استعمال کیا تھا۔''

''لیکن آپ نے اسے ٹرانسمیٹر ہی کیسے سمجھ لیا تھا......؟'' رشیدہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ
کر بولی۔''اسے بچوں کا کھلونا بھی سمجھا جا سکتا ہے۔''

''کئی وجوہات کی بناء پر'' فریدی نے پر خیال انداز میں کہا۔''ایک تو یہ لکڑی کا ٹکڑا......
دوسرا سونڈ پر یہ ابھرا ہوا نوکیلا نشان اس کی چمک دیکھ رہی ہو۔یہ کرسٹل ہے۔آواز کی لہروں کا
انجذاب اسی کرسٹل کے ذریعہ ہوتا ہے۔یہ لہروں کو اندر کی مشین بھی دکھاتا۔ممکن ہے کھولنے پر یہ
کام کا نہ رہ جائے۔''

انور اور رشیدہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھتے رہے۔

''یہاں پر اس کی موجودگی کوئی خاص معنی رکھتی ہے۔'' فریدی تھوڑی دیر بعد خود بخود
بڑبڑایا۔

''کہیں اس کا تعلق انہیں لوگوں سے نہ ہو۔'' انور بولا۔

''نہیں......وہ تو نہیں ہو سکتے۔'' فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''کیوں......؟''

"وہ آوازیں جو میں نے آفس کے ٹرانسمیٹر پر سنی تھیں وہ اس کے لئے قطعی بیکار ہیں۔ صرف اسی ٹرانسمیٹر کی نشر کی ہوئی آوازیں قبول کرسکتا ہے، جو اسی کی ساخت سے مناسبت رکھ ہو اور ہمارے ٹرانسمیٹروں کے لئے تو یہ بالکل ہی لایعنی ہے۔"

انور پھر کسی سوچ میں پڑ گیا۔ وہ خود بھی کافی ذہین، تیز اور طرار تھا لیکن فریدی کا سا ہوتے ہی کچھ اس طرح احساس کمتری کا شکار ہوتا کہ بعض اوقات تو خود کو بالکل ہی احمق تص کرنے لگتا تھا۔

"مجھے کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے۔" فریدی پھر بولا۔ "جیسے ملک میں بیرونی جاسوسوں کی خاصی بڑی تعداد موجود ہے۔"

"وہ تو ہمیشہ ہی رہتی ہے۔" انور نے کہا۔

"لیکن فی الحال وہ کسی خاص چکر میں معلوم ہوتے ہیں۔ ورنہ ٹرانسمیٹر پر انہیں خاص ق کے اشارے نشر کرنے کی ضرورت نہ محسوس ہوتی۔ خیر چھوڑو ہٹاؤ...... ہاں تو اس ہاتھی نما ٹرانسمیٹر کی بات ہو رہی تھی۔ اس کے استعمال کا ڈھنگ بڑا دلچسپ تھا۔ جاپانی جاسوس عموماً مذ پیشواؤں کے بھیس میں رہا کرتے تھے اور اس قسم کے ٹرانسمیٹر علانیہ طور پر لئے پھرتے تھے۔ ان کے عصا کے سر پر نصب ہوتے تھے۔ ان میں وہ اپنی نسوار بھی رکھا کرتے تھے اور نسوار سونگھ کے بہانے مجمع عام میں بھی ان کے ذریعہ بہ آسانی پیغام بازی کرسکتے تھے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں اس سے پہلے اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔" انور بڑبڑایا۔ "یہ نسوار ہی تھی جس نے میاں حمید کو چھینکنے پر مجبور کردیا تھا۔"

"یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اگر اس کے متعلق زیادہ لوگ جانتے ہوتے تو یہ اتنی آزادی سے استعمال نہ کیا جاتا۔"

"تو اس کا مطلب......!"

"مطلب بالکل صاف ہے۔" فریدی نے پیتل کا ہاتھی اٹھا کر کہا۔ "اس لکڑی کے ٹکڑے کو دیکھ رہے ہو۔ یہ کتنا صاف شفاف ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسے چھڑی سے علیحدہ ہوئے زیا عرصہ نہیں ہوا۔ ورنہ اس لکڑی کے ٹکڑے پر خاصی میل جمع ہوتی۔"

انور نے سر ہلایا۔

"یعنی کوئی حال ہی میں اسے چھڑی کے دستے کے طور پر استعمال کرتا رہا ہے۔" فریدی نے سگار سلگاتے ہوئے کہا۔ "اور پھر یہ کسی طرح چھڑی سے الگ ہوگیا۔ بہر حال اسے کوئی یہاں بھی آزادانہ طور پر ہی استعمال کرتا رہا ہے۔ ورنہ اسے چھڑی کے سرے پر لگانے کی کیا ضرورت تھی۔"

انور نے پھر سر ہلایا۔

فریدی کچھ دیر خاموش رہا پھر مسکرا کر بولا۔ "لہٰذا تمہیں اس بات پر افسوس نہ کرنا چاہئے کہ تم اس قسم کے ٹرانسمیٹر سے پہلے واقف نہیں تھے۔ اس ٹرانسمیٹر کا راز عام نہیں ہے۔ مجھے اس کے متعلق ایک جاپانی جاسوس ہی سے معلوم ہوا تھا، جو اتفاقاً میرے ہاتھ لگ گیا تھا۔"

"تب پھر مجھے واقعی افسوس نہ ہونا چاہئے۔" انور مسکرا کر بولا۔

فریدی کچھ اور کہنے جا رہا تھا کہ ایک نوکر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک طشتری تھی جس میں ایک ملاقاتی کارڈ رکھا ہوا تھا۔ فریدی نے کارڈ اٹھا کر پڑھا پھر اٹھتا ہوا بولا۔

"تمہیں تھوڑی دیر بیٹھنا پڑے گا۔"

"نہیں اب ہم بھی چلیں گے۔" رشیدہ نے کہا۔ "حمید صاحب کو ہوش آنے پر فون کردیجئے گا۔ میرے خیال سے کوئی تشویش ناک بات نہیں۔"

"قطعی نہیں۔" فریدی بولا۔

انور اور رشیدہ چلے گئے۔

شوہر کا بھوت

ڈرائنگ روم میں ایک نوجوان عورت فریدی کا انتظار کر رہی تھی۔ ملاقاتی کارڈ دیکھ کر ہی فریدی نے اندازہ لگالیا تھا کہ وہ اس کے شناساؤں میں سے نہیں ہے۔ اس نے لیڈی ہملٹن کی

ہلکی زرد ساری پر سمور دار کالر کا لمبا کوٹ پہن رکھا تھا۔

ساری کا آنچل سر پر تھا۔ لمبی اور گھنیری پلکیں جھکی ہوئی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے زیادہ تر نظریں نیچی ہی رکھنے کی عادی ہو۔ کبھی کبھی اسکی نظریں دروازے کی طرف اٹھ جاتی تھیں۔

فریدی کو ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے دیکھ کر وہ کھڑی ہوگئی۔

''تشریف رکھئے؟'' فریدی قدرے جھک کر بولا۔

وہ تھوڑی دیر تک خاموش کھڑی رہی پھر فریدی کو مخاطب کر کے کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

''کیا فریدی صاحب بہت زیادہ مصروف ہیں۔''

فریدی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ایسا تو نہیں۔''

''کیا وہ مجھے تھوڑا سا وقت دے سکیں گے؟''

''کیوں نہیں......!''

''تو پھر......انہیں اطلاع دے دیجئے۔''

''فرمائیے......میں ہی فریدی ہوں۔''

''اوہ آپ......!'' عورت کے انداز میں استعجاب تھا۔

یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ وہ لوگ جو فریدی سے ذاتی طور پر واقف نہیں تھے اسے بوڑھا ہی سمجھتے تھے۔ یہ عورت بھی شاید اسی خیال میں تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک فریدی کو اس طرح دیکھتی رہی جیسے اسے اس کے بیان پر شبہ ہو۔

''میں نے سنا ہے کہ آپ......؟'' وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

''فرمائیے......!'' فریدی سنجیدگی سے بولا۔ ''اس کمرے کی کوئی بات اس کی دیواروں سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔''

''میں نے سنا ہے کہ آپ پرائیویٹ طور پر بھی ضرورت مندوں کی مدد کرتے ہیں۔''

''جی ہاں اکثر ایسے اتفاقات بھی ہوئے ہیں۔''

عورت چند لمحے خاموش رہ کر کچھ سوچتی رہی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ بات شروع

کرنے کے لئے مناسب الفاظ تلاش کر رہی ہو۔

فریدی استفہامیہ انداز سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی عمر ۲۵ اور ۲۸ کے درمیان میں رہی ہوگی۔ چہرہ حد درجہ پرکشش اور متین تھا۔ پیشانی کی ہلکی ہلکی سلوٹیں تمکنت ظاہر کر رہی تھیں۔ رنگ چمپئی تھا۔ بڑی بڑی نشیلی آنکھیں اور بوجھل پلکیں عجیب سی کیفیات کی حامل تھیں۔

''آپ نے پروفیسر چودھری کا نام تو سنا ہی ہوگا۔'' وہ آہستہ سے بولی۔

''پروفیسر چودھری۔'' فریدی اپنے ذہن پر زور دینے لگا۔

''ایشیاٹک سائنس کانگریس کے صدر......!'' عورت نے کہا۔

''اوہ جی ہاں۔'' فریدی سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''وہ میرے شوہر ہیں۔''

''اوہ مسز چودھری۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''میں ذاتی طور پر ان سے تھوڑی بہت واقفیت رکھتا ہوں۔ شاید ایک بار وہ اچانک کہیں غائب ہوگئے تھے۔''

''تب سے اب تک لاپتہ ہیں۔'' مسز چودھری نے کہا۔

''اوہ......!''

''تقریباً چھ ماہ ہونے کو آئے......لیکن......!''

''لیکن کیا......!'' فریدی چونک کر بولا۔

''میں وہی کہنا چاہتی ہوں جس کے لئے آپ کو تکلیف دی ہے۔''

فریدی آگے کی طرف جھک آیا۔

''وہ چھ ماہ قبل اچانک غائب ہوگئے تھے۔'' مسز چودھری مضمحل آواز میں بولی۔ ''میں نے پولیس میں بھی رپورٹ درج کرائی تھی۔ چھ ماہ تک ان کے متعلق کچھ نہیں معلوم ہو سکا لیکن ادھر کئی دنوں سے......!''

وہ پھر چپ ہوگئی۔

''کہئے......کہئے!''

''ادھر کئی دنوں سے وہ کوٹھی میں دکھائی دیتے ہیں۔''

"کیا مطلب......؟" فریدی چونک کر بولا۔

"کافی رات گئے وہ کوٹھی میں ٹہلتے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ لیکن ہم میں سے کی
ہمت نہیں کہ ان کا سامنا بھی کر سکے۔"

"صاف صاف کہئے۔" فریدی بے چینی سے بولا۔

"ان کا چہرہ حد درجہ خوفناک ہوتا ہے۔ اندھیرے میں شعلے کی طرح دہکتا رہتا ہے۔"

"اوہ......!" فریدی بے چینی سے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

"اکثر وہ میرے قریب سے بھی گزرے ہیں لیکن میری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا بھی نہیں
مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ان کی آنکھیں گردش ہی نہیں کر سکتیں۔"

عورت پھر خاموش ہوگئی۔

فریدی کا اشتیاق بڑھتا جا رہا تھا۔

"سارے نوکر خوفزدہ ہو کر کمروں میں جا چھپتے ہیں اور اب تو میں بھی یہی کرنے لگی ہوں۔"

"کتے بھونکتے ہیں؟" فریدی نے پوچھا۔

"میرے یہاں کتے نہیں ہیں۔" وہ بولتی گئی۔ "میں کئی دنوں سے سوچ رہی تھی کہ
کروں۔ نوکروں کا خیال ہے کہ چودھری کسی حادثے کا شکار ہو گئے اور یہ انہیں کا بھوت ہے
میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا سمجھوں۔ پہلی رات میں نے ان کے چہرے کی شعلگی کا خ
کئے بغیر انہیں آوازیں بھی دی تھیں۔ لیکن وہ چونکتے تک نہیں۔ نہ ان کی پلکیں جھپکیں اور
آنکھوں نے گردش کی۔ میں آپ سے کیا بتاؤں کہ وہ کتنے خوفناک معلوم ہوتے ہیں۔ اب
معلوم ہوتا ہے جیسے پیروں کے علاوہ ان کا بقیہ جسم پتھر کا ہو۔ چلتے وقت ہاتھ بھی نہیں ہلتے...
میرے خدا۔"

اس نے جھک کر اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا۔ فریدی کے ماتھے پر سوچ کی گہ
لکیریں ابھر آئی تھیں۔

"اچھا وہ غائب کن حالات میں ہوئے تھے۔" فریدی نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"اچانک......!" وہ سر اٹھا کر بولی۔ "ایک رات وہ اپنے کمرے میں سوئے اور دوسری

مرے میں نہیں پائے گئے۔"

"ان کا کچھ سامان بھی غائب تھا۔"

"نہیں...... میرے علم میں تو کوئی ایسی چیز نہیں جو غائب ہوئی ہو۔"

"کپڑے تو پہنے ہی ہوں گے۔"

"نہیں! ان کے جسم پر وہی سلیپنگ سوٹ تھا جو وہ پہن کر سوئے تھے۔"

"اور سلیپنگ گاؤن......!"

"وہ کمرے ہی میں موجود تھا۔"

"اور آپ نے ان کے غائب ہونے کی یونہی سرسری رپورٹ کر دی تھی۔" فریدی نے پوچھا۔

"اس کے علاوہ اور میں کر بھی کیا سکتی تھی۔ میں نے رپورٹ درج کرا دی اور برابر اعلیٰ
ام سے بات بھی کرتی رہی لیکن ہمیشہ یہی جواب ملا کہ تلاش جاری ہے۔"

"ہوں......!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "آپ نے انکے دوستوں سے بھی پوچھ گچھ کی ہوگی۔"

"جی ہاں! جتنے میرے علم میں تھے۔"

"اچھا آج کل پیش آنے والے واقعات کی رپورٹ بھی کی آپ نے؟"

"کس طرح کرتی۔ نہ جانے کیا بات ہے۔ معلوم نہیں کیا حادثہ پیش آئے۔ ویسے میں خود
وت پریت قسم کے واہموں کی قائل نہیں۔ میں نے نوکروں کو بھی منع کر دیا ہے کہ اس کا تذکرہ
کسی سے نہ کریں۔"

"تو پھر آپ یہاں کیسے آئیں؟"

"پچھلی رات حالات نے دوسری شکل اختیار کر لی اور جب میری سمجھ میں کچھ نہ آیا تو
پ کے پاس چلی آئی۔"

فریدی اسے مشتبہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"حالات کی دوسری شکل سے آپ کی کیا مراد ہے۔" اس نے پوچھا۔

"پچھلی رات وہ اوپری منزل میں چل رہے تھے۔ میں نیچے تھی۔ تھوڑی دیر بعد نیچے ہال
ں اتر آئے اور ہمیں بھاگ کر ایک کمرے میں پناہ لینی پڑی۔ میرے ساتھ میرے تین ملازم

بھی تھے۔ہم نے کمرہ بند کرلیا اور پھر محسوس کیا کہ ہال کی روشنی گل ہوگئی۔ دفعتاً بھاگ دو
آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے ہال میں بہت سے آدمی موجود ہوں۔ ا
آدھ چیخیں بھی سنی گئیں۔ہم میں سے کسی کے منہ سے آواز تک نہ نکلی۔ پھر ایسا معلوم ہوا جیسے
سب بھاگتے ہوئے باہر چلے گئے ہوں۔ پھر دو آدمیوں کی آوازین سنائی دیں جو کسی عجیب
غریب زبان میں گفتگو کررہے تھے اور دونوں کے لہجوں میں کتوں کی سی غراہٹ تھی۔ ایسا معل
ہوتا تھا جیسے ان کے سینوں میں منوں بلغم اکٹھا ہو۔ وہ زبان نہ انگریزی تھی نہ جرمن، فرانسیسی
نہیں تھی۔ میرا خیال ہے کہ وہ اپنے یہاں بولی جانے والی مختلف زبانوں میں سے بھی نہیں تھ
پھر کوئی ہال میں گرا۔ ایک چیخ سنائی دی پھر بھاری قدموں کی آوازیں۔ شاید وہ دونوں بھا
رہے تھے۔اس کے بعد بالکل سناٹا چھا گیا۔ ہم تقریباً آدھ گھنٹے تک اسی کمرے میں رہے
باہر نکل آئے۔ ہال میں روشنی کی لیکن اس وقت ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی جب ہم نے یہ د
کہ نہ تو کوئی کرسی اپنی جگہ سے ہلی تھی اور نہ کوئی چیز الٹی تھی۔ شیشے اور چینی کے بڑے بڑے گلد
اپنی جگہوں پر بدستور رکھے تھے۔ ہنگامہ اتنا شدید ہوا تھا کہ پورے ہال میں ابتری ہونی چا
تھی۔ ہم لوگ جی کڑا کر کے باہر نکلے۔باہر بھی سناٹا تھا۔ البتہ پائیں باغ کا پھاٹک کھلا ہوا دکھ
دیا۔نوکر آگے بڑھتے ہوئے ڈررہے تھے۔ میں ہمت کر کے آگے بڑھی۔ پھر ہم چاروں نے
کر پائیں باغ کا پھاٹک بند کیا۔ واپسی میں پھر ہمارے دانت خوف سے بجنے لگے۔ چودھ
صاحب اوپری منزل کی ایک کھڑکی میں دکھائی دیئے۔ ان کا چہرہ اندھیرے میں دہکتا ہوا دکھ
دیا اور ان کی آنکھیں ہمیں دیکھنے کے بجائے ٹھیک اپنے سامنے دیکھ رہی تھیں۔ ہم پھر بھاگ
اندر آگئے اور ہم چاروں نے ساری رات جاگ کر گزاری۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔

عورت تھوڑی دیر تک فریدی کی طرف دیکھتی رہی پھر بولی۔

"اب بتایئے! میں کیا کروں؟"

"میں خود بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ آپ کو کیا مشورہ دوں۔"

"کیا میں پولیس کو اس کی اطلاع دے دوں۔"

"ہونا تو یہی چاہئے۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "ان کے غائب ہونے سے پہلے ان کا کسی سے جھگڑا تو نہیں ہوا تھا۔"

"میرے خیال سے تو نہیں۔ وہ بہت زیادہ تنہائی پسند تھے۔ ان کے کسی سے ایسے تعلقات ہی نہیں تھے کہ جھگڑے تک نوبت پہنچتی۔"

"لیکن کوئی نہ کوئی تو ایسا ضرور ہی رہا ہوگا جس سے ان کے زیادہ تعلقات رہے ہوں۔"

"یہ بتانا دشوار ہے۔" مسز چودھری سوچتی ہوئی بولی۔ "لیکن ٹھہریئے۔ یہاں صرف ایک ہی ایسا آدمی ہے جس سے ملنے کیلئے وہ اکثر جایا کرتے تھے اور وہ خود کبھی ہمارے گھر نہیں آیا۔"

"کون......؟"

"علم الاجسام کا ماہر پروفیسر درانی۔"

"اوہ......!"

"وہ اکثر اس کے یہاں جایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ خود سے کبھی کسی اور سے ملنے نہیں گئے۔ زیادہ تر لوگ انہیں سے ملنے کے لئے آیا کرتے تھے۔"

"کیا آپ ان غیرملکیوں میں کسی کے متعلق کچھ بتا سکیں گی؟"

"شاید نہ بتا سکوں۔ کیونکہ مجھے ان کے اس قسم کے ملنے والوں یا ان کے مشاغل سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔"

فریدی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"میرے خیال سے ابھی آپ پولیس کو باقاعدہ طور پر مطلع نہ کریں۔ میں آج کسی وقت آپ کے یہاں آؤں گا۔"

"میں زندگی بھر آپ کی شکر گزار رہوں گی۔"

اس عورت کی عجیب وغریب کہانی ختم ہوتے ہی فریدی پھر اس ہاتھی نما ٹرانسمیٹر کی گتھی میں الجھ گیا۔ فی الحال وہ کوئی اور کیس لینا نہیں چاہتا تھا لیکن اس عورت نے ایک ایسی شخصیت کا تذکرہ کردیا تھا کہ وہ دلچسپی لینے پر مجبور ہوگیا۔ یہ پروفیسر درانی کی شخصیت تھی۔ تعلیم یافتہ طبقوں میں اس کا نام بہت عزت سے لیا جاتا تھا۔ لیکن دو ہی چار ایسے خوش قسمت رہے ہوں گے جنھوں

نے اسے دیکھا بھی ہو۔ وہ اپنی کوٹھی سے شاذ و نادر ہی نکلتا تھا اور وہ بھی بند گاڑی میں۔ روز میں تو وہ بند گاڑی بھی نظر نہیں آتی تھی اس سلسلے میں اس کے لئے کئی باتیں مشہور تھیں۔ کچھ تھے کہ وہ اتنا بدصورت اور بے ہنگم ہے کہ پبلک کے سامنے آتے ہوئے شرماتا ہے۔ کچھ کا یہ خیا تھا کہ اسے دن میں کچھ سجھائی ہی نہیں دیتا۔ زیادہ ذہین لوگ یہ سمجھتے تھے کہ وہ ایسا عجیب و غر رویہ اختیار کر کے اپنی شہرت میں اضافہ کرنا چاہتا ہے۔ بہر حال وہ ہر اس شخص کیلئے معمہ تھا جو متعلق تھوڑا بہت بھی علم رکھتا تھا۔ ویسے سارے ملک میں اسکی ٹکر کا ایک بھی ماہر علم الاجسام نہیں تھا

فریدی نے اس کی لیبارٹری کے متعلق بہت کچھ سن رکھا تھا۔ اس کے پاس قدیم اور جد حیوانات کے بے شمار ڈھانچے تھے لیکن انہیں بھی شاید دو ہی چار آدمیوں نے دیکھا ہو۔ فریدی انہیں خاص طور سے دیکھنا چاہتا تھا۔ لیکن وہاں تک پہنچنے کا کوئی مناسب حیلہ آج تک ہاتھ نہیں آیا تھا

مسز چودھری کو پھاٹک تک پہنچانے کے بعد فریدی مڑا ہی تھا کہ اسے حمید دکھائی دیا۔ برآمدے میں کلیجہ تھامے کھڑا تھا اور دو تین نوکر دور کھڑے مسکرا رہے تھے۔ فریدی نے انہیں گھور کر دیکھا اور وہ چپ چاپ کھسک گئے۔

"کیوں کیا بات ہے؟" فریدی نے برآمدے میں پہنچ کر پوچھا۔

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بدستور اسی انداز میں کھڑا آنکھیں پھاڑے پھاٹک کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیا بیہودگی ہے۔" فریدی جھنجھلا کر بولا۔ "تمہیں نوکروں کا بھی خیال نہیں ہوتا۔"

"نوکر میرے باپ تو نہیں۔" حمید پلٹ پڑا۔ لیکن پھر مضمحل ہو کر پھاٹک کی طرف دیکھنے لگا۔

"ابھی تک تمہارا دماغ درست نہیں ہوا۔"

حمید نے پھر پلٹ کر فریدی کو دیکھا۔ لیکن اس بار اس کی آنکھوں سے غم جھانک رہا تھا۔ فریدی کو اس کی اس ایکٹنگ پر بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

حمید ایک ٹھنڈی سانس بھر کر بولا۔ "اے برادر یہ کس گلشن کی کلی تھی۔ کس بحر ناپیدا کنار کا دُرِ خوش آب تھی۔ یہ کون تھی، جو میرے دل کے سمندر کے جوار کو بھاٹا کھلا کر چلی گئی۔"

"آ گئے اوقات پر......!" فریدی منہ بنا کر بولا۔

"آپ تو پتھر ہیں۔ اگر اسے والد صاحب قبلہ بھی دیکھتے تو زلیخا کی طرح دوبارہ جوانی کی مانگتے۔"

فریدی اس کا گریبان پکڑ کر اسے اندر کھینچ لے گیا۔

"وہ ٹرانسمیٹر تمہیں کہاں سے ملا تھا۔" اس نے پوچھا۔

"ٹرانسمیٹر......!" حمید بوکھلا کر بولا۔ "کہیں آپ کی عقل اسی کے ساتھ ہی تو نہیں چلی گئی۔"

"بکومت......وہ کھلونا نہیں بلکہ ٹرانسمیٹر ہے۔" فریدی نے اکتا کر کہا۔

"تو کیا وہ آواز......؟" حمید بے ساختہ اچھل پڑا۔

"تم نے سنی تھی......؟" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں......جب میں اس مصیبت میں مبتلا تھا تو انور اور رشیدہ نے کوئی آواز سنی تھی۔ میں مذاق سمجھا تھا۔"

"تو کیا اس ٹرانسمیٹر پر چھینکیں براڈکاسٹ کی جاتی ہیں۔" حمید ہنس کر بولا۔

"نہیں وہ ایک تیز قسم کی نسوار تھی جس نے تمہیں چھینکنے پر مجبور کر دیا تھا۔"

پھر فریدی نے اسے سب کچھ بتا دیا۔ حمید حیرت سے آنکھیں پھاڑے سن رہا تھا۔ فریدی خاموش ہوتے ہی بولا۔ "تو یہ بلا میں خود ہی اپنے گلے باندھ لایا ہوں۔"

"تمہیں وہ ملا کہاں تھا......؟"

"جگہ کا نام شاید نہ بتا سکوں لیکن جگہ دکھا سکتا ہوں۔ پچھلی رات جب میں نائٹ کلب سے آ رہا تھا تو میں نے اسے راستے میں پڑا پایا تھا...... مگر یہ عورت کون تھی؟"

"پھر بتاؤں گا۔" فریدی نے کہا۔ "تم ذرا جلدی سے کپڑے تبدیل کر ڈالو۔"

"آ......اے پیاری شامت۔" حمید چھت کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "مجھے تجھ سے محبت ہو گئی ہے کیونکہ تو کسی حال میں میرا پیچھا نہیں چھوڑتی۔"

نیا انکشاف

تھوڑی ہی دیر بعد فریدی کی کیڈیلاک پھاٹک کے باہر نکلی۔ حمید فریدی کے برابر بیٹھا ... سے منہ بنا رہا تھا۔

"جان نکلنی شروع ہوگئی۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"بیکار تاؤ نہ دلائیے مجھے۔" حمید نے کہا۔ "آپ کبھی کوئی ڈھنگ کا کام نہیں کر..."

"یعنی......!"

"اس ٹرانسمیٹر کا چکر چھوڑ کر آپ کو اس بیچاری کی مدد کرنی چاہئے۔"

"شاید تم اس کی پوری کہانی بھول گئے۔" فریدی ہنس کر بولا۔

"میں اب بھوتوں سے نہیں ڈرتا۔ بشرطیکہ وہ کسی عورت کا بھوت نہ ہو۔"

فریدی ہنس کر چپ ہوگیا۔

"باٹم روڈ کی طرف چلئے۔" حمید تھوڑی دیر بعد بولا۔ "وہ اب تک میرے ذہن ... ہوئی ہے۔"

"تمہارا ذہن تو اچھا خاصا کانجی ہاؤز ہے۔"

"مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے ایک ہزار سال قبل اسے یونان میں دیکھا ہو"

"بہت اچھے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "کیا ابھی حال ہی میں رائیڈر ہیگرڈ کا کو... پڑھا ہے؟"

"نہیں میں سچ کہہ رہا ہوں۔ وہ یونان کے کسی قدیم سنگ تراش کا شاہکار معلوم ہوتی"

"یار حمید! میرا بھیجا مت چاٹ۔"

"قبلہ محترم میں آپ کو ایک مشورہ دینا چاہتا ہو...... ہاں داہنی طرف موڑ لیجئے۔"

"فرمایئے۔" فریدی نے اسٹیئرنگ گھماتے ہوئے کہا۔

"آپ عورتوں سے خوفزدہ ہونا چھوڑ دیجئے۔ ورنہ آئندہ آپ کے دشمن آپ...

...لانے کی بجائے عورت پھینکا کریں گے۔"

فریدی بے اختیار مسکرا پڑا۔

"فرض کیجئے۔" حمید پھر بولا۔ "آپ کہیں سے گزر رہے ہیں اور ایک مجرم آپ کی تاک ...ں ہے۔ اس نے اپنے ہاتھوں پر ایک خوبصورت سی عورت سنبھال رکھی ہے جیسے ہی آپ زد پر ...ئے اس نے عورت پھینک ماری اور آپ چیخ مار کر بیہوش ہوگئے۔ پھر اس نے اطمینان سے ...پ کی گردن ریتی اور چلتا بنا۔"

"یار کوئی کام کی بات کر۔" فریدی اکتا کر بولا۔

"یہ کسی کام چور سے کہئے گا۔" حمید نے کہا۔ "اوہ ٹھیک یاد آیا۔ کیا آپ کسی ایسے مصنف کو ...ں کام چور کہیں گے جو انگریزی کے ناولوں کے پلاٹ چرا کر اردو میں ناول لکھتا ہو۔"

"کیوں اسے کیوں کام چور کہیں گے۔"

"بھئی مصنفوں کے کارناموں کو انگریزی میں ورک کہتے ہیں جس کے معنی اردو میں کام ہوئے۔ لہٰذا میری دانست میں چور قسم کے مصنفوں کو اردو میں کام چور کہا جاتا ہے۔"

"لیکن تم مصنفوں پر کیوں آ کودے۔"

"اس لئے کہ کہیں وہ کم بخت ٹرانسمیٹر نہ کود پڑے۔" حمید نے اپنے پائپ میں تمباکو ...رتے ہوئے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اس قسم کی چیزیں میرے یا آپ ہی کے ہاتھ ...یوں لگا کرتی ہیں۔ کسی اور راہگیر نے اسے کیوں نہیں اٹھایا۔ یہ ٹھوکریں میرے ہی مقدر میں ...یوں لکھی ہوئی تھیں۔ پچھلی رات والا حادثہ انور ہی کو کیوں پیش آیا۔ کیا یہ ضروری تھا کہ اسی ...میان میں وہ یہاں تار جام تک کی دوڑ لگایا کرتا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کبھی کسی تذکرہ نویس نے ...ن اتفاقات کو لکھا تو لوگ سو فیصدی غپ سمجھیں گے۔"

"بیٹے حمید خاں! اسی قسم کے اتفاقات ہمیں مجرموں تک پہنچاتے ہیں ورنہ ہم ساری زندگی ...ک ٹوئیے مارتے رہیں۔ سراغ رساں غیب دان نہیں ہوتے۔"

"آخر اس قسم کے لغو اتفاقات پیش ہی کیوں آئیں۔" حمید منہ بنا کر بولا۔ پھر چونک ...ا۔ "روک دیجئے۔"

کیڈی لاک ایک جھٹکے کے ساتھ رک گئی۔حمید اتر پڑا۔

''غالباً یہی جگہ تھی۔'' وہ چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

''رات اندھیری تھی حمید صاحب۔'' فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا

''ٹھیک ہے۔'' حمید نے کہا۔''میرے پاس ٹارچ تھی ورنہ اس کم بخت پر کیسے نظر پڑتی

''پھر بھی۔'' فریدی پرخیال انداز میں بولا۔''وہ کوئی ایسی عجیب وغریب چیز نہیں تھی
گردوپیش بھی ٹارچ کی روشنی ڈالنے کی زحمت گوارا کرتے۔''

''یہ تو ٹھیک ہے۔'' حمید تذبذب کے عالم میں بولا۔''لیکن سامنے والی کوٹھی کے پھاٹک
رکھے ہوئے پتھر کے شیر اس وقت ٹارچ کی روشنی کی زد میں تھے۔''

''تب ٹھیک ہوسکتا ہے کیونکہ اس سڑک پر ایسے شیر اور کہیں نہیں ہیں۔'' فریدی کوٹھی
طرف دیکھتا ہوا بولا۔ پھر دفعتاً چونک پڑا اور حمید کا ہاتھ اس زور سے دبایا کہ وہ بلبلا اٹھا۔

حمید کبھی فریدی کی غیر متحرک آنکھوں کی طرف دیکھتا اور کبھی کوٹھی کی طرف۔

''کیا یہ شیر پتھر کے نہیں ہیں؟'' حمید بوکھلا کر بولا۔

فریدی اپنی نظریں پھاٹک سے ہٹا کر حمید کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کا چہرہ سرخ ہوگیا تو
آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔

''حمید! شاید اس بار بھی سہرا تمہارے ہی سر رہے گا۔''

''سہرا......!'' حمید طنزیہ انداز میں بولا۔''لاحول ولاقوۃ......توبہ کیجئے! بھلا آپ کے
رہ کر سہرے کی نوبت کہاں آئے گی۔''

''ہشت......!'' فریدی نے دبے ہوئے جوش کے ساتھ کہا۔''پھاٹک پر لگی ہوئی نیم پلیٹ
دیکھ رہے ہو۔''

''میری آنکھیں کمزور نہیں ہیں۔ میں پڑھ بھی رہا ہوں۔ پروفیسر بی۔سی چودھری
حمید نے کہا اور پھر یک بیک اچھل کر بولا۔''یہ اسی کی کوٹھی تو نہیں جو ابھی آپ سے ملنے گئی تھی

''تم ٹھیک سمجھے۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''تو گویا کہ واقعی شامت آگئی۔''

''کیوں؟ تم تو ابھی اس سے ملنے کے لئے بُری طرح بے تاب تھے۔''

''لیکن اب ان حالات میں نہیں ملنا چاہتا۔''

''کن حالات میں؟'' فریدی نے مسکرا کر کہا۔

''آپ اس کے گھر میں ہونے والے ہنگامے اور اس ہاتھی میں کوئی تعلق پیدا کرنے کی
وشش کررہے ہیں۔''

''تو کیا میں غلطی کررہا ہوں۔''

''نہیں......غلطی تو مجھ سے ہوئی کہ اس وبال جان کو ٹھوکر سے ادھر اُدھر کردینے کی بجائے
نے ساتھ لیتا گیا۔''

''کیا بکتے ہو۔ آؤ اندر چلیں۔'' فریدی نے کہا اور حمید کا ہاتھ پکڑ کر کیڈی کی طرف لے آیا۔

انہیں دیر تک انتظار نہیں کرنا پڑا۔ وزیٹنگ کارڈ ملتے ہی مسز چودھری خود ہی باہر نکل
ئیں۔اس کے چہرے پر مسرت کی لہریں تھیں۔ ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے اسے ان کی غیر متوقع
مد پر حیرت بھی ہے اور خوشی بھی۔

''آیئے......آیئے......بہت بہت شکریہ۔''

وہ انہیں ایک وسیع ہال میں لے آئی۔ فریدی کی نظریں زینے کی طرف اٹھ گئیں جو اوپری
زل کی طرف گیلری سے ملحق تھا۔

''میں سمجھی تھی شاید آپ نے مجھے ٹال دیا۔'' مسز چودھری بولی۔

''آپ غلط سمجھی تھیں۔'' فریدی نے مسکرا کر کہا۔''کیا آپ پچھلی رات کو اسی کمرے میں تھیں؟''

''جی ہاں......!'' مسز چودھری متحیر ہوکر بولی۔''آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ یہاں کئی کمرے
یں۔آپ نے خصوصیت سے اسی کے متعلق کیوں پوچھا؟''

''کوئی خاص بات نہیں......یہ میرا قیاس تھا۔''

''قیاس کی بھی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے۔''

''بس یونہی۔'' فریدی نے کہا اور پورے ہال کو متجسس نظروں سے دیکھنے لگا۔

''آپ کی تعریف......؟'' مسز چودھری نے حمید کی طرف اشارہ کیا جو دیا سلائی کا تنکا چبا

رہا تھا۔

"میرے ساتھی سرجنٹ حمید۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "انہیں اس لئے ساتھ لایا ہوں کہ بھوتوں کے اسپیشلسٹ ہیں۔"

"اوہ...... بڑی خوشی ہوئی۔" مسز چودھری نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن حمید کے انداز میں سردمہری تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ ڈھیلا چھوڑ دیا۔ فریدی سوچ رہا تھا کہ اس وقت حمید سے کوئی بوکھلاہٹ کیوں نہیں سرزد ہوئی۔

"تو آپ لوگ لنچ میرے ہی ساتھ کھائیں گے۔" مسز چودھری نے کہا۔

"اسکی ضرورت نہیں" فریدی بولا۔ "پھر کبھی! ہم لوگ فی الحال بہت زیادہ مصروف ہیں۔"

"میں نہیں مان سکتی۔" مسز چودھری نے کہا۔

"آپ کی مرضی......!" حمید جلدی سے بولا۔

"میں ابھی حاضر ہوئی۔" مسز چودھری نے کہا اور ہال سے چلی گئی۔

"یہ کیا حرکت...... میں تو ٹال رہا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"میں بھوتوں کا اسپیشلسٹ ہوں نا۔" حمید نے دیدے پھرا کر کہا۔ "اور آپ اسی مقصد کے تحت مجھے یہاں لائے ہیں لہٰذا میں نے جو کچھ مناسب سمجھا کیا۔"

"چغد ہیں آپ اچھے خاصے۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"اگر آپ میرا چغد پن بھی ملاحظہ فرمانے کے موڈ میں ہوں تو اب کی بحیثیت چغد متعارف کرا دیجئے۔"

"بکومت......!"

"نہیں بکوں گا...... لیکن یہ بتایئے کہ آپ نے خصوصیت سے اسی کمرے کے متعلق کس بناء پر کہا تھا۔"

"تم واقعی چغد ہو۔" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "اتنا نہیں دیکھ سکے کہ صرف اسی کمرے کے دروازے کی چٹخنی اس طرف ہے۔ دوسرے دروازوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں شاذ و نادر ہی کھولا جاتا ہوگا۔ اس دروازے کا پردہ سرکا ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دروازہ باقاعدہ استعمال ہوتا ہے۔"

"میں اتنی ذرا ذرا سی باتوں پر دھیان نہیں دیتا۔" حمید منہ بگاڑ کر بولا۔

"اسی لئے ہر موقع پر چغد ہو جاتے ہو۔"

"چغد کے ساتھ سلمہ ضرور استعمال کیا کیجئے۔ ہاں اُلو کے لئے اس کی قید نہیں کیونکہ وہ عموماً کسی کا ماتحت نہیں ہوا کرتا۔"

فریدی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ مسز چودھری واپس آگئی۔

"چودھری صاحب کی لیبارٹری تو بڑی شاندار ہوگی۔" فریدی دفعتاً اسکی طرف مڑ کر بولا۔

"جی ہاں...... کیا آپ دیکھیں گے؟"

"میں پوری کوٹھی دیکھنا چاہتا ہوں۔"

نچلے کمروں کو دیکھتے ہوئے وہ بالائی منزل پر آئے۔ یہیں پروفیسر چودھری کی شاندار لیبارٹری بھی تھی جہاں چاروں طرف بڑی بڑی میزوں پر شیشے کے آلات رکھے ہوئے تھے۔ دو ایک مختلف النوع مشینیں بھی نظر آئیں۔ ان میں چھ ہارس پاور کا ایک انجن بھی تھا۔

"میرے خیال سے پروفیسر کے غائب ہونے کے بعد سے یہاں کوئی تبدیلی نہ ہوئی ہوگی۔"

"نہیں! لیکن اکثر میں ان آلات کی صفائی اور دیکھ بھال کرتی رہتی ہوں۔"

"پچھلی بار آپ نے ان کی صفائی کب کی تھی؟"

"شاید ایک ہفتہ قبل......!"

"اس کے بعد سے انہیں کسی نے نہیں چھوا......!"

"نہیں۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں۔ ممکن ہے نوکروں میں سے کسی نے چھوا ہو۔"

"مجھے اس کی توقع نہیں۔" مسز چودھری بولی۔

فریدی جیب سے محدب شیشہ نکال کر آلات کا معائنہ کرنے لگا۔ دفعتاً وہ تھوڑی دیر بعد مڑا۔

"قریب آیئے۔" فریدی نے مسز چودھری سے کہا۔

پھر وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر محدب شیشے کی مدد سے اس کی انگلیاں دیکھنے لگا۔

مسز چودھری کا ہاتھ کانپ رہا تھا اور چہرہ ایسا ہو گیا تھا جیسے کسی نے سرخ رنگ کی پچکاری ماردی
حمید اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ البتہ فریدی کا چہرہ کسی پرسکون جھیل کی س
طرح سپاٹ تھا۔

"ذرا اپنے تینوں نوکروں کو بھی بلایئے۔" فریدی نے اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیو
دیکھ لینے کی بعد کہا۔

مسز چودھری کھڑکیوں کی طرف بڑھی۔

"ٹھہریئے۔" فریدی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "پچھلی رات آپ نے مسٹر چودھری کو
کھڑکی میں دیکھا تھا......؟"

مسز چودھری نے ایک کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

فریدی اس کی چوکھٹ کو غور سے دیکھ رہا تھا اور مسز چودھری اسے گھور رہی تھی۔

"نوکروں کو بلا لیجئے۔" اس نے سر اٹھا کر کہا اور پھر اس کی نظریں محدب شیشے پر جم گئیں

مسز چودھری نے کسی نوکر کو آواز دے کر سبھوں کو اوپر لانے کو کہا۔

فریدی نے نوکروں کے ہاتھ بھی دیکھے اور انہیں رخصت بھی کر دیا۔ اس کی پیشا
سلوٹیں ابھر آئی تھیں اور آنکھیں کسی گہری سوچ کا پتہ دے رہی تھیں۔

"آپ کو یقین ہے کہ انہیں کسی نے نہیں چھوا۔"

"مجھے یقین ہے......لیکن ٹھہریئے۔ میں صرف اپنی اور نوکروں کی ذمہ داری لے سکتی ہو

"فون تو ہوگا ہی آپ کے یہاں؟" فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں.!"

"حمید......!" فریدی حمید کی طرف مڑ کر بولا۔ "فنگر پرنٹ کے فوٹو گرافر کو یہاں آ
کے لئے فون کر دو۔"

حمید مسز چودھری کے ساتھ نیچے چلا گیا۔ فریدی کھڑکی سے پائیں باغ میں جھانک رہا
تھوڑی دیر بعد وہ دونوں واپس آ گئے۔ مسز چودھری کے چہرے پر تھکن کے آثار تھے۔

"کیا اوپری منزل اس وقت تک کے لئے مقفل کی جاسکتی ہے جب تک کہ ہمارے

افر نہ آجائیں۔" فریدی نے کہا۔

"جی ہاں......!"

"بہتر ہے......آپ کو تکلیف تو ہوگی۔"

تھوڑی دیر بعد وہ ہال میں بیٹھے ادھر اُدھر کی باتیں کر رہے تھے۔ اس دوران میں حمید نے
بار مسز چودھری کو بے تحاشہ ہنسنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"پروفیسر درانی کے متعلق آپ کیا جانتی ہیں؟" فریدی نے اچانک پوچھا۔

"میں کیا بتا سکتی ہوں جب کہ میں نے آج تک اسے دیکھا ہی نہیں۔"

"پروفیسر چودھری سے اس کے متعلق کچھ سنا تو ہوگا۔"

"سننے کو تو بہت کچھ سنا ہے۔"

"آخر وہ پبلک کے سامنے کیوں نہیں آتا۔"

"شاید اپنی بدصورتی کی بناء پر۔ وہ بہت ہی بے ڈول آدمی ہے۔ چودھری صاحب کا کہنا
کہ کوئی اسے دیکھ کر اپنی ہنسی روک ہی نہیں سکتا۔ اکثر یونیورسٹی کے طلباء اس سے درس لیتے ہیں
نا انہوں نے بھی اسے نہیں دیکھا۔"

"بھلا وہ کیسے؟" حمید نے ہمہ تن اشتیاق بن کر پوچھا۔

"اس کی لیبارٹری میں لاؤڈ اسپیکر فٹ ہے۔ طلباء وہاں بیٹھتے ہیں اور وہ اپنے کمرے سے
ا درس دیتا ہے۔ اگر کسی طالب علم کو کوئی سوال کرنا ہو تو اس کیلئے ٹیلی فون استعمال کیا جاتا ہے۔"

"لیکن کبھی تو وہ باہر نکلتا ہی ہوگا۔" حمید نے کہا۔

"ہاں! چودھری صاحب سے بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ ادھر دس بارہ سال سے گوشہ نشین
لیا ہے۔ اس سے پہلے وہ اتنا بے ہنگم نہیں تھا۔ جوانی کے زمانے میں وہ خاصا سوشل آدمی تھا۔"

"وہ تنہا ہی ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"نہیں اس کی ایک لڑکی بھی ہے۔ اسے میں نے دیکھا ہے، بڑی بھولی ہے۔ لیکن اس
گھر کے گھٹے گھٹے سے ماحول نے اسے بھی نیم خبطی بنا دیا ہے۔ ایک بار وہ چودھری صاحب
ہمراہ یہاں آئی تھی۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ لنچ کیلئے گانگ بجا اور وہ تینوں ڈرائنگ روم کی طرف چلے گ
لنچ کے دوران میں فریدی نے مسز چودھری سے پوچھا۔

''چودھری صاحب غائب ہونے سے کچھ دن قبل کسی غیر ملکی سے ملے تھے؟''

''مجھے یاد نہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ ان سے ملنے کے لئے جتنے بھی لوگ آتے
عموماً خشک طبیعتوں کے ہوا کرتے تھے اس لئے میں ان کا نوٹس ہی نہیں لیتی تھی اور
چودھری صاحب نے مجھے اس پر مجبور کیا۔''

''ویسے تو چودھری صاحب بھی خشک آدمی رہے ہوں گے۔'' حمید نے کہا۔

''قطعی نہیں...... گھریلو زندگی میں وہ قطعی خشک نہیں تھے۔''

''عجیب بات ہے۔'' حمید بولا۔

''ہم دونوں قطعی متضاد طبیعتوں کے مالک تھے۔'' مسز چودھری غمگین آواز میں ب
''انہیں سائنس سے پیار تھا اور مجھے آرٹ سے...... لیکن ہم دونوں کے یہ مختلف رجحانات
بنائے مخاصمت نہیں بنے۔ میں ان کی لیبارٹری سے اٹھنے والی بدبوؤں پر جھلایا کرتی تھی
انہوں نے میری بنائی ہوئی تصاویر کو ہمیشہ قدر اور پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا ہے۔ ا
میری تصاویر کے موڈل بھی بنے ہیں۔ وہ مجھ سے آرٹ پر اسی انداز سے بحث کرتے تھے ج
خود بھی ایک اچھے آرٹسٹ اور میرے ہم ذوق ہوں۔''

''آپ مصور بھی ہیں۔'' حمید اسے تعریفی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

''کیوں نہیں۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''تمہارے یہاں بھی تو تارا چودھری کا ایک ش
موجود ہے۔ وہ وینس کی تصویر۔''

''اوہ...... تارا چودھری آپ ہی ہیں۔'' حمید متحیر ہو کر بولا۔

لیکن فریدی اچھی طرح سمجھتا تھا کہ اس کی یہ حیرت قطعی مصنوعی تھی۔ اسے بھلا اس
غرض ہو سکتی تھی کہ اس عورت کا سوشل اسٹیٹس کیا ہے۔ وہ تو ہر عورت کو صرف عورت سمجھتا تھا۔ اور بس

''تو وہ تصویر آپ نے خریدی تھی۔'' مسز چودھری نے مسکرا کر فریدی سے پوچھا۔

''جی ہاں...... پوری گیلری میں مجھے صرف وہی تصویر پسند آئی تھی اور نمائش کے ا

ے دن میں نے اسے خرید لیا تھا۔ لیکن وہ آخر تک گیلری میں لگی رہی۔ بعد کو پتہ چلا کہ اول
م اسی تصویر کو ملا تھا۔''

''اس میں کیا بات پسند آئی تھی آپ کو......؟''

''رنگوں کا امتزاج! جو چہرہ آپ نے پینٹ کیا تھا اس کی پس منظر کے لئے اداس شام کا
ب اور اس اداسی کے اظہار کے لئے مناسب رنگوں کا استعمال اور وہ چہرہ صحیح معنوں میں
یکی حسن کا حامل تھا۔''

''فریدی صاحب! آپ کے اندر کس کہنہ مشق مصور کی روح موجود ہے۔'' مسز چودھری
تعریفی نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔ ''وہ دراصل پروفیسر درانی کی لڑکی عامرہ کا چہرہ تھا۔ اس
لئے میں نے اسی کو موڈل بنایا تھا۔''

لنچ ختم کرنے کے بعد وہ پھر ہال میں آ بیٹھے۔

تھوڑی دیر بعد فنگر پرنٹ سیکشن کے فوٹو گرافر بھی آ گئے اور لیبارٹری میں تصویریں لینے کا
شروع ہو گیا۔ مختلف قسم کے آلات کی تصویریں لی گئیں۔ اس کھڑکی کی چوکھٹ کی تصویر بھی لی
جس میں پچھلی رات کو پروفیسر چودھری کا بھوت دکھائی دیا تھا۔

مسز چودھری ان ساری مشغولیات کو حیرت کی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ لیکن وہ کچھ بولی نہیں۔

چلتے وقت فریدی نے اس سے کہا۔ ''اب آپ کوتوالی میں رپورٹ کر دیجئے کہ کچھ نامعلوم
کئی رات گئے آپ کی کوٹھی میں گھس کر آپ کے آرام میں مخل ہوتے ہیں اور وہ کوششوں
باوجود بھی ابھی تک نہ تو پہچانے جا سکے ہیں اور نہ پکڑے جا سکے ہیں...... اور ان کی اس
ڈھنگ کا مقصد بھی سمجھ میں نہیں آتا۔''

فوٹو گرافر جا چکے تھے۔

واپسی میں فریدی پھاٹک کے قریب پوپی کسڈ کی کیاری میں جھک کر کچھ دیکھنے لگا۔
پھر اس نے ننھے ننھے پودوں میں ہاتھ ڈال دیا۔ دوسرے لمحے میں وہ ایک لمبی سی چھڑی کو
یال انداز میں دیکھ رہا تھا۔ جس پر پالش نہیں تھی لیکن اس کی سطح بڑی نفاست کے ساتھ ہموار
الگی تھی...... بالکل سپاٹ اور چکنی...... پالش نہ ہونے کے باوجود بھی اس میں چمک تھی۔''

فریدی مسز چودھری کی طرف مڑا۔

''کیا میں اسے لے سکتا ہوں۔'' اس نے کہا۔

''شوق سے۔'' مسز چودھری نے قہقہہ لگایا۔

لیکن فریدی کی سنجیدگی دیکھ کر فوراً ہی سنبھل گئی۔

فریدی کی کیڈی لاک جا چکی تھی۔ لیکن وہ ابھی تک پھاٹک کے قریب کھڑی کچھ سوچ ر

گارساں

''اب آفس میں چل کر سر کھپایئے۔'' حمید منہ بگاڑ کر بڑبڑایا۔

''نہیں فی الحال آفس نہیں جائیں گے۔'' فریدی نے کہا۔

''آخر یہ ٹوٹی پھوٹی چھڑی..... شرم نہیں آتی۔''

''گھر چل کر بتاؤں گا کہ شرم کیوں نہیں آتی۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''اوہ..... تو آپ کا یہ خیال ہے کہ وہ ٹرانسمیٹر۔''

''چل کر دیکھیں گے۔'' فریدی نے لاپروائی سے کہا۔ ''لکڑی کی ساخت تو یہی ہے اور اس کا سرا بھی ٹوٹا ہوا ہے۔''

حمید خاموش ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔

''آلات پر آپ نے جو نشانات دیکھے تھے.....!''

''وہ مسز چودھری اور اس کے نوکروں کی انگلیوں کے نہیں تھے۔''

''تو پھر اس بھوت کے ہو سکتے ہیں..... آخر اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟''

''فی الحال کچھ بھی نہیں..... لیکن اس کی یہ حرکت حیرت انگیز ضرور ہے۔ چھ ماہ قبل

غائب ہو گیا اور اب بھوت بن کر نمودار ہوا ہے..... دوسری چیز یہ بھی قابل غور ہے کہ وہ سلیپنگ سوٹ ہی پہنے ہوئے غائب ہو گیا تھا حتیٰ کہ گاؤن بھی نہیں پہنا تھا..... اور اب اگر وہ ہاتھی اس لڑکی پر فٹ ہو جاتا ہے..... تو..... حمید صاحب! بس یہ سمجھ لیجئے کہ مزہ آ جائے گا۔''

حمید نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

''خیریت.....؟'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''مزہ آ رہا ہے۔'' حمید نے کہا اور سیٹی بجانے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ''پروفیسر درانی سے کب مل رہے ہیں؟''

''ضروری نہیں کہ اس سے ملا ہی جائے۔''

''آپ ملئے یا نہ ملئے..... میں تو ملوں گا۔'' حمید نے کہا۔

''کیوں.....؟''

''میں وینس کی اس تصویر کو گوشت و پوست میں دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''یار تم آدمی ہو یا آدم خور۔''

''فی الحال میں بہت شدت سے بور ہوں۔'' حمید ڈرامائی انداز میں بولا۔ ''جب سے میں نے یہ سنا ہے کہ وینس کا موڈل وہی تھی۔ کیا نام بتایا تھا اس نے ...... عامرہ..... نام بھی بڑا خوابناک ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میں برسوں سے یہ نام سنتا آیا ہوں۔ میں نے کئی بار سوچا ہے کہ میں وینس کی اس تصویر کو چوم لوں مگر وہ کافی اونچائی پر لگی ہوئی ہے۔ ایک بار سیڑھی لا رہا تھا کہ کتے بھونکنے لگے۔''

''بکو نہیں۔'' فریدی بیزاری سے بولا۔

''تو پھر کیا کروں؟''

فریدی اسے گھورنے لگا۔

''سامنے..... دیکھئے سامنے۔ کہیں جہنم میں نہ پہنچا دیجئے گا۔''

واقعی سڑک پر ٹریفک بہت زیادہ تھا۔ ذرا سی غلطی انہیں دوسری دنیا میں پہنچا سکتی تھی۔

فریدی اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے سامنے دیکھ رہا تھا۔

گھر پہنچ کر مہمان خانے کی طرف چلا گیا۔ کیونکہ اسی حصے کے ایک کمرے میں
چودھری کی بنائی ہوئی تصویر آویزاں تھی۔ وہ بڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا۔ تصویر یا اس لڑکی
کوئی دلچسپی رہی ہو یا نہ رہی ہو لیکن وہ اس وقت فریدی کو تاؤ دلانے کے لئے ایسا کر رہا تھا
نے سوچا تھا کہ وہ اس ماہ میں ایک یا دو ہفتے کی چھٹی لے کر کہیں باہر چلا جائے گا۔ لیکن
ٹرانسمیٹر والا معاملہ بیچ میں آ کودا۔ لہٰذا ایسی صورت میں اس کی گلوخلاصی ناممکن تھی۔

تھوڑی دیر بعد ایک نوکر اسے تلاش کرتا ہوا وہاں آ پہنچا۔

فریدی اپنے سونے کے کمرے میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"تم کہاں چلے گئے تھے؟" فریدی نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔

"آپ کے پاندان کے لئے ڈلیاں کتر رہا تھا۔" حمید نے ناک پر انگلی رکھی اور
بولا۔ لیکن اس کے انداز میں جھلاہٹ تھی۔

"اوسؤر......!" فریدی نے اٹھ کر اس کا گریبان پکڑ لیا۔ "ہزار بار منع کیا کہ زنخوں کی طرح......"

"صحبت کا اثر......!" حمید جلدی سے بولا۔

"گٹ آؤٹ......" فریدی چیخا۔

"شکریہ......!" حمید بھی اسی انداز میں چیخ کر باہر چلا گیا۔ اس کے سونے کا کمرہ فریدی
کے سلیپنگ روم سے ملحق تھا۔ وہ بھی اپنے پلنگ پر بیٹھ کر جوتے کے بند کھولنے لگا۔ حمید جانتا
کہ آج رات اسے جاگنا بھی پڑے گا اور سردی بھی کھانی پڑے گی۔ بھلا فریدی اس بھوت
درشن کئے بغیر کیسے رہ سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ آج خلاف معمول اس وقت اپنے سونے
کمرے میں نظر آ رہا تھا۔ حمید کو اس ٹرانسمیٹر کے متعلق معلومات بہم پہنچانے کی خواہش ضرور
لیکن وہ نہ جانے کیوں اس وقت فریدی کو تنگ کرنے پر تلا ہوا تھا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ اس چڑ
کا کیا ہوا۔ ٹرانسمیٹر اس پر فٹ ہوا یا نہیں۔

اس نے غیر ارادی طور پر اٹھ کر ریڈیو کھول دیا۔ بی بی سی سے مغربی موسیقی براڈکا
ہو رہی تھی۔ دفعتاً اسے شرارت سوجھی اور اس نے اچھل اچھل کر انگریزی میں گانا شروع کر دیا

موت بھی سالی نہیں آنا مانگتا......

ہو ہا......ای......او......ای

او پیارا ابابیل لوگ تم اڑ جا رہا ہے

ہم کو بھی سنگ لے جائے گا کہ نہیں

نیلے آسمان میں اوپر چڑیا لوگ بھی اڑتا ہے

مگر ہم سالا الو کا پٹھا......اود بلا ہے

موت بھی سالی نہیں آنا مانگتا......

ہو ہا......ای......او......ای

ای......او......ای

بطخ اپنے بچے کو دودھ پلا رہا ہے

اونٹنی انڈے دے رہا ہے

پیاری اور پیارا شاہ بلوط کے درخت پر چونچ ملا رہا ہے

گھاس ککر متے کو چومتا ہے

ہم سالا بالکل اکیلا ہے

بیوی بچے کو ترس جائے گا

موت بھی سالی نہیں آنا مانگتا

ہو ہا......او......ای......او

فریدی دروازے میں کھڑا بے بسی سے ہنس رہا تھا۔

"آخر تم چاہتے کیا ہو......؟"

"ایک ہفتے کی چھٹی......ای......او......ای"

"شٹ اپ......!"

"ای......او......ای۔"

فریدی نے آگے بڑھ کر اس کا منہ دبا دیا لیکن اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ حمید کو اس پر
قطعی تاؤ نہیں آیا۔ وہ اس کی گرفت سے نکل کر پھر ہلڑ مچانے لگا۔ نہ جانے کیا کیا بک رہا تھا۔

فریدی اسے سنجیدگی سے گھورتا رہا۔ پھر ہونٹ پھیلا کر بولا۔ "تمہیں چھٹی مل جا
اور کمرے سے چلا گیا۔

حمید تھوڑی دیر تک کھڑا مسکراتا رہا۔ شاید اب اسے نئی شرارت سوجھی تھی۔ وہ بے
چاپ اپنے کمرے سے نکل کر فریدی کے کمرے میں چلا گیا۔

فریدی لیٹنے ہی جا رہا تھا کہ حمید نے اس کے سرہانے کی گول میز پر سے پیتل کا ہاتھ
اور دیوار سے ٹکی ہوئی چھڑی کے سرے پر اسے فٹ کرنے لگا۔

فریدی کا اندازہ درست ثابت ہوا۔ ہاتھی کے پیٹ میں پھنسے ہوئے لکڑی کے ٹکڑ
ایک ایک ریشہ چھڑی کے ناہموار سرے پر ٹھیک بیٹھا تھا۔

حمید نے پرخیال انداز میں سر ہلایا۔ وہ دراصل فریدی کی نقل کر رہا تھا۔ اس کے بعد
کے مخصوص انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"یہ باوا آدم کا عصائے پیری ہے۔" حمید نے فریدی کے لہجے کی نقل اتاری۔ تھوڑ
خاموش رہا پھر بولا۔ "ہابیل اور قابیل کی جنگ کے بعد اس پر ہابیل نے قبضہ کر لیا تھا۔"

فریدی بے ساختہ ہنس پڑا۔

حمید نے ایک ہاتھ سینے پر رکھا اور آگے کی طرف جھکتے ہوئے دانت پر دانت جما کر
لگا۔ "جب آپ ہنستے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے دور کسی ویرانے کے ایک چھوٹے سے
میں چاندی کی گھنٹیاں بج رہی ہوں۔ جیسے کہکشاں کی ساری لڑیاں چھن چھن کرتی ایک
سے ٹکراتی سنگ مرمر کے فرش پر آ گری ہوں۔"

"جیسے تمہاری عقل......!" فریدی نے کہا۔ "کسی ویرانے میں گھاس چر رہی ہو......
بچپنا بھی کھلنے لگتا ہے۔"

"تو جناب والا میں آپ کی طرح ٹھس تو نہیں ہو سکتا۔ خدا نے اچھا کیا کہ آپ کو عورت
کر مرزا غالب کے زمانے میں نہیں پیدا کیا ورنہ وہ پیشہ آبا کو شاعری پر ترجیح دیتے اور آج
اس حیرانی کا موقع نصیب نہ ہوتا کہ دل کو روؤں کی پیٹوں جگر کو میں۔"

"بک چکے......؟"

"جی ہاں!"

"تو جا کر سو رہو۔ ہو سکتا ہے کہ یہ تمہاری زندگی کی آخری نیند ہو۔"

ریدی نے کہا اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ اس نے یہ بات مذاق میں نہیں کہی۔ حمید بھی یک
نجیدہ ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

"جاؤ ہو سکتا ہے کہ یہ تمہاری آخری قہقہے رہے ہوں۔" فریدی نے پھر کہا۔

"آخر بات کیا ہے؟" حمید آہستہ سے بولا۔

"مقابلہ ایسے آدمی سے ہے کہ میں تمہیں دھوکے میں نہیں رکھ سکتا۔"

"یعنی......!"

فریدی نے وہ چھڑی حمید کے ہاتھ سے لے لی اور اس کے نیچے لگی ہوئی لوہے کی سلاخ کو
ایا۔ پھر چھڑی کا اوپری حصہ حمید کے چہرے کے قریب لے گیا۔

"پڑھو......!" وہ آہستہ سے بولا۔

چھڑی کے اوپری حصے کی سطح پر مستطیل کی تھوڑی سی خلاء پیدا ہو گئی تھی۔

"گارساں......!" حمید جھک کر بڑبڑایا۔ پھر سیدھا ہو کر فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"یہ نام سنا ہے کبھی۔"

"سنا تو ہے لیکن......!"

"اس کے متعلق کچھ جانتے نہیں۔" فریدی بولا۔ "یہ دنیا کا خوفناک ترین آدمی ہے۔ پچھلی
میں جزائر انڈمان میں جاپانیوں کا داخلہ اسی کے دم سے ہوا تھا۔ چین کے بعض اہم مقامات
سی کی بدولت نکل گئے تھے۔ بعد کو اس نے جاپانیوں کو بھی چرکا دیا اور اتحادیوں سے جا ملا۔ پھر
یوں کو بھی ایک زبردست چوٹ دے کر روپوش ہو گیا تھا۔ بہرحال آج ساری دنیا کی حکومتیں
بات پر متفق ہیں کہ وہ جہاں دکھائی دے اسے گولی مار دی جائے۔"

حمید ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا فرانس کا باشندہ ہے؟" حمید نے پوچھا۔

"نہیں......!"

"لیکن نام تو فرانسیسیوں ہی جیسا ہے۔"

"تم اسے فرنچ انڈو چائینیز کہہ سکتے ہو۔ اس کا باپ انڈو چائینیز تھا اور ماں فرانسی
پیدائش انڈو چائنا میں ہوئی تھی۔"

"اور موت شاید ہمارے یہاں ہوگی۔" حمید بولا۔

"ایسا نہ کہو...... یہ وہ شخص ہے جس کی دشمن ساری دنیا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ اب
آسمان پر رہا ہوگا اور نہ تحت الثریٰ میں...... لیکن آج تک کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔"

"لیکن پروفیسر چودھری کی کوٹھی سے اس کا کیا تعلق......؟" حمید نے کہا۔

"یہی تو دیکھنا ہے۔" فریدی نے کہا اور خاموش ہوگیا۔ حمید کو اس کی فکر مندی اور
بہت سراسیمگی بھی نظر آ رہی تھی۔

"لیکن میں اسے اس لئے ڈھیل نہیں دے سکتا۔" فریدی خود بخود بڑبڑایا۔ "کہ ا
چودھری کی کوٹھی کا تعلق معلوم کروں۔ اگر وہ نظر آ گیا تو......"

وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا پھر بولا۔

"مسز چودھری نے پچھلی رات کو دھینگا مشتی کی آوازیں بھی سنی تھیں۔ اگر وہ وہاں
تو انتہائی سراسیمگی کی حالت میں وہاں سے بھاگا ہے۔"

"کیوں......؟"

"اس کا ثبوت وہاں اس ٹرانسمیٹر کی موجودگی ہے۔ وہ اتنا بدحواس تھا کہ ایسی چ
چھوڑ گیا جس سے اس کی شخصیت پر روشنی پڑ سکتی تھی۔"

"ممکن ہے...... چودھری کا بھوت......!" حمید بولا۔

"لیکن چودھری کا بھوت کیا بلا ہے؟"

فریدی نے فون کا ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو...... آفس آف دی نیو اسٹار...... ذرا انور صاحب کو فون پر بلا دیجئے۔" وہ تھو
تک خاموش رہا پھر بولا۔

"ہیلو انور!...... میں بول رہا ہوں...... فریدی...... ہاں...... حمید بالکل ٹھیک ہے؟

اب کام ہے...... تم کبھی پروفیسر درانی سے ملے ہو؟...... وہی ماہر علم الاجسام...... جو پبلک میں
ہیں آتا...... خیر مجھے اسی کی توقع تھی...... اسے بہت کم لوگوں نے دیکھا ہے...... اور میں بھی
ہیں میں سے ہوں۔ ہاں تو اس سے ایک انٹرویو لینے کی کوشش کرو...... لیکن خیال رہے کہ وہ
ہیں ٹیلی فون ہی پر نہ ٹال دے...... عموماً پریس رپورٹروں کے ساتھ یہی برتاؤ کرتا ہے......
رگھنے کی کوشش کرنا...... میں اس کے متعلق جاننا چاہتا ہوں...... بہرحال تم اس سے بہ نفس
بں ملو گے...... موضوع...... موضوع بہتیرے ہیں...... اچھا چلو موضوع بھی بتائے دیتا
ں...... ابھی حال ہی میں برازیل کی پہاڑیوں میں کسی قدیم جانور کی ہڈیوں کا ڈھانچہ ملا
ہے...... ساخت کے اعتبار سے وہ ایک ہاتھی سے بھی بڑے کنگاروں کا ڈھانچہ معلوم ہوتا
ہے...... تم اسی کے متعلق اس کی رائے لے سکتے ہو...... بہرحال کوشش کرو...... اگر کامیابی ہوگی
خیر...... ورنہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا جائے گا...... مجھے یقین ہے کہ تم اسے دیکھ کر اس کے
ردار کے متعلق بہت کچھ بتا سکو گے...... اچھا۔"

فریدی نے ریسیور رکھ دیا۔

"کیوں کیا یہ کام میں نہیں کر سکتا تھا......؟" حمید منہ سکوڑ کر بولا۔

"تمہارے بس کا نہیں۔"

"میں دکھا دوں گا۔"

"بس بس میری مرضی کے بغیر کسی کام میں ٹانگ اڑانے کی کوشش نہ کرنا۔ ورنہ نتیجے کے تم
ذمے دار ہوگے۔"

"آپ مجھ پر انور کو ترجیح دیتے ہیں۔"

"اماں کہہ دیا ایک بار کہ یہ کام تم نہ کر سکو گے۔ تم رپورٹروں کے ٹیکٹ سے واقف نہیں۔"

"خیر ہوگا، مجھے کیا کرنا ہے۔"

"تمہیں بہت کچھ کرنا ہے۔ فی الحال جا کر سو جاؤ۔"

"زبردستی سو جاؤں......؟"

"کیا تم کل تین بجے تک جاگتے نہیں رہے؟"

"یقیناً جاگتا رہا تھا مگر یہ ضروری نہیں کہ اس وقت نیند آ ہی جائے۔"

"بلاؤ اسے۔" فریدی تلخ لہجے میں بولا۔ "ورنہ اگر آج رات تم نے نیند کا نام لیا نہ سمجھو۔"

"آپ کے ساتھ کبھی خیریت رہ نہیں سکتی۔ کیونکہ وہ بھی مؤنث ہے۔"

"پھر آ گئے اسی مؤنث مذکر پر۔ یار میں تیرا سر کہاں دے ماروں۔"

"کسی نرم و لطیف سینے پر۔"

"دور ہو جاؤ۔" فریدی نے اس کی گردن میں ہاتھ دے کر اسے کمرے سے باہر

حمید اپنے کمرے میں چلا آیا۔ حقیقتاً اسے نیند پریشان کئے ہوئے تھی۔ سر میں بھی ہونے لگا تھا۔ لیکن کل رات سے اب تک اتنے تحیر انگیز واقعات پیش آئے تھے کہ ذہن کی یکسوئی ہی رخصت ہو گئی تھی۔ لہٰذا ایسی حالت میں سو جانا کافی مشکل تھا۔

کسی نہ کسی طرح اسے نیند آ ہی گئی۔

آہنی گرفت

کرائم رپورٹر انور سگریٹ کا ایک طویل کش لے کر فکرمندانہ انداز میں رشیدہ کی ط جس کی انگلیاں برق رفتاری کے ساتھ ٹائپ رائٹر کے بورڈ پر دوڑ رہی تھیں۔

رشیدہ اور وہ دونوں ابھی تک نیو اسٹار ہی کے دفتر میں کام کر رہے تھے۔ عرصہ ہ کے راز[1] سے پردہ اٹھ چکا تھا اور وہ دونوں اب بھی بہترین دوستوں کی طرح ایک ساتھ تھے۔ کئی بار ان کی بعض ہمدردوں نے انہیں شادی کا مشورہ دیا اور رشیدہ راضی بھی ہو گئی لیکن

[1] جاسوسی دنیا کا سترھواں ناول "بھیانک جزیرہ" جلد نمبر پانچ ملاحظہ فرمائیے۔

صاف انکار کر دیا۔ ان دونوں میں اکثر اب بھی نہ صرف لڑائی جھگڑے بلکہ ڈھول دھپے کی نوبت آ جاتی تھی۔ مگر یہ چیز دوستانہ شکر رنجی سے آگے نہ بڑھتی۔

"کچھ سوچا تم نے؟" انور اسے گھور کر بولا۔

"ہاں......!" رشیدہ نے سر ہلا دیا۔

"کیا......؟"

"یہی کہ اس بار پھر قرض لے کر کام چلانا پڑے گا۔"

"میں پروفیسر درانی کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔" انور جھلا کر بولا۔

"اوہ......!" رشیدہ معصومیت سے بولی "اس کے متعلق میں نے یہ سوچا ہے کہ وہ واقعی ماہر سائنسدان ہے۔"

"چانٹا تو نہ کھاؤ گی۔"

"میرا گھونسہ ہضم کر سکو گے۔"

"رشو میں سچ مچ تھپڑ مار دوں گا۔"

"میں تمہارے گال کانوں تک پھاڑ دوں گی۔"

انور تھوڑی دیر تک اسے غصیلی نظروں سے دیکھتا رہا پھر ٹہلنے لگا۔

"اچھا ٹائپ کرو۔" کچھ دیر بعد پھر وہ رشیدہ کی طرف مڑا۔

"کر تو رہی ہوں۔"

"یہ شیٹ نکال دو اور جو میں کہوں وہ ٹائپ کرو۔"

رشیدہ نے ناک بھوں سکوڑ کر وہ شیٹ الگ کر دیا اور دوسرا شیٹ چڑھانے لگی۔

"ڈیئر مسٹر انور......!" وہ بولنے لگا۔ "حالانکہ مجھے تمہاری برادری اور تمہارے پیشے سے شدید نفرت ہے اور میں نے آج تک کسی رپورٹر کو منہ نہیں لگایا لیکن میں تمہیں یہ شرف بخشنے کے لئے تیار ہوں...... برازیل کے پہاڑوں میں جو ڈھانچہ پایا گیا ہے اس کے متعلق اخبارات میں مضحکہ خیز قسم کی خیال آرائیاں نظر آ رہی ہیں اور میں کئی دنوں سے اپنے ملک کے جاہل لوگوں کی عقلوں پر ماتم کر رہا ہوں۔ لہٰذا میں تمہیں یہ عزت بخشنا چاہتا ہوں کہ تمہارے اخبار کے لئے اس

کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ میں آج پانچ بجے شام کو مل سکتا ہوں۔"

انور خاموش ہو گیا اور رشیدہ سر اٹھا کر تحیر آمیز نظروں سے اُس کی طرف دیکھنے لگی۔

"اس کا کیا مطلب......؟"

"شیٹ نکال دو۔" انور نے کہا۔ رشیدہ نے شیٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ انور ا
پڑھتا رہا۔ پھر اس نے اس کے نیچے فاؤنٹین پن سے پروفیسر درانی کے دستخط کر دیئے۔

"کیوں شامت آئی ہے۔" رشیدہ سر ہلا کر بولی۔ "میں نے سنا ہے کہ وہ بعض اوقات ہا
پائی تک اتر آتا ہے۔"

انور رشیدہ کی بات کا جواب دیئے بغیر ٹیلی فون کی طرف مڑا۔

"ہیلو......!" وہ ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں بولا۔ "پروفیسر صاحب......نہیں سیکر
نہیں......ڈائریکٹ کنٹیکٹ...... پروفیسر صاحب...... میں انور بول رہا ہوں......عزت افزائی
شکریہ......لیکن میں فون پر انٹرویو نہیں لوں گا......میں آپ کے سامنے بیٹھنا چاہتا ہوں۔"

اور پھر اس نے ایک جھٹکے کے ساتھ ریسیور رکھ دیا اور اپنا کان سہلانے لگا۔

"میں سمجھ گئی......!" رشیدہ نے قہقہہ لگایا۔ "لیکن یہ نہ بھولو کہ ابھی تمہارے سر کے زخم
کناروں پر بھی کھرنڈ نہیں جمی۔"

انور پھر کچھ نہ بولا۔

"تمہاری مرضی......!" رشیدہ پھر ٹائپ کرنے لگی۔ "لیکن اگر تمہارے منہ کا ایک
دانت کم ہوا تو میں تمہیں گھر میں نہ گھسنے دوں گی۔"

انور تھوڑی دیر تک اسے گھورتا رہا پھر بولا۔

"تم اس کے متعلق کیا جانتی ہو؟"

"آج سے دو ماہ قبل اس نے ڈیلی میل کے رپورٹر کی چٹنی بنا دی تھی۔"

"مجھے بھی معلوم ہے۔" انور سگریٹ سلگاتا ہوا بولا۔

"اور جو راستہ تم اختیار کر رہے ہو وہ تو اسے بھیڑیا بنا دے گا۔"

"میں نے کبھی کوئی کام سوچ سمجھ کر نہیں کیا۔"

"تب تو ٹھیک ہے۔ موت بھی اطلاع دیئے بغیر ہی آتی ہے۔"

"شش......!"

انور اپنی میز پر بیٹھ کر کام کرنے لگا۔ اس کی نظریں بار بار گھڑی کی طرف اٹھ جاتی تھیں۔

"میں بھی چلوں گی۔" رشیدہ تھوڑی دیر بعد بولی۔

"نہیں......!"

"دیکھتی ہوں تم کس طرح روکتے ہو۔"

"اس طرح۔" انور نے کہا اور اٹھ کر کمرے کے دروازے بند کر دیئے اس کمرے میں صرف وہی دونوں بیٹھتے تھے۔ پہلے انور بیٹھتا تھا اور رشیدہ کی میز کمپوزیٹروں کے کمرے میں ہوا کرتی تھی لیکن بعد کو انور نے اسے بھی وہیں بلا لیا تھا۔

دروازہ بند کر کے وہ رشیدہ کی طرف آیا۔ اس کے دونوں کان مضبوطی سے پکڑ کر دو تین گہرے جھولے دیئے اور پھر تین چار مرتبہ تھپڑ جھاڑ کر الگ ہٹ گیا۔

رشیدہ نے شور نہیں مچایا پہلے اسے گھورتی رہی پھر اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔

"کمینے......کتے......سُور......وحشی......جنگلی......یہ آفس ہے......جہنم میں جاؤ۔"

آنکھیں خشک کر کے وہ پھر ٹائپ کرنے لگی۔ انور نے دروازہ کھول دیا اور اپنی کرسی پر بیٹھ کر سگریٹ سلگانے لگا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ رشیدہ نے پھر کوئی بات نہیں کی۔ وہ بدستور سر جھکا کر ٹائپ کرتی رہی۔

گھڑی نے ساڑھے چار بجائے اور انور کمرے سے نکل آیا۔ رشیدہ نے سر اٹھا کر دیکھا تک نہیں۔ تھوڑی دیر بعد اس کی موٹر سائیکل پروفیسر درانی کی کوٹھی کی طرف جا رہی تھی۔ موٹر سائیکل اس نے پورٹیکو ہی میں پہنچ کر روکی اور دو منٹ تک انجن بند نہیں کیا۔ پوری کوٹھی شور سے گونج رہی تھی۔

ایک دبلا پتلا اور کافی لمبا آدمی برآمدے میں کھڑا اسے گھور رہا تھا۔ اس نے ہلکے نیلے رنگ کی سرج کا سوٹ پہن رکھا تھا اور گردن میں شوخ رنگوں والی ٹائی تھی۔ چہرہ سفید اور زندگی کے

صحت مند آثار سے قطعی محروم تھا۔ آنکھیں دھندلی اور عرق آلود تھیں۔

انور نے اسے دیکھ کر انجن بند کر دیا اور اسٹینڈ گرا کر سیڑھیاں طے کرنے لگا۔

"کیا بات ہے؟" وہ آدمی اسے خواب ناک انداز میں گھورتا ہوا بولا۔

"پروفیسر سے ملنا ہے۔" انور لاپروائی سے بولا۔

"پروفیسر سے.....؟" اس نے اس انداز میں دہرایا جیسے انور ملک الموت سے ملنے کا متمنی ہو

"خود انہوں نے مجھے بلایا ہے۔"

"انہوں نے! لیکن مجھے تو اس کی اطلاع نہیں۔"

"آپ ہیں کون؟" انور نے اُسے گھور کر پوچھا۔

"ان کا سیکریٹری۔"

"لیکن انہوں نے مجھے بلایا ہے اور براہِ راست مجھ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

"براہِ راست.....!" وہ اس طرح بولا جیسے خواب میں بڑبڑا رہا ہو۔ اس کی نظریں ا
کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ نہ جانے کیوں انور کے ذہن میں ایک کینچلی چڑھا ہوا پرانا سا
کلبلانے لگا۔

"ہاں ہاں جناب براہِ راست.....!"

"ثبوت.....؟"

"ابھی کچھ دیر قبل میں نے فون پر ان سے بات کی تھی۔"

"خیر میں پوچھتا ہوں..... آیئے۔"

وہ دونوں ایک چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوئے۔ سیکریٹری نے ایک کرسی کی طر
اشارہ کر کے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا۔

انور بیٹھ کر اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ذرہ برابر بھی سراسیمگی کے آثار نہ
تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پروفیسر نے سچ مچ اُسے مدعو کیا ہو۔

سیکریٹری ماؤتھ پیس میں ہکلا رہا تھا۔

"یس سر..... ایک صاحب..... اوہ یس سر..... آپ نے انہیں بلایا تھا..... یس سر

ی کہتے ہیں..... یس سر۔"

پھر وہ ماؤتھ پیس کو ہاتھ سے بند کر کے انور کی طرف مڑا۔ "کیا نام بتایا تھا آپ نے؟"

"انور سعید۔"

سیکریٹری ماؤتھ پیس میں بولنے لگا۔

"یس سر..... انور سعید صاحب..... اچھا صاحب نہیں..... صرف انور سعید..... یس سر۔"

"مسٹر، آپ خود گفتگو کر لیجیے۔" اس نے ریسیور انور کی طرف بڑھا دیا۔

"ہیلو.....!" انور کو فون میں عجیب قسم کی غراہٹ سنائی دی۔

"کون ہو تم.....؟"

"انور سعید..... نیو اسٹار کا رپورٹر.....!"

"کیا ہے؟" عجیب طرح کی آواز تھی۔

"آپ نے مجھے بلایا ہے۔"

"بکواس ہے..... تمہارا دماغ خراب ہے۔"

"تو پھر آپ نے مجھے کیوں پریشان کیا۔" انور اس زور سے چیخا کہ کمرہ گونج اٹھا اور
یٹری اسے گھورنے لگا۔ لیکن نہ جانے کیوں اس کے چہرے پر ایک اطمینان بخش مسکراہٹ تھی۔

انور اسے کنکھیوں سے دیکھ رہا تھا۔

"میں نے تمہیں نہیں بلایا۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میرے پاس آپ کی تحریر موجود ہے۔" انور جھلائے ہوئے انداز میں بولا۔ "میرا وقت
یش قیمتی ہے۔"

"اچھی بات ہے۔" تھوڑے توقف کے بعد آواز آئی۔ "سیکریٹری۔"

انور نے ریسیور سیکریٹری کی طرف بڑھا دیا۔

"یس سر..... یس سر..... ویری ول سر.....!"

"جایئے۔" وہ ریسیور رکھ کر انور کی طرف مڑا۔ "راہداری کے آخری سرے پر داہنی طرف
جایئے گا۔"

"آپ چل کر دکھا دیجئے۔"

"میں......اوہ......!" وہ ہکلایا۔ "مجھے فون پر اس قسم کی کوئی ہدایت نہیں ملی۔"

انور چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر راہداری میں داخل ہو گیا۔ آخری سرے پر پہنچتے ہی اسے اپنی پشت پر ایک سریلی آواز سنائی دی۔

"ٹھہریئے۔"

انور چونک کر مڑا۔

اس سے کچھ فاصلے پر ایک دبلی پتلی اور خوبصورت سی لڑکی کھڑی تھی۔ اس کی بڑی آنکھیں کسی خوفزدہ ہرنی کی آنکھوں سے مشابہ تھیں۔ چہرے پر ایک غم آلود اضمحلال طاری انور دل [illegible] ن کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔

"آپ ڈیڈی سے ملنے آئے ہیں؟"

"جی ہاں......! غالباً آپ کا مطلب پروفیسر صاحب ہے۔"

لڑکی سر ہلا کر بولی۔ "آپ اس سے پہلے بھی کبھی ان سے مل چکے ہیں؟"

"جی نہیں!"

لڑکی کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا۔

"خدارا ان سے کسی بات پر بحث نہ کیجئے گا۔"

"کیوں؟" انور نے پوچھا۔

"کیا آپ نے ان کے متعلق کچھ نہیں سنا......؟"

"نہیں۔"

"آپ کے سر پر پٹی کیسی بندھی ہوئی ہے؟" لڑکی نے پوچھا۔

"چوٹ ہے۔"

"تب تو آپ خدارا واپس چلے جایئے......جایئے۔"

"میں ان سے مل کر ہی جاؤں گا۔ انہوں نے مجھے بلایا ہے۔"

لڑکی تھوڑی دیر کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "جایئے! لیکن جیسے ہی انہیں کسی بات پ

ے آبنوس کی گول میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجا دیجئے گا۔ میں فوراً آ جاؤں گی۔ داہنے ہاتھ کی طرف نے والا کمرہ۔ لیکن اندر داخل ہونے سے پہلے تین بار دروازہ پر ہلکی ہلکی دستک ضرور دیجئے گا۔"

انور نے دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔

"آ جاؤ......!" اندر ایک غراہٹ نما بے ہنگم آواز سنائی دی۔

انور دروازے کو دھکا دے کر بے دھڑک اندر چلا گیا۔ ایک بڑی میز کے پیچھے اسے ایک ب الخلقت آدمی یا جانور کا سر دکھائی دیا۔ چہرے پر ڈاڑھی بھی تھی اور اس ڈاڑھی کی موجودگی وہ سر کسی ارنے بھینسے کا سر معلوم ہو رہا تھا۔

"گڈ ایوننگ پروفیسر......!" انور قدرے جھک کر بولا۔

"انگریز کی بچے ہو؟" ایک چنگھاڑ سنائی دی۔

"اچھا السلام علیکم......!"

"وعلیکم السلام......تم جھوٹے ہو......میں نے پہلے کبھی تمہیں نہیں دیکھا......بیٹھ جاؤ۔"

انے بڑی میز کے سامنے رکھی ہوئی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

انور بیٹھ گیا۔

پروفیسر درانی ایک چکر کھانے والی کرسی میں دھنسا ہوا تھا۔ انور نے محسوس کیا کہ سر کی بت اس کا جسم بھی کافی پھیلاؤ رکھتا ہے۔

"وہ میری تحریر کہاں ہے؟" پروفیسر کی چنگھاڑ پھر سنائی دی۔

انور نے ٹائپ کیا ہوا خط اس کی طرف بڑھا دیا۔

خط پڑھتے وقت پروفیسر درانی کا چہرہ حد درجہ خوفناک ہو گیا۔ اس کی سرخ سرخ آنکھیں لگیں......اور پھر......انور نے اس کے حلق سے نکلنے والی بے ہنگم آوازوں کو مصلحتاً نظر انداز کرنے کی کوشش کی۔

"یہ میرے دستخط نہیں ہیں۔" وہ چنگھاڑ کر کھڑا ہو گیا اور اس کی عظیم الشان توند میز کے اوپر لانے لگی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے مغل طرز کی کسی عمارت کا گنبد متحرک ہو گیا ہو۔ وہ میز پر اپنے دونوں ہاتھ ٹیکے انور کو خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔ ایک ٹھنڈی سی لہر اس کے جسم میں دوڑ گئی۔

''میں کچھ نہیں جانتا۔'' انور نے لاپروائی سے کہا۔

''میں تمہیں سمجھاؤں گا۔'' وہ ایک جھٹکے کے ساتھ بیٹھتا ہوا بولا۔ ''میں اس ڈھانچے کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے تمہیں بلاؤں گا۔ تمہیں...... تم...... جو ایک مائل بہ انحطاط نسل سے تعلق رکھتے ہو۔ تم جس کی ذہانت مینڈک اور چوہے کی ذہانت کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتی۔ تم! پریس رپورٹر، کیچوے سے بدتر...... میں تمہیں بلاؤں گا...... ایک سائینٹیفک مسئلے پر اظہار خیال کرنے کیلئے۔ تمہارے اوپر تو ایک چمپنزی کی کھال بھی نامناسب معلوم ہوگی...... دفان ہوجاؤ۔''

''میں آپ کی زندگی میں دفن ہونے کے لئے تیار نہیں۔'' انور مسکرا کر بولا۔

''دفن نہیں دفان......!'' وہ میز پر گھونسہ مار کر حلق کے بل چیخا اور کمرے میں کم از کم ہزار آوازیں بکھر گئیں۔

انور خاموش بیٹھا رہا۔ وہ دیدہ و دانستہ یہ بات ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ اس سے ذرہ برابر بھی خائف نہیں۔ پروفیسر درانی کی سانس پھول رہی تھی۔

''میں سمجھتا ہوں۔'' وہ دانت پیس کر ہانپتا ہوا بولا۔ ''تم نے میرا وقت برباد کرنے کے لئے یہ چال چلی ہے۔''

''بحیثیت بزرگ آپ کو میری اس شرارت پر ہنسی آنی چاہئے تھی۔'' انور سنجیدگی سے بولا۔

''ہنسی......!'' پروفیسر اچھل کر بولا۔ ''مجھے کبھی ہنسی نہیں آتی۔ میں بندروں کی طرح دانت نکالنا پسند نہیں کرتا۔''

''تو پھر آپ کو بن مانسوں کی طرح خاک بھی نہ اڑانی چاہئے۔'' انور اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔

''کیا......؟'' پروفیسر پھر کھڑا ہوگیا۔

''میرا خیال ہے کہ میں اس وقت دنیا کے عظیم ترین سائنٹسٹ سے گفتگو کر رہا ہوں۔'' انور کے لہجے میں بیزاری تھی۔

پروفیسر پھر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ شعلہ بار ہوگئی تھیں۔

''گٹ آؤٹ۔'' دفعتاً وہ اتنی زور سے چیخا کہ انور چونک پڑا۔ اس کا دل دھڑکنے لگا تھا لیکن اس نے بھی یہ طے کرلیا تھا کہ اپنے چہرے پر ایسے آثار پیدا نہ ہونے دے گا جن سے

ظاہر ہوسکے کہ وہ اس سے مرعوب ہوگیا ہے۔ حالانکہ اسے شروع ہی سے یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے کسی خونخوار ریچھ کے کٹہرے میں بند کردیا گیا ہو۔

''اس ڈھانچے کے متعلق دنیا آپ کے خیالات کی منتظر ہے۔'' انور نے کہا۔

''دنیا کو اگر اس کی ضرورت ہوگی تو میرے پاس باقاعدہ طور پر وفد آئے گا۔ اس کے لئے میں کسی حقیر پریس رپورٹر سے گفتگو کرنا پسند نہیں کرتا۔ ناؤ گٹ آؤٹ۔''

''اچھا تو یہ حقیر پریس رپورٹر آپ کو اس فرعونیت کا مزہ چکھا دے گا۔'' انور جانے کے لئے اٹھتا ہوا بولا۔ دراصل اس کا مقصد حل ہوگیا تھا۔ فریدی نے اسے صرف اس کے عادات و اطوار اور حلیہ وغیرہ معلوم کرنے کے لئے ہدایت دی تھی۔

''مجھ پر اپنے چیتھڑے کے ذریعے گندگی اچھالو گے۔'' پروفیسر اٹھتا ہوا بولا۔

''نہیں...... میں اتنی پست ذہنیت نہیں رکھتا۔'' انور جانے کے لئے مڑا۔

''ٹھہرو! کیا تمہیں ڈیلی میل کے رپورٹر کا حشر نہیں معلوم تھا۔''

''معلوم تھا...... اور اس وقت میں یہ سوچ رہا ہوں کہ شاید اس نے بھیڑ کا دودھ پیا تھا۔''

پروفیسر درانی اچھل کر میز کے پیچھے سے نکل آیا۔

انور کے سامنے دنیا کا آٹھواں عجوبہ کھڑا تھا۔ اس کا قد ساڑھے چار فٹ سے کسی طرح زیادہ نہ رہا ہوگا۔ مگر پھیلاؤ...... خدا کی پناہ...... انور سوچ رہا تھا کہ اگر کہیں اتفاق سے اس پر گر گیا تو اس کی ہڈیاں سرمہ ہوجائیں گی اور جسم امرود کی جیلی بن جائے گا۔

''لیکن تم نے شاید کسی گدھی کا دودھ پیا ہے۔'' پروفیسر انور کی طرف جھپٹا۔ انور اچھل کر ایک طرف ہوگیا اور پروفیسر اپنے زور میں دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور وہ پھر پلٹ پڑا۔ انور نے اندازہ لگایا تھا کہ اس کا بھاری بھرکم جسم اسے ہلنے جلنے سے بھی باز رکھتا ہوگا۔ لیکن اس کا پھرتیلا پن دیکھ کر اسے چکر آنے لگا۔ وہ جھپٹ جھپٹ کر اسے پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا اور انور سارے کمرے میں بھاگتا پھر رہا تھا۔ اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ پروفیسر دروازے کی خاص طور پر حفاظت کر رہا ہے۔ کمرے کی چوڑائی کم تھی اسے خدشہ تھا کہ اگر اس نے ایک بار بھی اس کے قریب سے نکلنے کی کوشش کی تو موت ہی ٹانگ پکڑ لے گی۔ انور نے

پوری قوت لگا کر بڑی میز الٹ دی۔ پروفیسر زخمی شیر کی طرح دھاڑ کر اس کی طرف جھپٹا۔ انور
جھک کر میز کی اوٹ میں ہوگیا۔ پروفیسر بھی دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر جھکا۔ انور نے ہائی جمپ
کی مشق کا مظاہرہ کیا...... لیکن ...... اس کی ایک ٹانگ پروفیسر کے ہاتھ میں آ ہی گئی...... اور
انتہائی الجھن کی حالت میں بھی اسے ہنسی آ گئی۔ وہ فرش پر اوندھا پڑا تھا۔ اس کی دونوں ٹانگیں
پروفیسر کے ہاتھوں میں تھیں اور پروفیسر بھی اوندھا پڑا ہوا بن مانسوں کی طرح شور مچا رہا تھا۔ انور
کو اپنی پنڈلیاں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ لیکن اسے اطمینان تھا کہ اب پروفیسر خود...
قیامت تک نہ اٹھ سکے گا۔ تاوقتیکہ اس کی ٹانگیں نہ چھوڑ دے۔ انور کہنیاں زمین پر ٹیک کر آگے
کھسکنے کے لئے زور لگا رہا تھا۔

اس جدوجہد کے دوران میں انور کا سر کئی بار دیوار سے ٹکرا گیا تھا اور زخم پھر سے تازہ ہوگیا
تھا۔ زخم پر بندھی ہوئی پٹی سے خون رسنے لگا۔ چہرے پر کئی جگہ خراشیں آ گئی تھیں۔ ناک...
قریب داہنے گال کا بہت سا چمڑہ نکل گیا تھا۔

پروفیسر نے بھی شاید تہیہ کرلیا تھا کہ وہ اس کی ٹانگیں نہ چھوڑے گا۔ دونوں ابھی تک زمین
پر اوندھے پڑے تھے۔ پروفیسر نے چیخنا بند کردیا تھا۔ البتہ اس کی چڑھتی ہوئی سانسیں کمرے میں
گونج رہی تھیں۔

دفعتاً انور کو آبنوس کی گول میز کا خیال آیا۔ جو قریب ہی پڑی ہوئی تھی اور اس کی دسترس
سے باہر نہ تھی۔ اس نے خود کو آدھے دھڑ سے اٹھایا اور میز پر رکھی ہوئی برقی گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔

تھوڑی دیر بعد راہداری میں تیز تیز قدموں کی آواز سنائی دی اور وہی لڑکی اندر گھس آئی۔

''ڈیڈی......!'' وہ زور سے چیخی...... اور انور کی ٹانگوں پر پروفیسر کی گرفت پہلے سے کچھ
زیادہ سخت ہوگئی۔

''ڈیڈی...... چھوڑ دو...... اسے۔''

''بھاگ جاؤ......!'' پروفیسر غرایا۔

''میں اپنا گلا گھونٹ لوں گی۔'' وہ بلبلا کر رو پڑی۔

پروفیسر نے انور کے پیر چھوڑ دیئے اور انور اچھل کر کھڑا ہوگیا۔

''جاؤ...... بھاگو......!'' وہ انور کو دروازے کی طرف دھکیلتی ہوئی بولی۔ انور اس طرح
نہیں بھاگنا چاہتا تھا لیکن اس سے اس کا رونا نہ دیکھا گیا۔ وہ کسی ننھی سی بچی کی طرح بلک بلک
کر رو رہی تھی۔ اس نے انور کو باہر دھکیل کر اندر سے دروازہ بند کرلیا۔

انور چند لمحے کھڑا لڑکی کے رونے کی آواز سنتا رہا۔ شاید پروفیسر اسے چمکار رہا تھا۔

وہاں مزید ٹھہرنا فضول سمجھ کر انور چل پڑا۔ اس کی حالت بڑی مضحکہ خیز تھی۔ سارے
کپڑے ستیاناس ہوگئے تھے اور اسے یہ سوچ سوچ کر شرم آ رہی تھی کہ ابھی اسے اسی حالت میں
شہر کی سڑکوں سے گزرنا ہوگا۔

بہرحال وہ جوں توں گھر پہنچا۔

سات بج گئے تھے اور اندھیرا گہرا ہوگیا تھا۔

اس کے فلیٹ میں روشنی تھی۔ رشیدہ فلیٹ میں موجود تھی۔ انور کو اس حال میں دیکھ کر اس
نے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔

چند لمحے خاموش کھڑی اسے گھورتی رہی پھر آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھی اور پھر دونوں
ہاتھوں سے اس کے گالوں پر چانٹوں کی بوچھاڑ کردی۔

''سؤر...... کمینے...... کتے...... میں منع کرتی تھی۔''

انور خاموشی سے پٹتا رہا۔

پھر رشیدہ نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

انور اس کا نوٹس لئے بغیر کھڑکی کے قریب جا کر کھڑا ہوگیا۔ رشیدہ کی سسکیاں کمرے میں
گونج رہی تھیں۔ انور کی نظریں باہر سڑک پر جمی ہوئی تھیں۔

پھر اس نے فون کا ریسیور اٹھایا اور فریدی کو فون کرنے لگا۔

شروع سے آخر تک کی روداد دہرانے کے بعد اس نے ریسیور رکھ دیا اور رشیدہ کی طرف
مڑ کر بولا۔

''میرے زخم صاف کر کے بینڈیج کر دو۔''

رشیدہ آنسو پونچھتی ہوئی اٹھی اور ڈریسنگ کا سامان درست کرنے لگی۔

انور سگریٹ سلگا کر ٹہلنے لگا۔

رشیدہ اب بھی روئے جارہی تھی۔

"او...... رشیدہ کی بچی...... مجھے آنسوؤں سے نفرت ہے۔" انور نے کہا اور اسے گھورنے

کچھ گھونسے کچھ فائر

نو بجے رات کو فریدی اور حمید آرلکچو میں کافی پی رہے تھے۔ کچھ دیر قبل حمید انور کی مرمت پر دل کھول کر ہنس چکا تھا اور اب دونوں خاموشی سے کسی مسئلے پر غور کر رہے تھے۔

"کیا آپ کو واقعی پروفیسر درانی پر بھی شبہ ہے؟" حمید نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"نہیں...... لیکن ہوسکتا ہے کہ وہ پروفیسر چودھری کے معاملے پر کچھ روشنی ڈال سکے۔"

"تو آخر انور کی حجامت بنوانے سے کیا فائدہ ہوا آپ کو......؟"

"میں پروفیسر درانی کو اتنا پاگل نہیں سمجھتا تھا۔ بہر حال اس سے ملنے سے قبل میں اس شخصیت ۔کے بارے میں اندازہ لگالینا چاہتا تھا۔ وہ انتہائی ضدی مغرور اور احساس برتری کا معلوم ہوتا ہے۔ اس سے کوئی کام کی بات معلوم کرنے کے سلسلے میں کافی احتیاط برتنی پڑے گی

"آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں جیسے وہ کوئی ہوا ہو۔"

"یہ بات نہیں وہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ ملک کے چوٹی کے لیڈر اس کا نام عز سے لیتے ہیں اور اس کی بدد ماغیوں کے باوجود بھی اس کا احترام کرنے پر مجبور ہیں۔ تم شاید خیال میں ہوگے کہ اس سے دھونس دھڑلے سے بھی کام نکل جائے گا۔"

"اچھا اگر وہ کمینگی ہی پر آمادہ ہوگیا تو کیا کیجئے گا۔" حمید بولا۔

"طرح دینی پڑے گی حمید صاحب۔ اس کی علمیت کی بناء پر میں اس کا احترام کرتا ہوں

"آپ بھی عالم ہیں اسی لئے...... میں ٹھہرا جاہل...... ہمیشہ جوتے گانٹھتا رہتا ہوں اس لئے میرے ہاتھ میں تو جوتا ہوگا۔"

"تم انور سے زیادہ طاقت ور نہیں ہو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"کیا فرمایا آپ نے...... خدا کی قسم پھر ایک دن یہی سہی۔"

"کیا......؟"

"میری اور انور کی کشتی۔"

"آپ کشتی لڑیں گے؟" فریدی تمسخرانہ انداز میں بولا۔

"آپ مجھے اتنا کمزور کیوں سمجھتے ہیں۔" حمید اکڑ کر بولا۔ "اچھا آپ ہی میرا پنجہ موڑ دیجئے۔"

حمید نے پنجہ آگے بڑھا دیا۔ فریدی نے اپنی انگلیاں اس میں پھنسائیں اور......

"ارے...... ارے" حمید بل کھانے لگا۔ "توڑنے کو کب کہا تھا۔"

فریدی نے ہنس کر ہاتھ چھوڑ دیا۔

"اچھا اب اٹھنا چاہئے۔" فریدی نے گھڑی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ٹھہرئیے......!" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ذرا ایک بات اور سمجھ لینے دیجئے ورنہ بعد کو آپ مجھے الزام دیں کیونکہ آج کل مجھ پر کشت وخون بُری طرح سوار ہے۔"

فریدی استفہامیہ انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"ظاہر ہے کہ آپ کسی ارادے سے نکلے ہیں اور آپ یہ بھی کہہ چکے ہیں کہ وہ ایک خطرناک آدمی ہے اور آپ کو یہاں اس کی موجودگی کا یقین واثق ہے اور ہم دونوں تنہا وہاں جارہے ہیں۔ آپ نے محکمے کو بھی اس سے باخبر نہیں کیا ہے۔ حالانکہ یہ بڑی اہم چیز تھی۔"

حمید خاموش ہوگیا۔

"تم اپنی کس بات کا جواب چاہتے ہو؟" فریدی بولا۔ "میرے خیال سے تم نے کوئی جواب طلب بات کہی ہی نہیں۔"

"ہم تنہا کیوں جارہے ہیں؟"

"معاملات کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے...... ابھی ہم ان کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔"

فریدی بولا۔

''اور اگر معاملات نے ہمارا صحیح اندازہ لگالیا تو۔''

''بکومت...... گٹ آؤٹ۔''

ریسپشن روم میں آکر انہوں نے اپنے اوور کوٹ پہنے۔ فلٹ ہیٹ اٹھائے ا
کھڑے کرتے ہوئے باہر نکل آئے۔ ٹھنڈی ہوا ان کے گال سہلاتی ہوئی کانوں میں گم
تھی۔ سڑک پار کرکے ایک گلی میں گھستے وقت اُنہوں نے فلٹ ہیٹوں کے گوشے چہ
جھکا لئے۔

دوسری سڑک پر پہنچ کر وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئے اور ٹیکسی چل پڑی۔ حمید پائپ م
بھرتا ہوا فریدی کی طرف مڑا۔ جو سیٹی بجانے کے انداز میں ہونٹ سکوڑے سامنے دیکھ رہا

''تم تو عورتوں کے بڑے گہرے نباض ہو۔'' دفعتاً وہ حمید کی طرف مڑ کر بولا۔

''خیریت......؟'' حمید نے پائپ سلگاتے رک کر کہا۔

''مسز چودھری نے مجھے یہ کیوں نہیں بتایا تھا کہ پروفیسر چودھری کے سارے جو
موجود تھے اور وہ چپل بھی پلنگ ہی کے پاس پڑے پائے گئے تھے جنہیں وہ رات کو پہنا کرتا

''اس نے بتایا نہیں تو آپ کو معلوم کیسے ہوا......؟''

''پولیس کی تفتیش رپورٹ سے۔''

حمید کسی سوچ میں پڑ گیا پھر مسکرا کر بولا۔

''میں یقیناً عورتوں کی نفسیات کا ماہر ہوں لیکن جوتوں اور چپلوں پر میری نظر نہیں
ہیں۔ Leg Fetishism کا شکار نہیں۔''

''یقیناً ہو...... میں نے تمہیں انہیں عورتوں کے پیچھے بھاگتے دیکھا ہے جن کے پ
اور حسین ہوتے ہیں کچھ تعجب نہیں کہ تم ان کے انگوٹھے بھی چوستے ہو۔''

''اس کی نوبت آنے سے پہلے ہی اپنا ہی انگوٹھا چوسنے لگتا ہوں۔''

''بات پھر اِدھر اُدھر ہوگئی۔ میں نے وہ بات اس لئے کہی تھی کہ تم اس پر سنجیدگی سے
گے۔''

''تو جناب اگر آپ سنجیدگی سے پوچھتے ہیں تو میں یہ عرض کروں گا کہ میں اسے مکار سمجھنے
کے لئے تیار نہیں۔ بڑی پیاری عورت ہے۔''

''جذبات سے الگ رہ کر سوچو......!''

''ناممکن فریدی صاحب۔ آپ قطعی غیر فطری بات کہہ رہے ہیں۔ کوئی مرد کسی ایسی عورت
کے متعلق جذبات سے الگ رہ کر کچھ سوچ ہی نہیں سکتا جس کے ساتھ اس کے جنسی رشتے کا قیام
ممکن ہو۔''

''کبھی کبھی یہ بھول جایا کرو کہ تم مرد ہو۔''

''یہ بھی غیر فطری ہے۔''

''میری مثال سامنے رکھو۔''

''آپ خود کو دھوکا دیتے ہیں۔ آپ کسی خطرناک Complex کے شکار ہیں۔''

''خیر چلو یہی سہی۔ میں اس کی تردید نہیں کرسکتا۔ اگر آدمی کے ساتھ
Complexe نہ ہوں تو وہ اپاہج ہو جائے۔ مگر تم اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا۔''

''خدا نہ کرے کہ کبھی میرا دل ٹھنڈا ہو...... جس دن ایسا ہوا خودکشی کرلوں گا۔''

پروفیسر چودھری کی کوٹھی قریب ہی تھی۔ فریدی نے ٹیکسی رکوائی اور وہ دونوں نیچے اتر گئے۔
سڑک سنسان پڑی تھی اور اس کے کنارے بجلی کے کھمبے اپنی زرد روشنی سمیت بے کراں
ت ہی کا ایک حصہ معلوم ہو رہے تھے۔

فریدی اور حمید سڑک چھوڑ کر عمارت کی پشت پر پھیلی ہوئی تاریکی میں چلے گئے۔

''میرا خیال ہے کہ چودھری کی کوٹھی یہی ہے۔'' فریدی بولا۔ تھوڑی دیر تک تاریکی میں
وبی ہوئی عمارت کے نیچے سے اوپر تک دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔ ''تھوڑی بہت محنت تو کرنی ہی
ے گی۔''

''یعنی......؟''

''ٹھہرو بتاتا ہوں......'' فریدی نے کہا اور دیوار کی طرف چلا گیا۔ حمید بھی بڑھا فریدی
یوار کے سہارے آگے بڑھ رہا تھا۔ ایک جگہ رک کر اوپر کی طرف دیکھنے لگا۔

"اس پائپ کے سہارے ہمیں اوپر جانا ہے۔" فریدی نے سرگوشی کی۔

"اپنے بس کا روگ نہیں۔" حمید بھنا کر بولا۔ "پہلے سے بتا دیا ہوتا تو لنگوٹی باندھ کر
آپ بھی کمال کرتے ہیں۔"

"کیا مصیبت آ گئی۔"

"السٹر ولسٹر لاد کر مجھ سے نہ چڑھا جائے گا۔"

"السٹر اتار دو۔"

"رکھوں کہاں......؟"

"مجھے دو......!" فریدی نے کہا اور بیٹھ کر اپنے جوتے اتارنے لگا۔ جوتے جیبوں
ٹھونس کر اس نے حمید کا السٹر کاندھے پر ڈالا اور فلٹ ہیٹ کو سر کی پشت پر چپکا کر پائپ
سہارے اوپر چڑھنے لگا۔ حمید کو طوعاً و کرہاً اس کی تقلید کرنی پڑی۔ پائپ کے لوہے کی ٹھنڈک
کے ہاتھوں کی ہڈیوں میں گھسی جا رہی تھی۔ تھوڑی دور چڑھنے کے بعد اس نے سر اٹھا کر
دیکھا۔ فلٹ ہیٹ سرک کر نیچے چلی گئی اور وہ دل ہی دل میں کوئی اچھوتی اور نئی گالی تلاش کر
لگا۔ پائپ سے ملی ہوئی کھڑکی صاف نظر آ رہی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے فریدی نے ایک ٹانگ
کر کھڑکی کے اندر رکھی اور حمید کی نظروں سے غائب ہو گیا۔

حمید کی حالت ابتر تھی۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے پائپ گرفت سے اب نکلا تب
سانس پھول گئی تھی۔ ہاتھ اور پیر پتھر کی طرح سخت اور بے حس ہوئے جا رہے تھے۔ بدقت
وہ کھڑکی تک پہنچ ہی گیا۔ لیکن اگر فریدی اسے فوراً ہی سنبھال نہ لیتا تو وہ کھڑکی اس کے
جنت کی کھڑکی ثابت ہوتی۔

کمرے میں اندھیرا تھا۔ حمید جوتے پہننے لگا۔ پھر فریدی نے اس کا اوورکوٹ اس
طرف بڑھا دیا۔ اتفاقاً اس کا ہاتھ حمید کے سر سے جا لگا اور وہ چونک کر بولا

"فلٹ ہیٹ کیا ہوئی۔"

"اس پر زمین کی قوتِ کشش غالب آ گئی۔"

"خیر......اس بات کی خوشی ہے کہ تم ایسے موقعوں پر بھی اچھے جملے بول سکتے ہو۔"

ریدی نے جیب سے ٹارچ روشن کر کے چاروں طرف دیکھا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جو
روم کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا رہا ہوگا اور گرد و غبار سے ظاہر ہو رہا تھا کہ عرصہ سے
نہیں لی گئی۔ دروازہ باہر سے بند تھا۔ فریدی کو اس دروازے کا بھی ایک شیشہ کاٹنا
سے قبل وہ پائپ ہی پر چڑھے چڑھے کھڑکی کا بھی شیشہ کاٹ چکا تھا۔ دروازے کے
تالا نہیں تھا۔ اس لئے دروازہ کھول لینے میں کوئی دشواری نہ ہوئی۔ کمرے سے نکل کر
وقت پیش نہیں آئی کیونکہ وہ دن ہی میں اوپری منزل کو اچھی طرح دیکھ بھال چکے تھے۔
ویل راہداری سے گزرتے وقت دفعتاً فریدی نے حمید کا شانہ دبایا۔ حمید بھی رک گیا۔
آہٹ سنائی دے رہی تھی۔ وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے ہال کی طرف والے زینوں
چلے گئے۔ انہوں نے وہ آہٹ بیرونی زینوں پر سنی تھی۔

نے والا تھوڑی دیر تک راہداری کی ایک کھلی کھڑکی کے قریب کھڑا رہا۔ تاروں بھرے
کے پس منظر میں اس کے خطوط صاف نظر آ رہے تھے۔ وہ کوئی مرد تھا وہ آدھے دھڑ سے
کے باہر جھکا اور پھر وہاں سے ہٹ کر پروفیسر چودھری کی لیبارٹری کے دروازے پر
انہوں نے تالے میں کنجی گھمانے کی آواز سنی۔ دروازے ہلکی آواز کے ساتھ کھلے اور
کی آہٹ دور ہوتی چلی گئی۔

وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے لیبارٹری میں داخل ہو گئے۔ لیکن......ابھی ان کی آنکھیں
کو تلاش کر رہی تھیں کہ پیچھے سے کئی آدمی ان پر ٹوٹ پڑے اور پھر میزوں پر رکھے
شیشے کے آلات چھنا چھن ٹوٹنے لگے۔ فریدی اور حمید کو ایک دوسرے کی خبر نہ رہی۔
وہ کل پانچ تھے۔

"شٹلر! خود کو ہمارے حوالے کر دو۔" دروازے پر کسی نے انگریزی میں کہا۔ لہجہ بھی
تھا۔ پانچوں کے ہاتھ رک گئے۔ فریدی کو چھینک آئی۔ پھر ایک دوسری چھینک سنائی دی
یدی نے اندازہ لگا لیا کہ حمید کہاں ہے۔ شاید یہ اشارہ انہوں نے ایسے ہی مواقع کے لئے
کیا تھا۔

فریدی ایک کرسی کی پشت پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔ شاید ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں سوچ

سکتا تھا کہ ابھی اسی کمرے کی ایک کرسی اچھل کر دروازے میں کھڑے ہوئے آدمی پر پڑ
گی اور وہ زمین پر چاروں خانے چت ہوگا۔

اس کے گرتے ہی فریدی نے ایک ہاتھ سے ٹارچ نکالی اور دوسرے سے ریوالور سنبھ

"اَپ مائی لیڈس......!" وہ کھنکھناتی ہوئی آواز میں بولا۔ ٹارچ کی روشنی میں چ
اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے کھڑے تھے اور فریدی کے ریوالور کی نال ان کی طرف تھی۔

"حمید! ان کی ٹائیوں سے ان کے ہاتھ ان کی پشت پر باندھ دو۔" فریدی نے اردو میں

"یہ سب کسی سفید نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔"

حمید تین کے ہاتھ باندھ چکا تھا۔ دفعتاً کسی نے پیچھے سے فریدی کے ریوالور والے ہا
زور سے ہاتھ مارا اور اس کی گردن پکڑ کر آگے کی طرف دھکا دیا۔ فریدی اس غیر متوقع حملے
لئے تیار نہیں تھا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل گیا اور وہ منہ کے بل زمین پر جا رہا۔

"بھوت......!" اس نے حمید کی چیخ سنی۔

فریدی نے گرتے ہی ٹارچ بجھا دی اور لیٹے ہی لیٹے اچھل کر ایک بڑی میز کے نی
گیا۔ وہ تین آدمی جن کے ہاتھ حمید نہیں باندھ سکا تھا اس پر ٹوٹ پڑے۔ حمید نے ریوالور
کر فائر کر دیا۔ اس نے چودھری کے بھوت کا نشانہ لیا تھا۔ جس کا چہرہ اندھیرے میں شع
طرح دہک رہا تھا اور جس نے فریدی کو دھکا دیا تھا۔ فائر خالی گیا۔ حمید نے ایک میز الٹ د
کوئی دب کر چیخا۔

بھوت غائب ہو چکا تھا۔ میز پھر سیدھی ہو گئی اور کوئی اس کے نیچے سے نکل کر درواز
طرف بھاگا۔

حمید نے پھر فائر کیا لیکن یہ بھی خالی گیا۔

"کیا کرتے ہو۔" اسے فریدی کی آواز سنائی دی۔ ساتھ ہی کوئی دھم سے گرا۔ راہدا
میں بہت سے قدموں کی آہٹیں گونج رہی تھیں۔ پھر سکوت طاری ہو گیا۔

فریدی کی ٹارچ کی روشنی لیبارٹری میں پھیل گئی اور حمید نے دیکھا کہ فریدی ایک آدمی
سوار ہے۔

دونوں نے مل کر اسے اٹھایا۔ یہ انہیں میں سے تھا جن کے ہاتھ حمید نے باندھے تھے اس
کے ہاتھ ابھی تک بندھے ہوئے تھے۔ فریدی اسے کالر سے پکڑ کر کھینچتا ہوا ہال میں جانے والے
زینوں کی طرف چلا۔ حمید ان کے پیچھے تھا اس کے ایک ہاتھ میں ٹارچ تھی اور دوسرے میں ریوالور۔
ہال میں روشنی تھی اور وہ بالکل سنسان پڑا ہوا تھا۔ فریدی نے قیدی کو ایک صوفے میں
پھینک دیا اور صوفے کے ہتھے پر پیر رکھ کر اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ اس کی ناک سے خون
بہہ رہا تھا اور چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے۔

"کیوں بیٹے! یہ سب کیا ہے؟" فریدی نے انگریزی میں پوچھا۔

وہ کچھ نہ بولا۔ فریدی نے اس کے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا۔

"بولو نا چچا......!" حمید نے اس کی زخمی ناک پکڑ کر زور سے دبا دی اور وہ بیساختہ چیخ پڑا۔

دفعتاً سامنے والا کمرہ کھلا اور مسز چودھری باہر آتی دکھائی دی۔ وہ حد درجہ خوفزدہ نظر آ رہی
تھی۔ وہ فریدی اور حمید کی طرف بے تحاشہ دوڑی۔

"فریدی صاحب......کیا ہوا......؟ یہ سب کیا ہے؟ میں نے ابھی فائر کی آواز سنی تھی۔"

"کوئی بات نہیں ہم لوگ غافل نہیں تھے۔ کیا آپ نے اسے کبھی دیکھا ہے؟"

تارا چودھری اسے غور سے دیکھتی رہی پھر نفی میں سر ہلا کر بولی۔ "میں نہیں جانتی......لیکن
......یہ......کیا یہاں میری کوٹھی میں؟"

"جی ہاں...... یہاں کوئی حیرت انگیز بات ہونے والی ہے۔"

"کیا بہت سے تھے؟"

"جی ہاں......!"

"اور وہ......؟"

"چودھری صاحب کا بھوت......!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "وہ اتفاق سے نکل گیا۔ لیکن
مطمئن رہئے نہ وہ چودھری صاحب ہیں اور نہ ان کا بھوت......!"

"پھر......؟"

"کچھ بھی نہیں۔" فریدی صوفے کے پاس سے ہٹتا ہوا بولا۔ پھر حمید کی طرف مڑ کر کہا۔

"کوتوالی فون کردو۔"

"آپ کی پیشانی زخمی ہوگئی ہے۔" تارا بولی۔

"فکر مت کیجئے۔"

"میں ڈریسنگ کا سامان لاتی ہوں۔لیکن فریدی صاحب میں اب اس کوٹھی میں نہ رہ سکوں

"ٹھیک ہے۔" فریدی نے سرہلا کر کہا۔"آپ اسے پولیس کے حوالے کرکے کہ
کے یہاں چلی جایئے۔"

دفعتاً قیدی کی چیخ سے ہال کی دیواریں جھنجھنا اٹھیں۔

وہ دونوں اچھل پڑے۔

قیدی زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا......اور......اس کے پیٹ میں ایک تیر پیوست تھا۔

اس نے کربناک انداز میں آخری جست لگائی......اور گر کر ٹھنڈا ہوگیا۔

تارا چیخ کر فریدی کے بازوؤں میں آگری۔

حمید جو دوسرے کمرے میں فون کر رہا تھا......ریسیور پھینک کر ہال میں آگیا۔

ہال میں قبرستان کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

پھر سب سے پہلے فریدی چونکا۔

انہوں نے پوری کوٹھی چھان ماری لیکن ایک نفس بھی نہ دکھائی دیا۔

بکر مچھ

اسی رات کو پروفیسر چودھری کی کوٹھی میں پولیس نے ڈیرا ڈال دیا۔ پروفیسر چودھ
بیوی کوٹھی چھوڑ کر اپنے ایک عزیز کے یہاں چلی گئی۔ اس کوٹھی میں ایسے عجیب وغریب حا

کسی یورپین کی لاش ملنا معمولی بات نہ تھی۔ دوسرے ہی دن ملک کے اخبارات کے کالم کے
لم سیاہ ہوگئے اور پروفیسر کے اچانک غائب ہوجانے والا واقعہ پھر سے کریدا گیا لیکن صحیح
قعات کا اظہار کسی نے نہیں کیا تھا اور کرتا بھی کیسے جب کہ......فریدی ہی نے غلط رپورٹ دی
ی۔اس کے رپورٹ کے مطابق وہ اور حمید چودھری کی کوٹھی کے قریب سے گزر رہے تھے کہ
وں نے کچھ آدمیوں کو مشتبہ حالت میں کوٹھی کے اندر داخل ہوتے دیکھا پھر وہاں انہیں ان سے
ھاپائی بھی کرنی پڑی۔

چودھری کی بیوی نے پہلے ہی اپنی کوٹھی میں ہونے والے واقعات کی رپورٹ درج کرادی
ی۔بس ان دونوں رپورٹوں کو ملا کر اخبارات نے عجیب عجیب کہانیاں تراشی تھیں۔

فریدی رات ہی سے بہت مصروف تھا۔ اس نے بے شمار فائل کھول رکھے تھے۔ لاتعداد
اویز اس کے سامنے پڑی تھیں اور وہ انہیں بغور دیکھ رہا تھا۔ ایش ٹرے راکھ سے بھر گیا تھا۔
قریباً دو بجے رات کو ان کی واپسی ہوئی تھی۔ تب سے وہ جاگتا ہی رہا تھا۔ حمید بھی اس کے
ریب ہی موجود تھا لیکن آرام کرسی پر۔ ویسے اگر وہ نوکیلے پتھروں پر بھی بیٹھا ہوتا تو اس کی نیند کو
وئی نہیں روک سکتا تھا۔ پھر پچھلی رات کی ورزش اور دھول دھپے کے بعد کی تھکن......وہ
طمینان سے خراٹے لے رہا تھا۔

سورج طلوع ہوگیا تھا اور دھوپ پھیلتی جارہی تھی۔ دفعتاً انور اور رشیدہ کمرے میں داخل
ئے۔ انور کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور چہرے پر کئی نیلے اور سرخ نشانات نظر آرہے تھے۔

انور فریدی کے سر پر بھی پٹی بندھی دیکھ کر مسکرایا۔

"آپ بھی زخمی ہوگئے؟"

فریدی نے کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔

"آپ نے مجھے اطلاع نہ دی۔" انور بیٹھتا ہوا بولا۔

"مجھے اس کی توقع نہیں تھی۔" فریدی نے کہا۔

"آپ خراٹے فرما رہے ہیں۔" رشیدہ نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔

حمید ان کی آوازیں سن کر جاگ پڑا تھا لیکن اس نے آنکھیں کھولنے کی زحمت گوارا نہ کی۔

"خراٹے نشر کر رہا ہوں۔" وہ آنکھیں بند کئے ہی کئے بڑبڑایا۔

"آخر بات کیا تھی؟" انور نے فریدی سے پوچھا۔

فریدی نے مختصراً سارے واقعات دہرا دیئے۔ پھر تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔ "ا
نے ہم پر کسی کے دھوکے میں حملہ کیا تھا۔"

"کسی اور کے دھوکے میں......؟" انور بولا۔

"ہاں...... کیونکہ انہوں نے شلائر کے نام سے مخاطب کیا تھا۔"

"شلائر......؟"

"ہاں شلائر۔" فریدی سگار کا کش لے کر بولا۔ "کیا تم نے کبھی یہ نام سنا ہے؟"

"ممکن ہے سنا ہو۔"

فریدی نے ایک تصویر انور کی طرف بڑھا دی جسے دیکھتے ہی وہ بے ساختہ چونک
رشیدہ بھی جھک کر تصویر دیکھنے لگی۔

"یہ ناک......!" انور آہستہ سے بڑبڑایا اور فریدی کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"یہ مغربی جرمنی کا ایک جاسوس ہے اور آج کل یہاں باضابطہ طور پر آیا ہوا ہے۔
حکومت کی طرف سے کوئی پیغام لے کر...... جس کی اطلاع ابھی تک ہمیں بھی نہیں ہو سکی۔
ہے کہ یہ گارساں ہی کے متعلق کچھ ہو۔"

"لیکن پروفیسر درانی کے یہاں اس کا کیا کام......!" انور نے بے چینی سے کہا۔

"پروفیسر درانی کے یہاں؟" فریدی کے لہجے میں تحیر تھا۔

"جی ہاں...... میں نے اسے کل رات کو بارہ بجے پروفیسر کے سیکریٹری کے کمرے
اس سے گفتگو کرتے دیکھا تھا۔"

"اوہ تو تم پھر وہاں گئے تھے؟" رشیدہ انور کو گھور کر بولی۔

"میں بتاؤں۔" حمید یک بیک انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھا۔ "پروفیسر کی لڑکی بڑی حسین ہے
رشیدہ انور کو تیز نظروں سے دیکھنے لگی۔

انور فریدی سے کہہ رہا تھا۔ "میں اسے تھوڑی سی سزا دیئے بغیر نہ مانوں گا اور اسی چکر

ل رات کو وہاں گیا تھا۔"

"یقیناً......!" حمید دیدے پھرا کر بولا۔ "اگر تم اس کی لڑکی کو اُلو بنانے میں کامیاب
ئے تو یہ اس کے لئے سخت ترین سزا ہوگی۔"

"حمید......!" فریدی اسے گھورنے لگا۔

"سرکار......!" حمید اسی لہجے میں جھکتا ہوا بولا۔

"اگر سنجیدگی سے نہیں بیٹھ سکتے تو چلے جاؤ۔"

"جو حکم......!" حمید مسکرا کر بولا اور کمرے سے نکل گیا۔

"تمہیں یقین ہے کہ وہ یہی تھا جس کی تم تصویر دیکھ رہے ہو۔" فریدی نے انور سے پوچھا۔

"مجھے یقین کامل ہے۔"

"اوہ......!" فریدی کرسی کی پشت سے ٹک کر انور کی طرف دیکھنے لگا۔

"گارساں کی تصویر نہیں ہے آپ کے پاس......؟" انور نے پوچھا۔

"اس کا کوئی صحیح ریکارڈ کہیں نہیں ہے۔"

"لیکن ان ملکوں کے پاس تو ہونا ہی چاہئے جن کے لئے وہ کام کرتا رہا ہے۔"

"وہ بھی اس بات پر متفق ہیں کہ ان کے پاس اس کا صحیح ریکارڈ نہیں ہے۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔" انور کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"اس کی صحیح شکل تک تو معلوم نہیں کسی کو۔" فریدی نے کہا۔ "یہی وجہ ہے کہ وہ آج بھی
زادی سے اس زمین پر چل رہا ہے۔ ورنہ اس کی دشمن ساری دنیا ہے۔"

"ممکن ہے وہ چودھری کا بھوت ہی گارساں ہو۔" انور نے کہا۔

"لیکن آخر چودھری کی کوٹھی سے اس کا کیا تعلق ہو سکتا ہے؟" رشیدہ بولی۔

"یہی سب سے بڑا سوال ہے۔" فریدی نے کہا اور بجھا ہوا سگار سلگانے لگا۔ پھر تھوڑی
ر بعد بولا۔ "اور اب یہ بات بھی سامنے آ گئی کہ شلائر بھی۔"

"کہیں وہ چودھری کا بھوت چودھری ہی نہ ہو۔" رشیدہ نے کہا۔

"پہلے میں بھی یہی سمجھا تھا لیکن پچھلی رات یہ خیال ترک کر دینا پڑا۔"

"کیوں.....؟" رشیدہ نے پوچھا۔

ظاہر ہے کہ چودھری پر اسرار طریقے پر غائب ہوگیا تھا اس کی کوئی معقول وجہ چاہئے۔ پھر اچانک چھ ماہ بعد بھوت کی شکل میں نمودار ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ ہی ساتھ میں کچھ اور لوگ بھی دلچسپی لینے لگتے ہیں۔ اگر وہ چودھری ہے تو کسی خاص مصلحت کی بنا بھوت بنا ہوگا۔ فرض کرلو کہ وہ اپنی کسی خاص چیز کی حفاظت کے لئے ایسا کر رہا ہے اور کچھ بھی اسی چیز کی تاک میں ہیں۔ چودھری انہیں اس بہروپ میں کوٹھی سے دور رکھنا چاہتا پچھلی رات کو جب میں ان لوگوں سے نپٹ رہا تھا اسی نے مجھ پر پیچھے سے حملہ کیا تھا چودھری ہی تھا تو اس نے ایسا کیوں کیا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ وہاں ایک سے زیادہ پارٹیاں دکھا رہی ہیں۔ اگر وہ چودھری ہے تو اسے اس سے واقف ہونا چاہئے ورنہ اس نے یہ کیوں بھرا ہے۔ ایسی حرکتیں عموماً بے بس آدمی ہی کیا کرتے ہیں۔ لیکن کل کی بات سے ہو رہا ہے کہ وہ بے بس نہیں ہے۔ جن لوگوں سے میں لڑ رہا تھا ان پر اس کی موجودگی کا کو نہیں ہوا تھا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اس کی حقیقت سے واقف ہیں اور وہ ان کی سے۔ اب سوچو! چودھری اگر اتنا انتظام رکھ سکتا تھا تو پھر اسے بھوت کی شکل میں ظاہر ہو کیا ضرورت تھی اور اگر وہ یہ جانتا تھا کہ کچھ لوگ اسے بھوت نہ سمجھیں گے تو پھر اس بہروپ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"پھر وہ کون ہے؟" رشیدہ نے پوچھا۔

"کوئی بھی ہو لیکن چودھری نہیں ہوسکتا۔" فریدی نے کہا اور پھر کچھ سوچنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے حمید کو آواز دی۔

"شیو کر رہا ہوں۔" حمید نے دوسرے کمرے سے کہا۔

"اس کے بعد ذرا یہاں آجانا۔"

"اس ٹرانسمیٹر میں پھر کوئی آواز سنائی دی تھی؟" انور نے پوچھا۔

"نہیں لیکن آفس کے ٹرانسمیٹر میں وہ اشارے پچھلی رات کو بھی سنے گئے تھے۔"

"وہ کار میرے ذہن میں ہے۔" انور بولا۔

"قطعی بیکار ہے۔" حمید نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"تمہیں بازار تک جانا ہے۔" فریدی نے حمید سے کہا۔

"کیوں.....؟"

"ایک بڑی مچھلی اور ایک بکری کے بچے کا سر لاؤ۔"

حمید حیرت سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔ کیونکہ اس قسم کی خرید و فروخت عموماً باورچی کیا کرتے تھے۔ فریدی کافی سنجیدہ نظر آرہا تھا۔

"باورچی سے کہئے..... آپ نے مجھے اتنا گھٹیا سمجھ لیا ہے۔"

"پھر وہی! میں کہتا ہوں فضول باتیں مت کرو..... نوکروں کو اس کا علم نہ ہونا چاہئے۔"

"مجھے اُلو مت بنائیے.....!"

"جاؤ.....!" فریدی اُسے گھورتا ہوا بولا اور حمید پیر پٹختا ہوا باہر چلا گیا۔

رشیدہ ہنسنے لگی۔

"اس کا اسکریو ہر وقت ڈھیلا ہی رہتا ہے۔" انور نے کہا۔

"خبطی ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا "مگر ہے شاندار آدمی۔ کل تو اس نے اس بھوت کا صفایا ہی کر دیا تھا۔ تھوڑا بہت کام چور ضرور ہے لیکن جب کوئی کام کرنے پر آجاتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے نہیں روک سکتی۔"

"لیکن بعض اوقات بہت تکلیف دہ ہو جاتا ہے۔" انور نے کہا۔

"تم اس سے اچھی طرح واقف نہیں۔" فریدی بولا۔ "پروفیسر درانی کے یہاں نوکر کتنے ہیں؟"

"نوکر.....؟ شاید یہ نہ بتا سکوں کیونکہ مجھے وہاں اس کے سکریٹری اور اس کی لڑکی کے علاوہ اور کوئی نہیں نظر آیا۔"

حمید کپڑے پہن کر پھر اُسی کمرے میں آگیا۔

"تم ابھی گئے نہیں۔" فریدی نے کہا۔

"سنئے جناب۔" حمید ہاتھ پھیلا کر بولا۔ "میں ابھی اتنا بڑا سراغ رساں نہیں ہوا کہ ناشتہ کرنا بھی بھول جاؤں۔"

"اوہ.....!" فریدی نے انور اور رشیدہ کو مخاطب کر کے کہا۔ "تم نے بھی ابھی ناشتہ نہ کیا ہو!"

"کر چکے ہیں۔" رشیدہ ہنس کر بولی "اور اگر نہ بھی کیا ہوتا تو تب بھی یہی کہتے۔"

"کیوں.....؟"

"حمید صاحب کی حق تلفی کے خوف سے۔" رشیدہ نے کہا۔

"جملہ کچھ جچا نہیں۔" حمید نے بُرا سا منہ بنایا۔ "مگر خیر میں اخلاقاً ہنسوں گا ضرور۔"

پھر اس نے زبردستی ایک زوردار قہقہہ لگایا اور سب ہنسنے لگے۔

حمید شاید ناشتے کے لئے کہتا آیا تھا کیونکہ اس کے آنے کے بعد ہی ناشتے کی ٹرالی آ گئی۔

ناشتے کے دوران بھی حمید کی زبان نہ رکی۔

"یار جلدی کرو۔" فریدی اس کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"اڑن طشتریوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔" حمید نے فریدی کی بات اڑا کر رشیدہ کو مخاطب کیا۔

"وہی جو سب کا ہے۔"

"سب میں تو میں بھی آ گیا لیکن ان کے متعلق میرا کچھ خیال نہیں ہے۔"

"بہر حال دوسروں کے خیال سے تو متفق ہی ہو گے۔"

"دوسروں کی تو میری نظروں میں کوئی اہمیت ہی نہیں۔"

"اے حمید صاحب۔" فریدی نے اسے پھر ٹوکا۔

"جناب والا.....! ہاں تو رشیدہ صاحبہ میں یہ کہہ رہا تھا کہ میری نظروں میں ان خیالات کی کوئی اہمیت نہیں۔ نہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ کسی سیارے کے ہوائی جہاز ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ وہ کسی جنگ باز ملک کا کوئی مہلک ہتھیار ہیں۔ اللہ تمہیں نور ایمان عطا کرے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ رحمت خداوندی کے خوان ہیں جن میں بھنی ہوئی بٹیریں اور سیخ کے کباب پائے جاتے ہیں۔"

"اچھا تو میں خود ہی جاتا ہوں۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

"بس ایک کپ کافی اور.....آخر اتنی جلدی کیوں ہے؟" وہ اپنی پیالی میں کافی انڈیلتا ہوا بولا۔

ناشتے کے بعد حمید چلا گیا۔

فریدی انور اور رشیدہ سے کافی دیر تک گفتگو کرتا رہا۔ چودھری کی گمشدگی کا بھی تذکرہ چھیڑا۔

"مجھے یقین ہے۔" فریدی بولا۔ "کہ چودھری خود سے غائب نہیں ہوا بلکہ اسے غائب کیا گیا ہے۔"

"واقعات کو آپ جس روشنی میں لے رہے ہیں اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔" انور نے کہا۔

"لیکن ان سب باتوں کا کیا مطلب ہے؟" رشیدہ بولی۔

"شاید مطلب بھی واضح ہو جاتا۔ لیکن حمید نے فائر کر کے سب گڑبڑ کر دیا۔" فریدی نے کہا۔

"کیوں اس سے کیا ہوا.....؟"

"جو بھی پارٹیاں اس کوٹھی میں دلچسپی لے رہی ہیں وہ خود اس سلسلے میں احتیاط برتتی ہیں کہ ان کی موجودگی کا علم کسی کو نہ ہو سکے۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔"

"وہ یہ نہیں چاہتے کہ ان کی آپس کی جدوجہد کے سلسلے میں کوئی ایسی بات ہو جس کی خبر پولیس تک جا پہنچے۔ کل بھی ان میں سے کسی نے ریوالور نہیں استعمال کیا۔"

"حمید کے ذہن میں ابھی کچا پن ہے۔" انور بولا۔

اتنے میں حمید بھی واپس آ گیا۔ شاید اس نے انور کا جملہ سن لیا تھا۔ منہ بنا کر کہنے لگا۔

"اور تمہارا ذہن پک کر سڑ گیا ہے۔ تم جیسے لونڈوں کی یہ مجال کہ میرے ذہن پر تنقید کریں۔"

"بات کہنے کا سلیقہ پیدا کرو۔" انور اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"اکیلے کوئی کچھ نہیں پیدا کر سکتا۔" حمید کچھ اور کہنے جا رہا تھا کہ فریدی بول پڑا۔

"لائے یا نہیں؟"

"لایا ہوں۔" حمید نے تھیلا اس کے سامنے پٹخ دیا۔

"اب یہی بدسلیقگی ملاحظہ فرمائیے۔" انور نے مسکرا کر کہا۔ "باورچی خانے کے بجائے اسے یہاں اٹھا لائے۔"

"یہ چیز تمہارے اُبلے ہوئے ذہن کے لائق نہیں ہے۔" حمید بولا۔ حالانکہ یہ حقیقت تھی کہ خود اسے بھی نہیں معلوم تھا کہ فریدی نے وہ سب کیوں منگوایا ہے۔

"حمید ٹھیک کہتا ہے...... یہ سب باورچی خانے کے لئے نہیں۔" فریدی نے کہا۔
اور تھیلا اٹھا کر اس کے اندر دیکھنے لگا پھر تھوڑی دیر بعد اسے اٹھائے ہوئے کمرے سے چلا گیا۔

"خدا خیر کرے۔" حمید اپنے چہرے پر سراسیمگی کے آثار پیدا کر کے بولا۔

"کیوں......؟" رشیدہ اسے تحیر آمیز انداز میں دیکھنے لگی۔

"اب چپ چاپ یہاں سے کھسک لینا چاہئے۔ شاید فریدی صاحب کا پرانا مرض پھر ابھر آیا ہے۔"

"کیا بکتے ہو......؟" انور بڑبڑایا۔

"نہیں یار......؟" حمید غمزدہ صورت بنا کر آہستہ سے بولا۔ "تم ان کی زندگی کے حالات اور ان کی ٹریجڈیز سے واقف نہیں ہو۔"

"کیا......؟" رشیدہ نے پر اشتیاق لہجے میں پوچھا۔

"یہ میں نہیں بتا سکتا۔ لیکن یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ کسی بھی غیر معمولی شخصیت کا مالک انہیں چوٹ کھایا ہوا آدمی ہوتا ہے۔ آج دسمبر کی اٹھارہ تاریخ ہے نا۔"

حمید خاموش ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔

"آخر بتاتے کیوں نہیں؟" رشیدہ بے چینی سے بولی۔

"ہر ماہ کی اٹھارہ تاریخ کو...... مگر نہیں...... کچھ نہیں میں مجبور ہوں۔"

"کس کی باتوں میں پڑی وہ۔" انور منہ سکوڑ کر بولا۔

"انور تم نہیں جانتے۔" شدت غم سے حمید کی آواز حلق میں پھنسنے لگی۔

انور بھی حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ کیونکہ حمید اس سے پہلے کبھی ایسے موڈ میں نظر نہیں آیا تھا۔

"آخر بتانے میں کیا حرج ہے؟" رشیدہ کا اشتیاق بڑھتا جا رہا تھا۔

"ناممکن ہے۔ یہ اس صدی کے ایک بہت بڑے آدمی کی زندگی کا راز ہے۔" حمید آہستہ سے بولا۔ "لیکن اتنا بتا سکتا ہوں کہ پچھلے ماہ انہوں نے ایک مرغ اور ایک سانپ کے ساتھ برا برتاؤ کیا تھا۔"

"یعنی......؟"

"ایک سانپ اور ایک مرغ کو لڑا کر بڑی دیر تک روتے رہے تھے۔"

"غلط......!" رشیدہ ہنس پڑی۔ "بھلا مرغ کس طرح لڑا ہوگا سانپ سے۔ مرغ تو سانپ کو دیکھ کر ہی مر جاتے ہیں۔"

"یہی تو بات ہے...... انہوں نے مرغ کو شراب پلا دی تھی۔"

"کیا بکتا ہے۔" انور بے تحاشہ ہنس پڑا۔ لیکن حمید بدستور غمگین رہا۔ اس نے عجیب غمزدہ انداز میں رشیدہ کی طرف دیکھا جو سنجیدگی سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔

"اور پھر جب مرغ مر گیا تو وہ اور زیادہ روئے۔"

"تم ہمیں بے وقوف بنا رہے ہو۔" رشیدہ ہنس پڑی۔

"میں تمہیں یقین نہیں دلانا چاہتا۔" حمید پہلے سے بھی زیادہ سنجیدہ نظر آنے لگا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر رشیدہ بولی۔

"ہم کسی سے کہیں گے نہیں۔"

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔ البتہ اس کے چہرے سے ہچکچاہٹ ظاہر ہو رہی تھی۔

"کوئی ......عورت......!" حمید اٹک اٹک کر بولا۔ پھر دفعتاً چونک کر کہنے لگا۔ "نہیں نا...... رشیدہ صاحبہ میں مجبور ہوں۔"

رشیدہ کے چہرے پر الجھن کے آثار پھر ابھر آئے تھے اور وہ انور کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"فضول وقت برباد کر رہی ہو۔" انور ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ حمید نے چھت کی طرف دیکھ کر اس طرح منہ بنایا جیسے غمگین سروں میں سیٹی بجائے گا۔ پھر انور کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"انور صاحب! میرا ہی جگر ہے کہ ایک نیم پاگل آدمی کے ساتھ دن رات رہتا ہوں۔ تم فریدی صاحب کی گھریلو زندگی سے واقف نہیں ہو...... اگر تم کسی آدمی کے کمرے میں......!"

حمید پھر خاموش ہو گیا اور رشیدہ بے تابی سے کرسی پر پہلو بدلنے لگی۔

"میں ایک ہفتہ قبل کی بات کر رہا ہوں...... ایک رات تقریباً دو بجے میری آنکھ کھل گئی۔" وہ خاموش ہو گیا۔

اور انور بھنا کر بولا۔ ''ارے تو بتاؤ نا......!''

''دل نہیں چاہتا...... مگر خیر فریدی صاحب کے سامنے اس کا تذکرہ نہ آنے پائے'' آہستہ سے بولا۔ ''میں نے ان کے کمرے میں اچھل کود کی آوازیں سنیں اور گھبرا کر اپنے سے نکل آیا۔ ان کے کمرے میں خاصی ہڑبونگ مچی ہوئی تھی...... اوہ میرے خدا...... بڑے بالوں والی کتیا کو شراب پلا رہے تھے۔''

''بکواس ہے...... کتے شراب نہیں پیتے۔'' انور نے کہا۔

''لیکن وہ پلا رہے تھے...... فریدی جیسے ذہین آدمی کے لئے دنیا کی کوئی بات نہیں۔ شراب کسی جانور یا پرندے کے خون میں ملا کر دی جا رہی تھی۔ بہر حال اس کے نے جو کچھ دیکھا...... ہرگز نہ بتاؤں گا۔''

''چلو رشیدہ دیر ہو رہی ہے۔'' انور اٹھتا ہوا بولا۔

حمید اپنے پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

''بتاؤ نا......!'' رشیدہ انور کی بات نظر انداز کر کے بولی۔

''کیا فائدہ......!'' حمید کی آواز رقت انگیز تھی۔ ''تم سن کر ہنسو گی۔ لیکن میں چ کہ فریدی صاحب کو کبھی کوئی دردناک حادثہ پیش آیا ہے۔''

انور نے رشیدہ کی طرف دیکھا اور پھر جھٹکے کے ساتھ کرسی پر بیٹھ گیا۔ رشیدہ کے ان فی الحال اٹھنے کا ارادہ نہیں ظاہر ہو رہا تھا۔

''وہ کتیا کو شراب پلا کر تھوڑی دیر تک اس کی طرف دیکھتے رہے پھر سینے پر ہا آہستہ سے کہا۔ 'قمر النساء ڈارلنگ...... پھر وہ شاید اس کی تھوتھنی سے اپنے ہونٹ ملانے تھے کہ بف کر کے وہ پیچھے ہٹ گئی۔ وہ پھر بولے۔ قمر النساء ڈارلنگ میں مر جاؤں گا۔ کتیا بھونکنے لگی تھی۔ بہر حال وہ اس کا منہ چومنے میں ناکام رہے۔''

''رشیدہ......!'' انور کے لہجے میں جھلاہٹ تھی اور رشیدہ برابر ہنسے جا رہی تھی لیکن چہرہ بالکل ایسا ہی نظر آ رہا تھا جیسے وہ کسی لاش کے سرہانے بیٹھا ہو۔

''میں کہتا تھا کہ تم ہنسو گی۔ فریدی صاحب پر اسی قسم کے دورے پڑتے ہیں۔''

حمید کی آواز بھرا گئی اور اس کی آنکھوں میں رکے ہوئے آنسو گالوں میں ڈھلک آئے۔

رشیدہ یک بیک سنجیدہ ہو گئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی شریف آدمی کو غیر ارادی طور پر گالی دے بیٹھنے کے بعد ندامت کا اظہار کر رہی ہو۔

''اچھا آؤ......!'' حمید رومال سے آنسو خشک کر کے اٹھتا ہوا بولا۔ ''میں تمہیں دکھاؤں۔ آج بھی کوئی نیا گل کھلے گا۔ لیکن تمہیں اس طرح چلنا ہوگا کہ تمہارے قدموں سے آواز پیدا نہ ہو۔''

وہ انہیں اوپری منزل پر لے آیا جہاں فریدی کی تجربہ گاہ تھی۔ حمید انہیں ٹھہرنے کا اشارہ کر کے پنجوں کے بل ایک کھڑکی کے قریب آ گیا۔ چند لمحے تجربہ گاہ میں جھانکتا رہا پھر پلٹ کر انہیں قریب آنے کا اشارہ کیا۔

وہ دونوں دبے پاؤں کھڑکی کے پاس آ گئے۔ فریدی ایک بڑی میز کے قریب کھڑا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں ایک ایسی مچھلی لٹکا رکھی تھی جس کا سر بکری کا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر عجیب تم کی مسکراہٹ تھی۔

''اب چپ چاپ نکل چلو'' حمید آہستہ سے بولا اور وہ تینوں دبے پاؤں نیچے آ گئے۔

''اب تم لوگ جاؤ...... میری شامت آنے والی ہے۔'' حمید نے کہا۔

''کیوں......؟ یہ کیا تھا......؟''

''بکر مچھ......!'' حمید سنجیدگی سے بولا۔ ''جب سوچتے سوچتے ان کا دماغ تھک جاتا ہے تو وہ ہمیشہ اس قسم کی ایک مچھلی بناتے ہیں۔ اسے بکر مچھ کہتے ہیں اور دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور پھر میری گردن دبوچ کر انتہائی غصے میں کہتے ہیں کہ اس کی پوجا کرو۔''

''بکواس ہے۔'' انور نے کہا۔

''یار تم مجھ پر اعتماد نہیں کرتے۔ کیا تم نے انہیں یہ کہتے نہیں سنا تھا۔ حمید جانتا ہے کہ یہ باورچی خانے کے لئے نہیں ہے۔''

انور متذبذب نظر آنے لگا۔

''اچھا...... بس اب جاؤ...... میں نہیں چاہتا......''

انور اور رشیدہ تھوڑی دیر تک خاموش کھڑے رہے پھر جانے کے لئے مڑے اور حمید بولا۔

"اب مجھے اپنی خیر منانی چاہئے۔"

جب اسے یہ اطمینان ہوگیا کہ وہ پھاٹک کے باہر پہنچ گئے ہوں گے تو اس نے دار قہقہہ لگایا اور خود ہی اپنی پیٹھ ٹھونکنے لگا۔ پھر دفعتاً اسے فریدی دکھائی دیا۔ وہ زینہ اتر رہا تھا..... اسے احمقوں کی طرح ہنستا دیکھ کر رک گیا۔

"سب ٹھیک ہوگیا" حمید نے قلقاری لگائی۔ "رشیدہ میرے ساتھ شادی رضامند ہوگئی ہے۔ اس بات پر اس میں اور انور میں جھگڑا ہوگیا اور وہ دونوں چلے گئے"

چوکور کنواں

دوسرے دن انور اپنے آفس میں نیو اسٹار کے ہم عصر اخبارات کے تازہ شمار تھا۔ دفعتاً وہ چونک پڑا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک مقامی اور کثیر الاشاعت اخبار تھا۔

"رشو.....!" اس نے رشیدہ کو مخاطب کیا جو ٹائپ رائٹر پر سے ڈھکن اٹھا رہی تھی "میں نہ کہتا تھا تم اس سؤر کو نہیں جانتیں۔"

"کیسے.....؟ کیا بات ہے۔"

انور نے اخبار اس کی طرف پھینک دیا۔ رشیدہ نے پہلے ہی صفحہ پر ایک بے غریب آبی جانور کی تصویر دیکھی جس کا سر بکری کا تھا اور دھڑ مچھلی کا۔ اسی کے نیچے ایک میں کہا گیا تھا کہ اٹھارہ دسمبر کو انسپکٹر احمد کمال فریدی نے ایک ماہی گیر سے ایک ایسی م ہے جس کا سر بکری کا ہے اور اس کے بعد فریدی کی افتاد طبع کے متعلق ایک داستان تھی مطابق وہ عجائبات کا شوقین اور ایک عمدہ قسم کے چھوٹے موٹے عجائب خانہ کا مالک تھا۔

"کمال کا آدمی ہے۔" رشیدہ اخبار رکھ کر بولی۔ "وہ رو بھی تو رہا تھا..... کسی کو

باتوں پر یقین آسکتا ہے۔"

طلسم ہوشربا پڑھی ہے تم نے؟" انور نے پوچھا۔

"ہاں.....کیوں؟"

"اس کا ایک کردار عمرو عیار ہے۔"

"ہاں.....!"

"یہ کم بخت اس سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ عموماً خود کو بالکل احمق ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس کے زہریلے پن سے میں ہی واقف ہوں۔ جانتی ہو اس نے ہم لوگوں کو کیوں ٹال دیا تھا۔"

رشیدہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"اس نے یہ سب کچھ ہمیں ٹالنے ہی کے لئے کیا تھا۔ اگر ہم لوگ وہاں ٹھہرتے تو اسے ہماری گفتگو میں حصہ لینے پر مجبور ہونا پڑتا۔ معلوم نہیں ہمارے اس طرح چلے آنے پر اس نے فریدی صاحب سے کیا کہا ہوگا؟"

"لیکن اس تصویر کی اشاعت سے فریدی صاحب کا کیا مقصد ہوسکتا ہے۔" رشیدہ نے پوچھا۔

"معلوم نہیں.....ان کے طریقے ذرا مشکل ہی سے سمجھ میں آتے ہیں۔"

رشیدہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ انور نے رشیدہ کو اشارہ کیا۔

"ہیلو.....!" رشیدہ نے ریسیور اٹھایا۔ "اوہ.....جی ہاں.....اچھا" وہ پھر انور کی طرف مڑ کر بولی۔ "تمہارا فون ہے۔ فریدی صاحب ہیں۔" انور نے ریسیور رشیدہ کے ہاتھ سے لے لیا۔ "ہیلو.....جی.....جی.....اچھا.....ابھی آیا.....!" انور نے ریسیور رکھ دیا۔

"کہاں.....؟" رشیدہ نے پوچھا۔

"پروفیسر چودھری کی کوٹھی پر۔ اگر کوئی کام پینڈنگ میں نہ ہو تو چلو۔"

وہ دونوں نیچے آئے۔ انور نے موٹر سائیکل فٹ پاتھ سے سڑک پر اتاری اور دونوں پروفیسر کی کوٹھی کی طرف روانہ ہوگئے۔

پھاٹک پر پولیس کا پہرہ تھا۔ لیکن شاید انہیں پہلے ہی سے مطلع کر دیا گیا تھا۔ اس لئے

انہوں نے انور کی موٹر سائیکل نہیں روکی۔ پورٹیکو میں دونوں اتر گئے۔ محکمہ سراغ رسانی کا
آدمی ان کی رہنمائی کے لئے برآمدے میں موجود تھا۔

فریدی اور حمید ایک کمرے میں خاموشی سے کھڑے کسی مسئلے پر غور کر رہے تھے۔ انور
رشیدہ کو دیکھ کر حمید نے قہقہہ لگایا اور رشیدہ جھینپ کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

"مسز چودھری نہیں آئیں؟" فریدی نے اس آدمی سے پوچھا جو انور اور رشیدہ کو یہاں
تک لایا تھا۔

"جی نہیں۔"

"اچھا تو جاؤ......!" فریدی نے کہا۔ "وہ بھی آ ہی رہی ہوں گی۔"

اس کے جانے کے بعد حمید نے مسکرا کر انور کی طرف دیکھا۔

"امید ہے کہ تم نے بکر مچھ کی تصویر آج کے مورننگ نیوز میں ضرور دیکھی ہوگی۔" اس نے

"بھائی حمید! واقعی تم بڑے خطرناک آدمی ہو۔" رشیدہ ہنس کر بولی۔

"انور کے سامنے ایسا نہ کہو۔" حمید خشک لہجے میں بولا۔ "ورنہ خودکشی کر لے گا۔"

فریدی کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ان کی گفتگو میں کوئی دلچسپی نہ لے رہا
وہ کمرے کے بیرونی دروازے میں کھڑا باہر کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"یہ پروفیسر چودھری کے سونے کا کمرہ ہے۔" دفعتاً اس نے مڑ کر انور سے کہا۔ "وہ
سے غائب ہوا تھا اور وہ دروازہ جو ہال میں کھلتا ہے اندر سے بند پایا گیا تھا اور یہ دروازہ......
اس نے بیرونی دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ انور دروازے کے قریب جا کر باہر دیکھنے لگا۔
دروازہ پائیں باغ کی طرف کھلتا تھا لیکن اس طرف کے حصے میں بدنظمی سی تھی۔ یہاں پھولوں
کیاریاں نہیں تھیں۔ اس طرف کی مہندی کی باڑھ کی بھی شاید عرصے سے خبر نہیں لی گئی تھی۔
حصہ دراصل سائڈ کا تھا۔

"قیاس ہے کہ وہ اسی دروازے سے نکل کر گیا تھا۔" فریدی پھر بولا۔

"میں کہتا ہوں کہ اب اس کے پیچھے پڑنا ہی فضول ہے۔" حمید نے اکتا کر کہا۔

"کیوں......؟"

"چھ ماہ قبل کی بات ہے۔ لکیر پیٹنے سے فائدہ۔"

"لکیر......!" انور طنزیہ انداز میں ہنسا۔

"اچھا میاں ترم خاں۔" حمید اپنا ہونٹ بھینچ کر بولا۔ "تمہیں بھی دیکھ لیں گے۔"

"فضول باتوں سے کیا حاصل۔" فریدی نے سگار سلگا کر کہا۔ حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ
میں قدموں کی آواز سنائی دی اور پھر دروازے میں مسز چودھری نظر آئی۔ انور اور رشیدہ کو
کر وہ کچھ ٹھٹکی لیکن پھر دلآویز انداز میں مسکراتی ہوئی بولی۔ "مجھے شاید کچھ دیر ہوگئی۔ آج اپنے
گھر میں کتنی اجنبیت محسوس کر رہی ہوں۔"

"میں نے ایک خاص مقصد کے تحت آپ کو تکلیف دی ہے۔" فریدی نے کہا۔

"تکلیف تو دراصل میں نے ہی دی ہے۔" مسز چودھری مسکرا کر بولی۔

"تھوڑی دیر کے لئے میں پھر وہی غم ناک موضوع چھیڑنا چاہتا ہوں۔"
فریدی نے کہا۔ "کیا آپ مجھے چودھری صاحب کی مشغولیات کے متعلق کچھ بتا سکیں گی۔"

"میں پہلے ہی عرض کر چکی ہوں کہ مجھے ان کی مشغولیات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔"

"میرا مطلب ہے کہ جس زمانے میں وہ غائب ہوئے کیا کوئی ایسی بات آپ نے ان
میں نوٹ کی تھی جو آپ کے لئے باعث حیرت ہو۔"

مسز چودھری کچھ سوچنے لگی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"مجھے یاد نہیں پڑتا۔"

"آپ نے مجھ سے اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا کہ ان کی چپلیں بھی موجود تھیں۔"

حمید فریدی کے اس جملہ پر خاص طور سے مسز چودھری کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ لیکن اس
نے چہرے پر اضمحلال کے علاوہ کچھ اور نہیں پایا۔

"بات یہ ہے۔" وہ مغموم آواز میں بولی۔ "کہ میں اس خیال سے خوف کھاتی ہوں کہ وہ
اس دنیا میں نہیں ہیں۔"

فریدی اس کے چہرے کو بغور دیکھنے لگا۔ مسز چودھری کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ دفعتاً اس
نے اپنی لمبی لمبی پلکیں اٹھائیں اور فریدی کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر پھر نظریں جھکا لیں۔

"میں جانتی ہوں کہ اس کا کیا مطلب ہے مگر پھر بھی میں یہ نہیں سوچنا چاہتی۔"

"یعنی آپ کو اس حادثے کی توقع تھی۔" فریدی نے پوچھا۔

"قطعی نہیں...... اس قسم کے حالات ہی نہیں تھے۔"

"پھر آپ نے یہ کس طرح اندازہ لگالیا کہ وہ اس دنیا میں نہیں۔"

اس نے اچانک نظریں اٹھائیں اور فریدی کو بغور دیکھنے لگی۔

"کیوں...... کیا آپ نے ابھی چپلوں کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔" اس نے کہا۔ "ظاہر ہے اگر وہ اپنے پیروں سے چل کر کہیں گئے ہوتے تو ان کے پیروں میں کم از کم چپلیں ضرور ہوتیں۔"

"اس وقت کی تکلیف دہی گراں تو نہیں گزری۔" فریدی نے مسکرا کر پوچھا۔

"اوہ قطعی نہیں۔"

"فی الحال آپ کو تکلیف تو ضرور ہی ہوگی آپ کو اپنی کوٹھی چھوڑ دینی پڑی ہے۔"

"ظاہر ہے کہ دوسرے کے گھر میں آرام نہیں مل سکتا۔"

فریدی خاموش ہو کر باہر دیکھنے لگا۔ حمید انور اور رشیدہ کے چہروں پر اکتاہٹ کے آثار آ رہے تھے۔

"کیا وہ کبھی حوض تھا......؟" فریدی نے باہر دیکھتے ہوئے ایک طرف اشارہ کیا۔

حمید وغیرہ کی نظریں ایک حوض پر جم گئیں جس کے پختہ کنارے زمین کی سطح پر ابھرے ہوئے تھے۔

"جی نہیں کنواں تھا۔" مسز چودھری نے کہا۔ "عرصہ ہوا پاٹ دیا گیا ہے۔"

"چوکور کنواں......؟" فریدی مسکرا کر بولا۔

"جی ہاں......!" مسز چودھری بولی۔ "یہ بھی چودھری صاحب کی افتاد طبع کا نتیجہ تھا۔ ایک دن یونہی بیٹھے بیٹھے کہنے لگے کہ اگر چوکور کنواں بنوایا جائے تو کیسی رہے۔ اس وقت یہ بات ٹل گئی لیکن دوسرے ہی دن انہوں نے کام شروع کرادیا۔ بہرحال مذاق ہی مذاق میں سینکڑوں روپے برباد ہوگئے۔ شروع میں تو اس میں پانی نکلا لیکن کچھ دنوں بعد وہ بالکل خشک ہوگیا اور پھر اسے پاٹ دیا گیا۔"

فریدی خاموشی سے سنتا رہا۔ مسز چودھری کی بات ختم ہوتے ہی بولا۔

"چودھری صاحب کے غائب ہوجانے کے بعد پاٹا گیا تھا۔"

"جی ہاں...... پٹائی کا کام انہوں نے ہی شروع کرایا تھا...... لیکن کام ختم ہونے سے پہلے ہی غائب ہوگئے تھے۔"

"اوہ......!" فریدی معنی خیز انداز میں انور کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "اندازاً کتنا کام باقی رہا ہوگا۔"

"یہ تو مجھے یاد نہیں رہا۔" مسز چودھری کے لہجے میں اکتاہٹ تھی۔

"خیر......!" فریدی نے موضوع بدلا۔ "حکومت نے چودھری صاحب کی تلاش کا کام باقاعدہ طور پر محکمہ سراغ رسانی کے سپرد کردیا ہے۔ حکومت کو صحیح معنوں میں ان کے متعلق تشویش ہے۔"

"تو میں یہاں کب تک واپس آسکوں گی؟"

"ابھی اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

مسز چودھری کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔ "آخر وہ لوگ کون ہیں جو کوٹھی میں گھس آئے تھے اور وہ کون تھا جس کے تیر لگا تھا......؟"

"کچھ بھی نہیں معلوم ہوسکا۔" فریدی نے سگار سلگاتے ہوئے کہا۔ "میں ایک بار پھر آپ سے اس وقت کی تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔"

مسز چودھری سمجھ گئی کہ فریدی اب اسے ٹالنا چاہتا ہے۔ وہ چند لمحے خاموش کھڑی رہی پھر بولی۔

"اجازت ہے؟"

"شوق سے! تکلیف کا بہت بہت شکریہ۔"

مسز چودھری چلی گئی۔ حمید نے فریدی کی طرف دیکھ کر برا سا منہ بنایا۔

"اتنی خوبصورت عورت سے تو ڈھنگ سے بات کیا کیجئے۔" اس نے کہا۔

"اجازت ہے۔" فریدی اس کی طرف مڑ کر بولا۔ "بقیہ ڈھنگ کی باتیں آپ کر لیجئے۔"

"کیا وہ تصویر پروفیسر درانی کے لئے ہے۔" انور نے پوچھا۔

"ہوں......!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اس عورت کو اپنے شوہر کی کسی بات سے دلچسپی

ہی نہیں تھی۔"

"آپ کو یقیناً حیرت ہوگی۔" حمید نے طنز آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "کیونکہ ا
بیوی کا تجربہ نہیں۔ قبلہ فریدی صاحب میاں اور بیوی ایک ہی سانچے میں نہیں ڈھالے جا
اس لئے اللہ پاک کے حضور میں میرا مشورہ ہے کہ یا تو میاں بیوی کو ایک ہی سانچے
ڈھالا کرے یا پھر عورت اور مرد کے تعلقات پر سے بالکل کنٹرول ہٹالے۔"

فریدی اس کی بات پر دھیان دیئے بغیر باہر چلا گیا۔

"ہر وقت ٹائیں ٹائیں۔" انور نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

"اور تم دونوں ٹائیں فش......!" حمید نے رشیدہ کی طرف اشارہ کر کے کہا
پائپ بھرنے لگا۔

"یہ کیا بیہودگی ہے۔" انور اسے گھورنے لگا۔

"اپنا لہجہ ٹھیک کرو۔ ورنہ ٹٹو بنادوں گا۔"

انور سگریٹ پھینک کر حمید کی طرف بڑھا اور حمید نے اپنا پائپ میز پر رکھ دیا۔
جھپٹ کر دونوں کے درمیان آ گئی۔

"تم خواہ مخواہ بیچ میں آ کودتی ہو۔" حمید نے رشیدہ سے کہا۔ انور نے رشیدہ کو ایک
ہٹا دیا......اور پھر اس کا گھونسہ دیوار پر پڑا۔ انور جھلا کر پلٹا۔

"اتنی ہی سزا کافی ہے۔" حمید میز پر سے اپنا پائپ اٹھاتا ہوا پرسکون لہجے میں بولا
نے بڑی پھرتی سے وار خالی دیا تھا۔

رشیدہ انور کو دروازے کے باہر دھکیل لے گئی۔

"کیا بات ہے؟" فریدی نے سیدھے کھڑے ہو کر کہا۔ وہ اس بند اور چوکور کنوئیں
قریب کھڑا تھا۔

"کچھ نہیں۔" رشیدہ نے کہا۔ "میرے خیال سے انور اور حمید کو ایک جگہ اکٹھا نہ کیا ج

"یار میں عاجز ہوں اس گدھے سے۔" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔ پھر حمید کو آواز دی

حمید لاپروائی سے پائپ پیتا ہوا باہر آیا۔

"کیوں......کیا داغ دی شکایت۔" اس نے ہنس کر کہا۔ "اب آپ ہی بتایئے اگر میں
دیوار پر گھونسہ مارنے سے روکتا تو یہ الٹا مجھے بداخلاق سمجھتا۔ عجیب الٹی کھوپڑی ہے۔ اگر
وہ مچھلی اس کے سر سے چپکاتے تو خاصا مناسب رہتا۔"

فریدی نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے پائیں باغ کے مالی کو آواز دی اور
ایک پھاوڑا لانے کو کہا۔

پھاوڑا آنے پر فریدی نے کنوئیں کی طرف اشارہ کر کے حمید سے کہا۔

"چلو کھودو......!"

"کہیں میں بھنگ تو نہیں پی گیا۔" حمید فریدی کے چہرے کو بغور دیکھتا ہوا بولا۔

"جلدی کرو۔"

"تاؤ کے دکھاتے ہیں۔ میں کمزور نہیں ہوں۔" حمید نے کہا اور پھاوڑا اٹھا کر پل پڑا۔

"اس کے یہاں سات پشت سے یہی پیشہ ہوتا آیا ہے۔" انور نے قہقہہ لگایا۔

"بیٹے دعائیں دو رشیدہ کو......ورنہ آج کسی گھورے پر کتوں سے لڑتے ہوئے نظر
تے۔" حمید بولا

حمید تھوڑی دیر تک کھودتا رہا پھر پھاوڑا رکھ کر فریدی کی طرف مڑا۔

"مجھے کھودنے سے انکار نہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ مجھے ذلیل کرنے پر تلے
ئے ہیں لیکن اتنا بتا دیجئے کہ یہ صرف میری سزا ہے یا آپ اس میں سے لنگوروں کا جوڑا برآمد
نے کی توقع رکھتے ہیں۔"

"ادھر ہٹ آؤ۔" فریدی نے کہا۔ حمید جلدی سے پھاوڑا چھوڑ کر ہٹ آیا۔

"کیا......دھماکا ہوگا......؟" اس نے اس انداز سے کہا کہ انور اور رشیدہ دونوں ہنس پڑے۔

"یار بیکار بھیجا مت چاٹ۔" فریدی ہاتھ ہلا کر بولا۔ پھر اس نے سول پولیس کے اے
ں آئی کو بلا کر چند مزدوروں کے لئے کہا۔

"ایک قیاس کی بنا پر میں ایسا کر رہا ہوں۔" اس نے انور سے کہا۔ "یہ تو کلیہ ہے کہ
بھری خود سے کہیں نہیں گیا اب اس کے جانے کی بھی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو اسے

یہیں کمرے ہی میں گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا یا زندہ لے جایا گیا۔ مار ڈالنے کی صورت میں
کی لاش کو کہیں اور نہ لے گئے ہوں گے جب کہ یہ آدھا یا وہ تہائی بھرا ہوا کنواں قریب ہی موجود

"اور اگر فرض کیجئے کہ وہ اسے زندہ ہی لے گئے ہوں تو۔" حمید بولا۔

"میں اس کے امکان سے انکار تو نہیں کرتا مجھے اس پر بھی یقین کامل نہیں ہے کہ مار
کی صورت میں بھی انہوں نے اسے اسی کنویں میں دفن کیا ہو...... ممکن ہے وہ اس کو سر
نظر انداز ہی کر گئے ہوں۔"

"تو پھر اسے کھودنے سے کیا فائدہ؟"

"تو جناب حمید صاحب آپ جادوگر تو ہیں نہیں کہ ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر چودھر
لگالیں گے۔ یار تو مجھے ناولوں کا شرلاک ہومز کیوں سمجھتا ہے۔"

"خیر چلئے یہ بھی نہ سہی۔" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اگر انہوں نے اس کی لاش یہاں
بھی ہوگی تو چھ ماہ بعد آپ کیا نکالیں گے؟ وہ کیڑے؟ جو خود بھی خاک ہو چکے ہوں گے۔"

"پھر بھی......!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "مجھے اس چوکور کنوئیں کو دیکھنے کا شوق ہے۔"

"یوں دیکھنے کو آپ تحت الثریٰ بھی دیکھ سکتے ہیں۔ میں آپ کی آنکھیں نہ بند کردا

"اچھا اب براہِ کرم گھر تشریف لے جایئے۔" فریدی اسے گھور کر بولا۔

"شکریہ۔" حمید جانے کے لئے مڑا۔

انور وغیرہ کے آنے سے پہلے بھی فریدی اسے گھر واپس جانے کی تاکید کر چکا تھا۔
دراصل پروفیسر درانی کے فون کی توقع تھی اس لئے وہ چاہتا تھا کہ حمید گھر ہی پر موجود رہے
مچھلی کی تصویر دیکھ کر پروفیسر درانی کا چونکنا لازمی تھا۔ ماہر علم الاجسام ہونے کی حیثیت
ہمیشہ ایسی چیزوں کی طرف سب سے پہلے دوڑتا تھا۔ ایک بار شہر میں ایک گائے نے ایسا
تھا جس کے تین سر تھے۔ کئی لوگ اس کے خواہاں تھے لیکن درانی نے سب سے زیادہ ر
کر کے اسے خرید لیا تھا۔ اسی قسم کے کئی اور بھی واقعات تھے۔ جن کی بناء پر یہ سمجھا جا سکتا
وہ اس مچھلی کے لئے ضرور کوشش کرے گا۔"

فریدی کا خیال سو فیصدی صحیح نکلا۔ گھر پہنچتے ہی ایک نوکر نے بتایا۔

"کوئی صاحب صبح سے کئی بار فون کر چکے ہیں۔ انہوں نے اپنا فون نمبر بھی لکھوا دیا ہے کہ
جیسے ہی فریدی صاحب واپس آئیں انہیں بتائے ہوئے نمبروں پر فون کرنے کی تاکید کی جائے۔"

حمید نے نمبر دیکھے پھر ٹیلی فون ڈائریکٹری اٹھائی۔ وہ نمبر پروفیسر ہی کے ثابت ہوئے۔

تھوڑی دیر بعد حمید پروفیسر درانی کو فون کر رہا تھا۔

"کون......؟" دوسری طرف سے عجیب قسم کی آواز آئی۔

"انسپکٹر فریدی۔" حمید بولا۔

"اوہ......اچھا......!" غراہٹ سنائی دی۔ "اس وقت تم پروفیسر درانی بیالوجسٹ سے ہم
کلام ہونے کا شرف حاصل کر رہے ہو۔"

حمید نے باقاعدہ کان کھڑے کئے اور ناک رگڑ کر بولا۔ "اشرف! کون اشرف؟"

"اشرف نہیں شرف......!" غراہٹ کچھ تیز ہوگئی۔

"لیکن......میں شرف نہیں ہوں۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے...... مجھے احمد کمال فریدی کہتے
ہیں۔ اکثر انگریز فراڈ بھی کہتے ہیں۔"

"جہنم میں گئے انگریز......!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "کیا تم بالکل جاہل ہو؟"

"جی نہیں......کاہل بھی یہاں نہیں رہتے۔"

"کاہل نہیں......جاہل......جاہل......!" بڑی زوردار چیخ سنائی دی اور حمید کا کان جھنجھنا اٹھا۔

"کاہل تو میں بہت ہوں...... پر آپ کام بتایئے۔"

"جہنم میں جاؤ......!" یہ بھی چیخ ہی تھی۔

حمید اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد پھر آواز آئی۔

"میں وہ مچھلی خریدنا چاہتا ہوں۔"

"کون سی مچھلی......؟"

"وہی جس کی تصویر مورننگ نیوز میں شائع ہوئی ہے۔"

"تو بکر محمد کہئے نا......!"

حمید نے ایک بے ہنگم قہقہے کی آواز سنی اور پروفیسر پھر بولنے لگا۔

"تم آدمی ہو یا مسخرے......تم نے اس کا نام بھی رکھ دیا۔"

"اس کے علاوہ اور کیا نام ہو سکتا ہے؟" حمید بے بسی سے بولا۔

"میں اسے خریدنا چاہتا ہوں۔ کیا قیمت مانگتے ہو؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں نہیں بیچنا چاہتا......اس لئے کچھ قیمت نہیں مانگتا۔"

"تم لوگوں کو عقل کب آئے گی۔" پروفیسر غرایا۔ "تم اسے اپنے کمرے میں رکھ کر مز بغلیں بجاؤ گے اور میں دنیا کے سامنے ایک نیا تجربہ پیش کروں گا۔"

"میں نہیں چاہتا کہ آپ ساری دنیا کو بغلیں بجانے پر مجبور کریں۔" حمید نے کہا۔

"شٹ اپ......!"

"یو شٹ اپ۔" حمید نے ریسیور رکھ دیا اور سوچنے لگا کہ واقعی وہ خوفناک آدمی ہوگا۔ ا کی آواز ہی کم ڈراؤنی نہیں تھی۔

کچھ دیر بعد اسے ایک نئی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ فریدی اور اس کے ملاقاتیوں کا تا بندھ گیا تھا۔ وہ سب اس حیرت انگیز مچھلی کو دیکھنا چاہتے تھے۔ حمید بوکھلا گیا۔ اب انہیں جواب دے۔ ظاہر ہے کہ اگر کسی نے اسے قریب سے دیکھ لیا تو پول کھل جائے گا۔ ان سے ا نے کہہ دیا کہ وہ ایک لیبارٹری میں بھجوادی گئی ہے جہاں اسے اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ زیا عرصہ تک خراب نہ ہو سکے۔

انہیں تو خیر کسی نہ کسی طرح سے ٹال دیا۔ لیکن دوسری مصیبت ذرا صبر آزما تھی۔ اس محکمے کے آفیسروں کے فون بھی آنے لگے وہ بھی اسے دیکھنا چاہتے تھے۔ خصوصاً ڈی۔ آئی۔ ج بُری طرح بے تاب تھا۔ حمید نے انہیں بھی وہی جواب دیا جس پر اسے تاکید کی گئی کہ لیبار سے آتے ہی وہ ان تک پہنچائی جائے۔ ان کی بیویاں ان سے زیادہ بے چین تھیں، لہٰذا حم ایک بار پھر سوچنا پڑا کہ عورت زندگی کے ہر شعبے میں تکلیف دہ حد تک وبال جان ہو جاتی اگر خود اس کی کوئی بیوی ہوتی اور وہ اس قسم کی کوئی لغو خواہش ظاہر کرتی تو وہ اس کی ناک اکھ ڈالتا (کان اکھاڑنے کی دھمکی تو سبھی دیتے ہیں)۔

بھنا کر اس نے پھر ریسیور اٹھایا اور پروفیسر چودھری کے فون کے نمبر ملانے لگا۔

"ہیلو...... پانچ سات تین آٹھ......انسپکٹر فریدی صاحب کو فون پر بلائیے۔" وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ "ہیلو...... میں اُلو کا پٹھا بول رہا ہوں...... وہ سالی بکر مچھ وبال جان ہوگئی ہے۔" پھر اس نے پوری روداد دہرادی۔

"صبر کرو بیٹے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "کنوئیں سے انسانی ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ برآمد ہوا ہے۔"

"کیا......؟" حمید بوکھلا کر سر کھجانے لگا۔

"انسانی ہڈیوں کا ڈھانچہ۔"

"لنگور کا ڈھانچہ ہوگا۔ پھر سے غور کیجئے۔"

"لنگور انگوٹھی نہیں پہنا کرتے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

حمید نے ایک جھٹکے کے ساتھ ریسیور رکھ دیا اور بڑبڑانے لگا۔

"یہ معاملہ ابھی ختم نہیں ہو سکتا...... ہات تیری تقدیر......!"

دفعتاً باہر کی گھنٹی بجنی شروع ہوگئی۔

"پھر کوئی آیا...... ہات تیری بکر مچھ کی......!"

اس نے جھلا کر جست لگائی اور صوفے پر چڑھ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان لوگوں سے کس طرح پیچھا چھڑائے، جو اس مچھلی کے درشن کے لئے جوق در جوق چلے آ رہے تھے۔ نوکر نے ایک کارڈ لا کر دیا۔ یہ پروفیسر درانی کے پرائیویٹ سیکریٹری کا ملاقاتی کارڈ تھا۔ حمید جھلاہٹ میں دوڑتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا۔ پہلے سیکریٹری کو خونخوار نظروں سے گھورتا رہا پھر چیخ کر بولا۔ "گٹ آؤٹ"

"جناب...... جناب......" سیکریٹری اٹھتا ہوا بولا۔

"بالکل نکل جاؤ...... دور ہو جاؤ۔" حمید حلق کے بل چیخا۔ "اگر اس سالے کا دماغ خراب ہے، تو میں بھی کوئی شریف آدمی نہیں۔ وہ کون ہوتا ہے میری مچھلی خریدنے والا...... سالا میری توہین کرتا ہے۔"

حمید نے اسے دھکے دے کر ڈرائنگ روم سے نکال دیا۔ اس کے جانے کے بعد
بڑبڑانے لگا۔ ''چلو یہ مرحلہ بھی بخیر و خوبی طے ہوا...... اب کیا کرنا چاہئے...... مگر یہ سارا
گھنٹی پھر بجنی شروع ہو گئی تھی۔

حسین عیارہ

حمید دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا تھا۔ رات کے نو بج چکے تھے، لیکن فریدی ابھی تک
واپس نہیں آیا تھا۔ ہڈیوں کا ڈھانچہ برآمد ہونے کے بعد ایک بار اس نے اس سے فون پر گفتگو کی
تھی اور اس بات کی تاکید تو پہلے ہی کر دی تھی کہ وہ اس وقت تک گھر پر موجود رہے جب تک کہ
وہ واپس نہ آ جائے۔ اس پابندی نے گویا اسے پاگل ہی بنا دیا تھا۔ ویسے ہلکی قسم کی دیوانگی دن بھر
طاری رہی تھی۔ اس کی زبان میں اس ''بکر مچھ'' کی زیارت کرنے والوں نے اسے ادھ مرا کر
تھا۔ کسی کو ٹالا کسی کی خوشامدیں کیں اور کسی پر جھنجھلایا۔ دن بھر کی بک بک جھک جھک کی بنا
اس کے سر میں ہلکا ہلکا درد ہو گیا اور اب وہ سوچ رہا تھا کہ کافی پیئے یا تھوڑی سی برانڈی سپ کر لے
دفعتاً اسے باہر کمپاؤنڈ میں رکھوالی کرنے والے کتوں کا شور سنائی دیا۔ پہلے اس نے اس کی
طرف کچھ دھیان نہ دیا لیکن جب شور بڑھتا ہی گیا تو وہ جھنجھلا کر باہر نکل آیا۔ عمارت کے بائیں
بازو کی طرف چاروں کتے ایک جگہ کھڑے اچھل اچھل کر بھونک رہے تھے۔ کبھی کبھی وہ ایک بند
دروازے کے نیچے کی زمین سونگھنے لگتے تھے۔

حمید نے انہیں ڈانٹا لیکن ان کے جوش میں کمی واقع نہ ہوئی۔

''ابے تم میری جان کو آ گئے۔'' وہ جھنجھلا کر بولا۔ ''جہنم میں جاؤ۔''

کتے بدستور دروازے کی زمین سونگھ سونگھ کر بھونکتے رہے۔ حمید کے ذہن میں ایک شبہ

مارا اور اس نے آگے بڑھ کر دروازے کو دھکا دیا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ پھر اس پر یہ
روشن ہو گئی کہ کوئی اس دروازے سے اندر گھسا ہے کیونکہ اوپر کا ایک شیشہ ٹوٹا ہوا تھا، جو
کچھ دیر قبل ہی توڑا گیا تھا۔

حمید نے تین کتوں کو تو وہیں چھوڑا اور ایک کا پٹہ پکڑ کر گھسیٹتا ہوا اندر لایا۔ پھر نوکروں کو
دے کر اس نے انہیں بھی ہوشیار کر دیا۔ کتا شور مچاتا ہوا ایک طرف بھاگ رہا تھا۔ دفعتاً
کمرے کا دروازہ دھڑاکے کے ساتھ بند ہوا اور حمید اس پر پل پڑا۔ کوئی دوسری طرف سے
لگا کر چٹخنی چڑھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ حمید نے ایک بار پھر اپنی پوری قوت سے جھٹکا دیا۔
ی طرف کوئی گرا اور حمید بھی اپنے ہی زور میں اس پر جا پڑا۔ اسی کے پیچھے کتا بھی تھا جس
ایک آدھ پنجے اسے بھی مارے۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ اچانک حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے
کا جسم ہلکا ہو کر ہوا میں اڑنے لگا ہو۔ کیونکہ اس کے نیچے دبا ہوا جسم کسی مرد کا نہیں تھا۔ حمید کی
ت ڈھیلی پڑ گئی۔ قبل اس کے وہ تڑپ کر نکل جاتی اس نے اس کے بال مضبوطی سے جکڑ لئے
یک سریلی چیخ کمرے میں گونج اٹھی۔ بہر حال حمید کے حواس بجا ہو گئے تھے۔ اس نے ایک
سے اس عورت کے بال پکڑ رکھے تھے اور دوسرے سے کتے کو ڈھکیلنے کی کوشش کر رہا تھا جو اس
لما تھا کہ اپنے شکار کی تکہ بوٹی کر ڈالے۔

''پکڑو...... اس خبیث کو۔'' اس نے باہر کھڑے ہوئے نوکروں کو للکارا۔ نوکروں نے کتے
قابو کر لیا اور شاید اس بات کا انتظار کرنے لگے کہ حمید انہیں اپنی مدد کے لئے پکارے گا۔ حمید
اکے بالوں کو پکڑے ہوئے اسے روشنی میں لایا اور پھر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ ایک خوبرو
ما اس کے سامنے کھڑی تھی اور اس کے ہونٹوں سے خون بہہ رہا تھا۔ اس نے مغربی طرز کا
لباس پہن رکھا تھا اور خود بھی کسی مغربی ہی ملک کی باشندہ معلوم ہوتی تھی۔

''کون ہو تم......؟'' حمید نے اپنی آواز میں کرختگی پیدا کرتے ہوئے پوچھا۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا اور حمید کو یہ دیکھ کر حیرت ہونے لگی کہ اس کے چہرے سے ذرہ
برابر سراسیمگی ظاہر نہیں ہو رہی۔ فریدی کی صحبت میں رہ کر اسے تھوڑی بہت فرنچ اور جرمن بھی
آ گئی تھی۔ اس نے ان دونوں زبانوں میں بھی اپنا سوال دہرایا لیکن جواب ندارد۔ وہ اسے

دیوانوں کی طرح گھورے جا رہی تھی۔ دفعتاً اس کے ہونٹ کھلے۔

''پپ...... پپ...... پیہہ...... پی ......ہی ہی ہی ہی۔''

وہ حمید کے چہرے کے سامنے انگلی نچا کر بے تحاشہ ہنسنے لگی اور حمید گھبرا کر پیچھے ہٹ

''پاگل معلوم ہوتی ہے۔'' اس نے نوکروں کی طرف مڑ کر خوفزدہ آواز میں کہا۔ وہ منہ میں ہاتھ دے سکتا تھا لیکن کسی پاگل عورت سے بھڑنا اس کے بس کا روگ نہیں تھا۔ جب سمیلی[1] قوم کی ایک پاگل عورت سے اس کا سابقہ پڑا تھا پاگل عورتوں کو دیکھ کر ہی اس کی ر ہو جاتی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک ہنستی رہی پھر اس نے ایک ایسی حرکت کی کہ حمید نے بوکھلا آنکھیں بند کرلیں۔ شاید نوکروں کی بھی یہی حالت ہوئی تھی کیونکہ وہ اس کے قدموں ک صاف سن رہے تھے لیکن اپنی جگہوں پر اس طرح جمے ہوئے تھے جیسے پتھر کے ہو گئے ہوں۔

''کون ہو تم......؟'' حمید نے اچانک فریدی کی آواز سنی اور آنکھیں کھول دیں۔

لیکن وہ اب بھی اسی حالت میں تھی۔ فریدی نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی پکڑ کر اوپر اٹھ اب وہ اس قابل ہوگئی تھی کہ حمید باقاعدہ اپنی آنکھیں کھول سکے۔ وہ لڑکی اب بھی خاموش

''حمید...... یہ کیا بدتمیزی ہے؟'' فریدی انتہائی غصے میں اس کی طرف مڑا۔

''آپ...... بات......'' حمید ہکلایا۔ ''بات تو سمجھ لیجیے...... یہ...... یہ...... پاگل۔

''کون ہو تم......؟'' فریدی نے پھر لڑکی سے سوال کیا۔

لیکن وہ کچھ نہ بولی۔

فریدی کبھی حمید کو گھورتا، کبھی لڑکی کو اور کبھی قریب کھڑے ہوئے نوکروں کو۔

حمید نے جلدی جلدی اور ہکلا ہکلا کر اسے پوری بات سمجھانے کی کوشش کی او

''نوکروں سے پوچھ لیجیے۔''

اسے خوف تھا کہ فریدی کچھ اور نہ سمجھا ہو۔ فریدی نے نوکروں کو جانے کا اشارہ کیا کو ڈرائنگ روم میں لے آیا۔ حمید بھی اس کے پیچھے تھا۔

[1] جاسوسی دنیا کا گیارہواں ناول ''پہاڑوں کی ملکہ'' جلد نمبر 3 ملاحظہ فرمائیے۔

''اس کے ہاتھ نہ چھوڑیے گا...... ورنہ......!'' حمید نے کہا۔

''بکومت......!'' فریدی جھنجھلا کر بولا۔ پھر لڑکی سے انگریزی میں پوچھنے لگا۔ ''تم کون ہو یہاں کیوں آئی تھیں......؟''

''یہ سُور......!'' لڑکی نے حمید کی طرف اشارہ کیا اور رو پڑی۔

''کیوں......؟'' فریدی گرج کر بولا۔

''ارے خدا کی قسم......'' حمید بوکھلا کر بولا۔ ''یہ مکار جھوٹی ہے...... نوکروں سے......!''

''خاموش رہو۔'' فریدی چیخا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہوگئی تھیں۔ ''بہتر ہے کہ تم اسی وقت ٹی سے نکل جاؤ۔ میں تمہیں اتنا ذلیل نہیں سمجھتا تھا۔''

''آپ سنئے تو سہی۔''

''میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔''

''تو جہنم میں جائیے۔'' حمید نے جھلاہٹ میں اپنے قریب پڑی ہوئی چھوٹی میز کو ٹھوکر ری اور کمرے سے نکل گیا۔ اس نے تیزی سے پائیں باغ طے کیا اور پھاٹک کے باہر نکل گیا۔ ے سے اس کا سارا جسم کانپ رہا تھا۔ دفعتاً وہ چلتے چلتے رک گیا۔ تھوڑی دیر کھڑا کچھ سوچتا رہا ر پھاٹک کی طرف لوٹ آیا۔ سردی سے اس کے دانت بج رہے تھے لیکن وہ پتلون کی جیب میں تھ ڈالے پھاٹک سے چپکا کھڑا رہا۔ اسے اس لڑکی کے برجستہ جھوٹ پر حیرت ہو رہی تھی اور ں کی ذہانت پر بھی...... وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ لڑکی کس طرح کوٹھی میں داخل ہوئی تھی اور اس کا مقصد بھی اس کے ذہن میں نہیں تھا۔ وہ تو بس ایک ہی بات سوچ رہا تھا کہ اگر وہ اندر سے اکیلی باہر نکلی تو یہ تاریک سڑک کام دے گی۔

اب اسے فریدی پر بھی غصہ نہیں تھا۔ اسے یہ بھی یاد نہیں تھا کہ اس نے کن الفاظ میں اس کی توہین کی تھی۔ ٹھنڈک کے ساتھ بس ایک ہی خیال اس کے ذہن سے چپک کر رہ گیا تھا۔ پھاٹک کے اندر قدموں کی آواز سنائی دی اور وہ پیچھے سرک گیا۔ اس نے سیاہ سوٹ پہن رکھا تھا...... اس لئے تاریکی میں اس کے دیکھ لئے جانے کے امکانات کم تھے۔

فریدی اور وہ لڑکی پھاٹک پر آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

''مجھے اس واقعے پر انتہائی افسوس ہے لیکن مجھے خوشی ہے کہ آپ بچ گئیں۔'' ز
سے کہہ رہا تھا۔

''میں اس کی رپورٹ ضرور کروں گی۔'' لڑکی کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

''بیکار.....!'' فریدی بولا۔ ''بات بڑھانے سے کیا فائدہ.....اس سے آپ کی بھی بدنامی

''خیر.....!'' لڑکی تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولی۔ ''یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ یہ
ملک ہے۔''

پھر حمید نے قدموں کی آواز سنی۔ وہ لڑکی اس کے قریب سے ہوکر گزری اور فر
واپس چلا گیا۔

حمید دبے پاؤں کچھ دور تک اسکے پیچھے چلتا رہا۔ پھر دفعتاً اس پر ٹوٹ پڑا۔

''ٹھہرو تو ڈارلنگ......!'' وہ ہانپتا ہوا بولا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے میں آسمان کے سارے ستارے زمین پر اتر آئے۔ د
کنپٹی پر پڑا اور کچھ ستارے حمید کی آنکھوں میں گھس گئے اور وہ چکرا کر گر پڑا۔ کسی نے
اس پر حملہ کیا تھا۔

اور پھر اسے ہوش آیا تو اس نے خود کو اپنے بستر پر پایا۔ فریدی اس پر جھکا ہوا تھا۔

''حمید...... پیارے مجھے معاف کردو۔'' فریدی کے لہجے میں ندامت تھی۔

حمید اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی دونوں کنپٹیاں سہلائیں، جو ابھی تک دکھ رہی
فریدی کو گھورنے لگا۔

''سچ مچ وہ مجھے چوٹ دے گئی۔'' فریدی پھر بولا۔

حمید نے قہقہہ لگایا اور چیخ کر بولا۔ ''ایشیا کا عظیم سراغ رساں زندہ باد۔''

پھر بُرا سا منہ بنا کر لیٹ گیا کیونکہ چیخنے پر اسے چکر آ گیا تھا۔

''یار وہ اس حالت میں تھی کہ میں یہی سمجھا۔'' فریدی پھر حمید پر جھک کر بڑبڑایا
ہاتھ کے اشارے سے جانے کو کہا۔

''آپ مجھے اتنا لوفر سمجھتے ہیں۔'' حمید منہ بنا کر بولا ''لیکن میں...... مجھ پر کس

تھا؟ میں سمجھا شاید آپ......!''

''قطعی نہیں...... میں اسے پھاٹک تک چھوڑ کر واپس آیا۔ تم پر شدید غصہ تھا۔ اس لئے
کھانا بھی ٹال کر سیدھا سونے کے کمرے میں چلا آیا...... اور پھر...... وہ ٹرانسمیٹر ...... اور وہ
چھڑی...... دونوں غائب تھے۔''

حمید نے پھر قہقہہ لگایا۔ اس وقت وہ خود کو ایک عظیم الشان ہیرو سمجھ رہا تھا...... حالانکہ وہ
اسے بھی پاگل بن کر ڈرا چکی تھی اور صاف نکلی جا رہی تھی لیکن پھر بھی وہ اس وقت فریدی کا مضحکہ
اڑانے پر تل گیا تھا۔ دفعتاً ایک خیال اس کے ذہن میں گونجا۔ آخر وہ ٹرانسمیٹر اور چھڑی کس
طرح لے گئی۔

''لیکن وہ غالباً خالی ہاتھ تھی۔'' حمید نے کہا۔

''اور وہ خود اس طرح تمہیں بیہوش بھی نہیں کر سکتی تھی۔'' فریدی اس کی آنکھوں میں
دیکھتا ہوا بولا۔ ''صاحبزادے اس لئے کوٹھی میں گھسی تھی کہ گھر کے سارے افراد کو کسی ایک جگہ اکٹھا
کرلے اور اس کے ساتھی اپنا کام کر جائیں۔ چاروں رکھوالی کرنے والے کتوں کی لاشیں باہر
کمپاؤنڈ میں پڑی ہوئی ہیں۔''

''ارے......!'' حمید کے لہجے میں تحیر تھا۔ ''انہیں کس نے اور کب مارا......؟''

''یہ تو میں نہیں بتا سکتا لیکن ان پر بھی وہی زہریلے تیر چلائے گئے ہیں۔ یہ چاروں تیر
بالکل ویسے ہی ہیں جیسا وہ تیر تھا۔''

''کون سا......؟''

''وہی جس سے چودھری کی کوٹھی میں ایک غیر ملکی کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔''

حمید اپنی خشک زبان تالو سے رگڑنے لگا۔ فریدی تھوڑی دیر خاموش رہ کر پھر بولا۔ ''وہ
دونوں چیزیں کمرے میں نہ پا کر مجھے تمہاری مظلومیت کا احساس ہوا اور میں کوٹھی سے نکل کر
سڑک کی طرف دوڑا۔ حالانکہ یہ سو فیصدی حماقت تھی لیکن اگر مجھ سے یہ حماقت سرزد نہ ہوتی تو تم
سردی سے اکڑ گئے ہوتے۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کے سر کا درد حد سے تجاوز کرتا جا رہا تھا۔

"میں سمجھا تھا۔" اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔" کہ شاید اس کا تعلق پروفیسر درانی سے ہے۔"

"خوب یاد دلایا۔" فریدی چونک کر بولا۔"اس ٹرانسمیٹر یا اس چھتری کے جانے کا افسوس نہیں کیونکہ اس کے ذریعے مجھے جو کچھ معلوم کرنا تھا کر چکا۔ لیکن اس وقت اس لڑکی نے کچھ میرے لئے بڑی آسانیاں پیدا کر دیں۔"

"کیا مطلب......؟"

"ابھی بتاتا ہوں۔" فریدی نے کہا اور اپنے سونے کے کمرے میں چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا۔ حمید پر غنودگی طاری ہوگئی تھی۔ لیکن اس کی آہٹ پر وہ چونک پڑا۔ فریدی جانے کے لئے مڑا ہی تھا کہ اس نے آواز دی۔

"میں جاگ رہا ہوں۔"

"نہیں سو جاؤ۔"

"کیا بھوکا ہی سو رہوں۔" حمید جھلا کر اٹھ بیٹھا۔

"شاید تم مرتے وقت بھی یہی کہو گے۔" فریدی ہنس پڑا۔

اس نے ایک نوکر کو آواز دے کر وہیں کھانا لانے کو کہا اور شرارت آمیز نظروں سے حمید دیکھتا رہا۔

"کیا مطلب......؟" حمید اسے گھورنے لگا۔

"یار مجھے اس لڑکی کی حرکت پر ہنسی آرہی ہے۔ اس نے تو تمہارا سر ہی تڑوا دیا ہوتا...... جانے میں کیا سوچ کر کچھ نہیں بولا...... ورنہ دل یہی چاہا تھا کہ تمہاری مرمت کر دوں۔"

"تو قبلہ فریدی صاحب۔" حمید اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔"میں اتنا کمزور بھی نہیں ہوں جتنا ظاہر کرتا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں کہ تم معمولی مرمت سے ٹوٹ پھوٹ نہیں سکتے۔" فریدی مسکرایا۔

"خیر اگر کبھی اس کا موقع آ گیا تو یہ بھی ظاہر ہو جائے گا۔"

فریدی تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔"میں نے جگدیش کو فون کیا ہے کہ میرے یہاں چوری ہوگئی۔ وہ رپورٹ لکھنے کے لئے آ ہی رہا ہوگا۔"

"لیکن آپ تو اس ٹرانسمیٹر اور گارساں والے معاملے کو چھپانا چاہتے تھے۔"

"قطعی اسے تو چھپانا ہی پڑے گا۔ ورنہ کسی وقت بھی موت سے ملاقات ہو سکتی ہے۔ گارساں نے خود کو آزاد رکھنے کے لئے بہت کشت وخون کیا ہے وہ ہم پر کہیں بھی اور کسی بھی وقت حملہ کر سکتا ہے۔"

"پھر آپ نے چوری کی رپورٹ کیوں کی ہے۔"

"یہ پوچھو کہ کس چیز کی چوری کی رپورٹ کی ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔"حقیقتاً وہ مچھلی چرائی گئی ہے۔"

"مچھلی......!" حمید حیرت سے بولا۔"اسے تو آپ نے تصویر کھینچ جانے کے بعد ہی باورچی خانے میں پہنچا دیا تھا۔"

"شاید ان گھونسوں نے تمہارے اسکرو ڈھیلے کر دیئے ہیں۔ صاحب زادے اگر اس کی چوری کی رپورٹ نہیں کروں گا تو کل آفیسروں کو دکھاؤں گا کہاں سے۔ ظاہر ہے کہ وہ اس کے درشن کے لئے بُری طرح بے چین ہیں۔ دوسری بات ! رپورٹ لکھوانے کے سلسلے میں کسی نہ کسی پر شبہ بھی ظاہر کرنا پڑے گا۔ اس کے لئے میں نے پروفیسر درانی کو منتخب کیا ہے۔"

حمید حیرت سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔ فریدی بولتا رہا۔"شبے کی وجہ بھی لکھوانی پڑے گی۔ اس کے لئے میں آج شام کا اخبار پیش کر دوں گا۔ جس نے یہ خبر چھاپی ہے کہ پروفیسر درانی کے لاکھ اصرار کے باوجود بھی انسپکٹر فریدی نے اس عجیب وغریب مچھلی کو فروخت کرنے سے صاف انکار کر دیا۔"

"آخر اس سے فائدہ......؟" حمید نے پوچھا۔

"اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ میں پروفیسر درانی کے گھر کی تلاشی لینے کے لئے وارنٹ حاصل کر سکوں گا جس کے لئے میں بُری طرح بیتاب ہوں۔ اس کے گھر میں شلائر کی موجودگی کوئی خاص معنی رکھتی ہے اور یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ شلائر کا تعلق پروفیسر چودھری کی کوٹھی میں ہونے والے واقعات سے بھی ہے۔"

"ان ہڈیوں کے ڈھانچے کے متعلق تو میں بھول ہی گیا۔" حمید نے کہا۔

"وہ پروفیسر چودھری ہی کا ہے۔"

"آپ یقین کے ساتھ کس طرح کہہ سکتے ہیں؟"

"انگلی کی ہڈی میں پھنسی ہوئی ایک انگوٹھی یہی ظاہر کرتی ہے۔ مسز چودھری نے ا
شناخت کرلیا ہے۔"

"بڑا پیچیدہ معاملہ ہے۔" حمید تھوڑی دیر بعد بولا۔ شاید وہ اس وقت اس معاملے
بہت سنجیدگی سے غور کررہا تھا۔

"پیچیدہ ترین کہو۔" فریدی نے سگار سلگانے کا ارادہ کرتے ہوئے کہا۔ پھر چونک کر بو

"ابھی تک کھانا نہیں آیا۔"

عامرہ

دوسری صبح حمید نے لباس کے انتخاب ۔ کے سلسلے میں سلیقے اور نفاست کی حد کردی۔ ا
ایوننگ ان پیرس کی آدھی شیشی صاف ہوگئی۔ وہ مسز چودھری کی پینٹ کی ہوئی تصویر کو گوشت پوست میں دیکھنے جارہا تھا۔ پروفیسر درانی کے گھر کی تلاشی لینے کے سلسلے میں سارے انتظاما
مکمل ہوگئے تھے اور کوتوالی انچارج انسپکٹر جگدیش اس وقت فریدی ہی کی کوٹھی میں موجود تھا
اس کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے اور وہ بار بار فریدی کی طرف نظریں اٹھاتا جو سلیپنگ
گاؤن میں لپٹا ہوا شیو کررہا تھا۔

"معاملہ بڑے آدمی کا ہے۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"پھر......؟" فریدی ہاتھ روک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"وہاں آپ کی موجودگی قطعی غیر قانونی ہوگی۔"

"مجھے قانون نہ پڑھایئے۔" فریدی خشک لہجے میں بولا۔

"آپ تو بگڑ گئے۔ میرا مطلب یہ نہیں تھا۔"

"بس جو میں آپ سے کہوں کرتے جایئے...... میں سب کچھ اپنی ذمہ داری پر کررہا ہوں۔"

جگدیش خاموش ہوگیا۔ وہ انسپکٹر فریدی کا بہت زیادہ احترام کرتا تھا اور اسے اتنی ترقی اسی
کے طفیل نصیب ہوئی تھی۔ اس نے کئی پیچیدہ کیسوں میں نہ صرف اس کی رہنمائی کی تھی بلکہ عملی
طور پر اس کا ہاتھ بٹایا تھا۔

"میں معافی چاہتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"معاف کیا گیا۔" فریدی نے اکڑ کر کہا اور ہنسنے لگا۔ پھر سنجیدگی سے بولا۔

"جگدیش صاحب! یہ محض اس مچھلی کا معاملہ نہیں ہے۔"

"پھر......؟"

"ابھی کچھ نہ پوچھو۔ آہستہ آہستہ خود ہی سب کچھ معلوم ہوجائے گا۔"

شیو کر چکنے کے بعد فریدی نے لباس تبدیل کیا اور پھر وہ ناشتے کی میز پر آبیٹھے۔

"اپنے کانسٹیبلوں اور محرر کو بھی ناشتہ بھجوادو۔" فریدی نے جگدیش سے کہا پھر اس نے
ورچی کو بلا کر اس کے متعلق ہدایات دیں۔

"بھائی حمید تو بڑے زوروں پر جارہے ہیں۔" جگدیش اپنی ایک آنکھ دبا کر بولا۔

"تم بھی زوروں پر ہوتے۔ مگر تمہیں تو سڑی بسی وردی لادنی پڑتی ہے۔" حمید نے کہا۔

"اور سنایئے! اس درمیان میں آپ کو کسی سے عشق ہوا یا نہیں؟"

"ایک برہمن کے لڑکے پر مرمٹا ہوں مگر کیا کروں کہ اس کے سیاں کوتوال ہیں اور وہ خود
کوتوالی انچارج۔"

جگدیش جھینپ کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"یہ پروفیسر چودھری کا کیا معاملہ ہے۔" اس نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"اتنا ہی میں بھی جانتا ہوں جتنا کہ تم......!" فریدی بولا۔

"مگر ہے معاملہ حیرت انگیز...... کہیں یہ اس کی عورت ہی کی حرکت نہ ہو...... سائنٹسٹ

عموماً خشک طبیعت کے ہوا کرتے ہیں۔ وہ ایک رنگین مزاج عورت ہے۔ آرٹسٹ بھی ہے۔
ہے کہ اس کے کسی عاشق نے اسے قتل کر کے یہیں دفن کر دیا ہو۔"

"ضروری نہیں کہ ہر آرٹسٹ عورت عاشق بھی رکھتی ہو۔" فریدی نے کہا۔ "ضروری
کہ ہر رنگین مزاج عورت اپنے شوہر سے بے وفائی ہی کرے۔"

"آپ عورتوں کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔" حمید نے کہا۔ "اس لئے اس موضوع پر
ڈالنے سے گریز کیا کیجئے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "لیکن پچھلی رات کو......!"

"یہ حلوہ بھی کھائیے نا۔" حمید جلدی سے بولا اور پھر اس کی زبان تیزی سے چلنے
"آپ کی خوراک روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے۔ رنگ پیلا پڑتا جا رہا ہے۔ آنکھوں کے گرد
پڑ گئے ہیں۔ دماغ جھائیں جھائیں کرتا ہوگا۔ خوب ڈٹ کر کھایا کیجئے ورنہ آنکھوں کے سا
نیلی پیلی چنگاریاں اڑنے لگیں گی اور محصول ڈاک بذمہ خریدار ہو جائے گا۔"

"پچھلی رات......!"

"بھائی جگدیش! تم تکلف کر رہے ہو۔" حمید تیزی سے جگدیش کی طرف مڑ کر بولا۔
جیلی...... انڈے تم نے کھائے ہی نہیں...... اماں تم تو سبزی کور کبھی نہیں تھے۔"

"پچھلی رات بڑی خوشگوار تھی۔" فریدی نے اکتا کر جملہ پورا کر دیا۔ وہ سوچ رہا تھا
کہیں دیر نہ ہو جائے۔

ناشتے کے بعد ان کی پارٹی پروفیسر درانی کی کوٹھی کی طرف روانہ ہو گئی۔

کمپاؤنڈ میں سناٹا تھا۔ برآمدے میں بھی کوئی نظر نہ آیا۔ ایک کمرے کے دروازے پر ا
تختی لگی ہوئی تھی جس پر "سیکریٹری" لکھا تھا۔ لیکن یہ کمرہ بھی بند تھا۔ پھر وہ صدر دروازے
آئے اور فریدی بار بار گھنٹی کا بٹن دبانے لگا۔ پوری عمارت کا کوئی بھی دروازہ کھلا ہوا دکھائی نہ
دیا...... حتیٰ کہ کھڑکیاں تک بند تھیں۔

فریدی کافی دیر تک گھنٹی بجاتا رہا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد اندر قدموں کی آہٹ سنائی دی
دروازہ کھلا اور ایک خوبصورت سی بھولی بھالی لڑکی دکھائی دی جس کے ایک ہاتھ میں کنگھا تھا اور

ں اٹھ تیل میں ڈوبے ہوئے تھے۔

"کیا بات ہے؟" اس نے غصیلی آواز میں پوچھا۔

"پروفیسر کو باہر بھیج دیجئے۔" فریدی اپنی فلٹ ہیٹ اتارتا ہوا نرم لہجے میں بولا۔

"باہر......!" لڑکی اسے گھورتی ہوئی بولی۔ "وہ کبھی باہر نہیں آتے۔ تم لوگ چپ چاپ
جاؤ...... آج مجھے پہلی بار موقع ملا ہے کہ میں اپنے ڈیڈی کے بال سنوار سکوں۔"

"آپ ان سے کہئے کہ پولیس گھر کی تلاشی لینا چاہتی ہے۔"

"وہ میری نہیں سنیں گے! آپ لوگ جائیے۔"

"تب پھر ہمیں مجبوراً...... زبردستی گھر میں گھسنا پڑے گا۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔" وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر ہنس کر بولی۔
"چلو میں تمہیں ڈیڈی سے ملاؤں...... اب وہ سب سے مل سکیں گے۔ میرے ڈیڈی بہت
ے آدمی ہیں...... آئیے۔"

"سیکریٹری کہاں ہے؟" فریدی نے پوچھا۔

"پتہ نہیں!"

وہ اس کے پیچھے گھر میں داخل ہوئے۔ پوری عمارت سنسان پڑی تھی۔ انہیں ایسا معلوم
ہوتا تھا جیسے وہ کسی ویران مقبرے میں چل رہے ہوں۔ ان کے قدموں کی آوازیں اونچی چھت
ے کمروں میں بازگشت پیدا کر رہی تھیں۔ لڑکی انہیں پروفیسر کے سونے کے کمرے میں لے آئی۔
اور پھر ان میں سے کئی اپنی چیخیں نہ روک سکے۔ پروفیسر اپنے پلنگ پر چت پڑا تھا لیکن
اس کی گردن کٹی ہوئی تھی۔ خون بستر پر جم کر سیاہی مائل ہو چکا تھا۔ اس کے بال تیل سے بھیگے
ہوئے تھے اور انہیں بڑے سلیقے سے سنوارا گیا تھا۔ شاید ڈاڑھی میں بھی کنگھا کیا گیا تھا۔

فریدی تحیر آمیز نظروں سے لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"دیکھو! میرے ڈیڈی کتنے اچھے لگتے ہیں۔" وہ مسکرا کر بولی اور حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے
کوئی اس کا گلا گھونٹ رہا ہو۔ "وہ سب کے سب بت بنے کھڑے رہے۔"

"میں سوچا کرتی تھی کہ ڈیڈی کے سر میں تیل ڈالوں۔ ان کے بال سنواروں، گھنٹوں ان

کا سر سہلاؤں لیکن وہ مجھے اس کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ بڑے خراب ہیں ڈیڈی۔'' اس
اس طرح منہ بنایا جیسے ڈیڈی سے روٹھ گئی ہو۔ پھر ہنس کر بولی۔ ''مگر...... آج ڈیڈی نے کچھ
کہا۔ میں ایک گھنٹے سے ان کا سر دبا رہی تھی...... دیکھو...... دیکھو...... انہوں نے آج تمہیں
کچھ نہیں کہا...... ورنہ وہ ملنے والوں کو مار بیٹھتے تھے...... میرے ڈیڈی اچھے ہو گئے......!'' ا
نے بچوں کی طرح تالی بجائی اور جھک کر مردہ پروفیسر کی پیشانی چوم لی۔

جنہیں اس بات کا خدشہ تھا کہ وہ رو پڑیں گے چپ چاپ کمرے سے نکل گئے۔ ان
حمید بھی تھا۔ وہ ایک دوسرے خالی کمرے میں جا کر بے تحاشہ رونے لگا۔

اس کے ذہن کی نہ جانے کون سی گرہ اچانک کھل گئی تھی۔

''یہ تمہارے ڈیڈی ہیں؟'' فریدی نے نرم لہجے میں پوچھا۔

''ہاں...... ہاں...... تمہیں یقین کیوں نہیں آتا...... میں سمجھ گئی۔'' وہ بچوں کی طرح
کر بولی۔ ''انہوں نے تمہیں مارا نہیں۔ اس لئے تم انہیں ڈیڈی نہیں سمجھتے...... ڈیڈی ا
ہو گئے...... اب وہ کسی سے جھگڑا نہیں کریں گے...... کسی کو نہیں ماریں گے...... میں ڈیڈی
ڈرتی ہوں...... مگر انہوں نے مجھے کبھی نہیں مارا...... دیکھو دیکھو! آج ڈیڈی کے بال کتنے ا
لگ رہے ہیں...... میرے ڈیڈی۔'' اس نے پھر لاش کی پیشانی چوم لی۔

''بی بی ہوش میں آؤ۔'' جگدیش کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔

''میں بے ہوش کب ہوں۔ تمیز سے بات کرو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں عامرہ درا
ہوں۔'' اس نے کہا اور پروفیسر کے سرہانے بیٹھ کر اس کی ڈاڑھی میں کنگھا کرنے لگی۔

فریدی باہر نکل آیا۔ وہ حمید کو تلاش کر رہا تھا۔ اس نے اسے ایک کمرے میں روتے دیکھا

''حمید......!'' فریدی نے اسکے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور اس نے جلدی سے آنسو پونچھ ڈالے

''اس لڑکی کو گھر لے جاؤ...... مسز چودھری کو فون کر کے بلا لینا۔''

حمید کی آنکھیں پھر بھیگنے لگیں۔

''مرد کے پہلو میں پتھر کا جگر ہونا چاہئے۔'' فریدی نے کہا اور پھر اسی کمرے میں چلا آیا

جگدیش وغیرہ خاموش کھڑے تھے اور عامرہ سر جھکائے ہوئے اپنے مردہ باپ کے بالوں

ں کنگھی کر رہی تھی۔

''سنو بیٹی۔'' فریدی نے اسے مخاطب کیا۔ ''میں تمہارے ڈیڈی کا دوست ہوں...... کیا تم
ے گھر چلو گی؟''

''ڈیڈی نہیں جانے دیں گے۔'' اس نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔ ''وہ مجھے کہیں نہیں
نے دیتے۔''

''میرے یہاں جانے سے نہیں روکیں گے۔''

''مگر میں ڈیڈی کو چھوڑ کر کہیں نہ جاؤں گی۔''

''ابھی واپس آ جانا...... شاباش...... بڑی اچھی بیٹی ہے۔''

''اچھا آپ کے یہاں ننھے ننھے بچے ہیں۔'' اس نے معصومیت سے پوچھا۔

''ہاں...... ہاں......!''

''آپ کی بیوی پیانو پر گیت گاتی ہیں۔''

''ہاں...... تم چلو تو سہی...... سب کچھ ہے۔''

''لیکن میں انہیں کہوں گی کیا......؟'' وہ خود سے باتیں کرنے لگی۔ ''ڈیڈی کے دوست
ہا...... بس میں انہیں چچی ماں کہوں گی...... اور بچے کو منا بھیا...... میرا منا بھیا۔''

اس نے اپنے دونوں ہاتھ اس طرح سینے پر رکھ لئے جیسے سچ مچ کسی منا بھیا کو لپٹا رہی ہو۔

''میں چلوں گی۔'' وہ اٹھ کر بولی۔

فریدی اسے لے کر باہر آیا...... پھر اسے حمید کے سپرد کر کے فرانسیسی زبان میں بولا۔
اور صاحب کی بیوی اور ان کے چھوٹے بچوں کو بھی بلوا لینا۔'' اور مختصراً اسے سب کچھ بتا دیا۔

''کس زبان میں بول رہے ہیں آپ......؟'' اس نے فریدی سے پوچھا۔

''فرانسیسی میں بیٹی! میں انہیں سمجھا رہا تھا کہ وہ تمہاری چچی ماں سے کہہ دیں گے کہ وہ
اری خوب خاطر کریں۔ تمہیں پیانو پر گیت سنائیں۔''

''یہ کون ہیں؟''

''میرے بھائی ہیں۔''

حمید اسے لے کر چلا گیا۔

''اچھا تو میاں جگدیش.....!'' فریدی نے کہا۔ ''اب تم آفیسروں کو فون کرنا شروع کر دو۔''

''لیکن..... یہ آخر ہوا کیا.....؟''

''اس پر فون کرنے کے بعد غور کرنا۔''

آدھ گھنٹے کے اندر ہی اندر کوٹھی میں شہر کے سارے بڑے آفیسر اکٹھا ہو گئے۔

''آپ تلاشی کے لئے آئے تھے؟'' کلکٹر نے جگدیش سے پوچھا۔

''تو پھر یہاں ان کی موجودگی کیا معنی رکھتی ہے۔'' اس نے فریدی کی طرف اشارہ کیا۔

''میں اس تلاشی کے سلسلے میں نہیں آیا.....؟'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''یہ اور بات ہے
میں اور یہ ایک ہی وقت پر یہاں پہنچے۔ میں دراصل پروفیسر چودھری والے کیس کے سلسلے
یہاں آیا تھا۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ کل پروفیسر چودھری کے یہاں ایک بند کنوئیں سے ا
ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ برآمد ہوا ہے اور ایک انگوٹھی کی بناء پر یہ سمجھا جا رہا ہے کہ وہ ڈھانچہ پر
چودھری ہی کا ہے۔ دونوں پروفیسروں کے قریبی تعلقات تھے اس لئے میں نے مناسب سمجھا
پروفیسر درانی سے مل کر چودھری کے متعلق دریافت کروں..... لیکن..... اسے بھی کسی نے قتل کر دیا

کلکٹر خاموش ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ''اس کی لڑکی کہاں گئی؟ نوکر کہاں ہیں؟''

''لڑکی کا دماغ الٹ گیا ہے۔'' فریدی نے کہا۔ ''نوکر تھے ہی نہیں..... ایک سیکر
تھا..... وہ بھی لاپتہ ہے۔''

''لیکن لڑکی ہے کہاں؟''

''میرے گھر پر..... میں نے اسے گھر بھجوا دیا..... یہاں اس کی موجودگی ٹھیک نہیں تھی۔''

''لیکن آپ نے یہ سب اپنی مرضی سے کیوں کر ڈالا۔''

فریدی اپنے محکمے کے ڈی۔ آئی۔ جی کی طرف مڑا۔ شاید وہ اس سوال کا جواب اس
دلوانا چاہتا تھا۔

''بات یہ ہے۔'' ڈی۔ آئی۔ جی جلدی سے بولا۔ ''انسپکٹر فریدی کے پاس ایک مخصوص
اجازت نامہ ہے، جو انہیں اوپر والوں سے ملا ہے۔ مخصوص حالات میں وہ اس کی رو سے ملک

کہیں بھی کسی بھی کیس میں دخل انداز ہو سکتے ہیں۔''

''لیکن کم از کم ہمارا انتظار تو کیا ہوتا۔'' کلکٹر بولا۔

''یقین کیجئے کہ مجھے مجبوراً ایسا کرنا پڑا۔ اگر وہ تھوڑی دیر اور ٹھہرتی تو شاید اس کا ہارٹ فیل
جاتا اور ہمیں ایک متوقع گواہ سے ہاتھ دھونے پڑتے۔''

تھوڑی دیر بعد محکمہ سراغ رسانی کے فوٹو گرافر نے کیمرے سنبھال لئے۔

پورے کمرے کی متعدد تصویریں لی گئیں۔ فریدی بہت زیادہ مشغول تھا۔ لیکن کوئی کام کی
ت دریافت نہ ہو سکی۔ قاتل یا قاتلوں نے کسی قسم کے نشانات نہیں چھوڑے تھے۔ ڈاکٹر نے بتایا
قتل پچھلے بارہ گھنٹوں سے پہلے کسی وقت ہوا۔ اندازہ دس اور گیارہ بجے رات کے درمیان کا
ا۔ دوسری طرف پولیس کی ایک پارٹی کوٹھی کی تلاشی لے رہی تھی۔

فریدی جائے واردات سے ہٹ کر ایک دوسرے کمرے میں آ گیا۔ اس کے ماتھے کی
لیں ابھری ہوئی تھیں۔

اس نے پرخیال انداز میں سگار سلگایا اور اسے ہونٹوں میں دبائے کھڑا رہا۔ اتنے میں اس
کے محکمے کا ڈی۔ آئی۔ جی بھی اسی کمرے میں آ گیا۔ فریدی نے سگار جلدی سے ہونٹوں سے نکالا
پشت پر چھپا لیا۔

''تکلفات کی ضرورت نہیں۔'' اس نے کہا اور آگے بڑھ کر سگار پھر اس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔

''مجھے تو بہرحال ڈسپلن کا خیال رکھنا چاہئے۔'' فریدی بولا۔

''خیر..... خیر.....!'' ڈی آئی جی بزرگانہ انداز میں مسکرایا۔ ''اگر ضدی نہ ہوتے تو شاید اس
نت میں تمہارا ماتحت ہوتا..... ہاں..... چھوڑو، ان باتوں کو..... تمہاری وہ مچھلی تو برآمد نہیں ہوئی۔''

''جناب والا..... وہ محض ایک سٹنٹ تھا۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''سٹنٹ تھا.....؟'' ڈی۔ آئی۔ جی نے حیرت سے کہا۔

''جی ہاں..... ہاتھ کی ایک معمولی سی صفائی..... بکری کا سر اور مچھلی کا دھڑ جمانا مشکل کام نہیں۔''

''وہ تو ٹھیک ہے..... لیکن.....!''

''چودھری والے کیس کے سلسلے میں اس گھر کی تلاشی لینا چاہتا تھا۔'' فریدی نے اس کی

بات کاٹ کر کہا۔ ''لہٰذا میں نے یہ طریقہ اختیار کیا۔ مگر اب خود اس کا قتل یہ ظاہر کر رہا ہے کہ سازش کی ڈور کہیں دور الجھی ہے۔'' فریدی نے اپنی آواز دھیمی کر دی۔

''اس درمیان میں پروفیسر چودھری کی کوٹھی غیر ملکی جاسوسوں کا اکھاڑہ بنی رہی ہے۔''

''کیا مطلب......؟'' ڈی۔ آئی۔ جی چونک کر بولا۔

''اطمینان سے تنہائی میں بتاؤں گا۔'' فریدی نے کہا۔ ''لیکن اسے مصلحتاً ضابطے کی رپورٹ میں نہ دے سکوں گا۔''

''میں جانتا ہوں۔'' ڈی آئی جی مسکرا کر بولا۔ ''تم کسی کیس کے دوران تفتیش میں کم ڈھنگ کی رپورٹ نہیں دیتے۔''

''لیکن میں صرف آپ کو سب کچھ بتا دوں گا اور پھر آپ ہی اس کی راز داری کی اہمیت کا اندازہ لگا سکیں گے۔''

ڈی۔ آئی۔ جی چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد باقی آفیسر بھی چلے گئے۔ صرف ایک ڈی۔ ایس۔ پی تین سب انسپکٹر اور چند کانسٹیبل رہ گئے۔ لاش پوسٹ مارٹم کے لئے بھجوا دی گئی۔ باہر پریس رپورٹروں اور پبلک کا ہجوم تھا۔ پروفیسر کے قتل کی خبر آگ کی طرح شہر میں پھیل گئی تھی اور پھر ریڈیو کی لہروں نے اسے ساری دنیا میں منتشر کر دیا تھا۔

فریدی نے کوٹھی کا پھاٹک بند کروا دیا اور پھر اس نے کوٹھی کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ ایک گھنٹے کی تھکن کے باوجود بھی ایسی کوئی چیز نہ مل سکی جس سے کسی خاص راستے کی طرف رہنمائی ہو سکتی۔

فریدی کے ذہن میں کئی طرح کے خیالات ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں عامرہ ہی اپنے باپ کی قاتل نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ وہ اس گھر میں ایک طرح سے قید تھی اور قید بھی کیسی؟ قید تنہائی...... وہ اسے کہیں جانے نہیں دیتا تھا اور نہ کسی کو اپنے گھر میں قدم رکھنے دیتا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے تنگ آ کر اسے قتل ہی کر دیا ہو۔ اور پھر اس کے بعد اچانک اس کا دماغ الٹ گیا ہو یا ممکن ہے کہ وہ مصلحتاً خود کو پاگل ظاہر کر رہی ہو۔

دوسری طرف سیکریٹری کا مسئلہ تھا۔ آخر وہ کہاں غائب ہو گیا تھا۔ عامرہ یہ بھی نہ بتا سکی تھی کہ وہ پچھلی رات کو موجود تھا یا نہیں۔ اس کی شخصیت پر بھی کوئی روشنی نہ پڑ سکی۔ وہ کون تھا؟ اس کا باپ کون تھا؟ مستقل سکونت کہاں تھی؟ اکثر کاغذات پر اس کے دستخط ضرور ملے تھے لیکن دستخط سے اندازہ لگانا ناممکن نہیں تو عام حالات میں دشوار ضرور ہوتا ہے اور پھر اس کے دستخط میں تو حروف سرے ہی سے غائب تھے۔ وہ صرف چند آڑی ترچھی لکیروں سے مرکب تھی۔ عامرہ کی موجودہ ذہنی یا اکتسابی کیفیت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اس سے کوئی کام کی بات معلوم ہو سکے۔

کوٹھی پر باقاعدہ پہرہ لگ گیا تھا اور اب ایک مجسٹریٹ کی موجودگی میں سامان کی فہرست بن رہی تھی۔

فریدی کی موجودگی غیر ضروری تھی کیونکہ وہ پہلے اپنے طور پر تلاشی لے چکا تھا۔ وہ گھر واپس آیا۔ بیرونی برآمدے میں قدم رکھتے ہی اسے بچوں کے شور کی آواز سنائی دی۔ ڈرائنگ روم میں فریدی کے پڑوسی داور صاحب کے بچے اکٹھا تھے اور عامرہ ان کے سب سے چھوٹے بچے کو گود میں لئے بھینچ بھینچ کر پیار کر رہی تھی۔ اس کی عمر سولہ اور اٹھارہ کے درمیان رہی ہو گی۔ لیکن وہ اس وقت ایک ننھی منی سی معصوم لڑکی لگ رہی تھی۔

فریدی کو دیکھتے ہی وہ بھاگ کر اس کے پاس آئی۔

''آپ آ گئے...... آپ کا گھر بہت اچھا ہے۔ چچی ماں اچھی ہیں۔ انہوں نے مجھے خوب کھلایا اور یہ منا بھیا۔'' اس نے زور سے بچے کو پیار کیا۔

''میں اسے نہیں دوں گی...... ڈیڈی کو بھی یہیں لایئے نا...... آپ ڈیڈی کے بہت اچھے دوست ہیں۔''

''ہاں بیٹی! میں انہیں بھی لاؤں گا۔'' فریدی اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

''مگر آپ چچی ماں سے بہت چھوٹے معلوم ہوتے ہیں۔'' عامرہ نے قہقہہ لگایا۔

''تم نے پیانو پر گیت سنا......؟'' فریدی نے اس کی بات اڑا کر کہا۔

''چچی ماں کو گانا آتا ہی نہیں۔'' اس نے مایوسی سے کہا۔ ''مگر وہ دوسری جو ہیں انہوں نے سنایا تھا۔ وہ کہہ رہی تھیں کہ میں بھی تمہاری چچی ہوں۔ کیا وہ آپ کے بھائی کی بیوی ہیں؟''

استنے میں مسز چودھری اور داور صاحب کی بیوی اندر سے آ گئیں اور دونوں کی آنکھ
سرخ ہو رہی تھیں۔ شاید وہ دیر تک روئی تھیں۔ فریدی سوچنے لگا کہ عامرہ مسز چودھری کو
پہچان سکی۔

"عامرہ بیٹی۔" فریدی نے کہا اور مسز چودھری کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ "کیا تم
انہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا......؟"

"نہیں ...... میں نے نہیں دیکھا ہے۔ مگر یہ بہت اچھی ہیں۔ انہوں نے مجھے کئی
سنائے تھے...... اب ڈیڈی کو لے آئیے نا...... میرے ڈیڈی یہاں آ کر خوب ہنسیں گے۔
آپ نے بندر بھی پال رکھے ہیں وہ ان کی اچھل کود دیکھ کر خوب ہنسیں گے...... مگر...... آپ
بندروں اور اپنے پرندوں کی کافی دیکھ بھال رکھیئے گا ورنہ ڈیڈی انہیں لیبارٹری میں لے جا کر
کی چیر پھاڑ کر دیں گے۔"

"انہوں نے تمہاری تصویر بھی تو بنائی تھی۔" فریدی نے پھر مسز چودھری کی طرف اشارہ

"نہیں تو...... آپ جھوٹ کہتے ہیں۔"

"ہاں بیٹی...... تمہیں چودھری چچا یاد ہیں؟"

"کون چودھری چچا...... میں نہیں جانتی۔ جائیے! ہم کھیل رہے ہیں۔"

فریدی وغیرہ وہاں سے ہٹ آئے۔ عامرہ بچوں میں کھیل رہی تھی۔

"یک بیک یہ کیا ہو گیا؟" مسز چودھری نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اس لڑکی
حالت دیکھ کر تو میں اپنا غم بھول گئی ہوں۔"

"وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھی ہے۔" فریدی بولا۔ "وہ کئی گھنٹے تک باپ کی لاش کے پاس
رہی ہے۔"

"اس بچی کا اب کیا ہو گا......؟" مسز داور نے پوچھا۔

"فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا...... حمید کہاں ہے؟"

"اپنے کمرے میں!"

فریدی حمید کے کمرے میں آیا۔ وہ ایک آرام کرسی پر نیم دراز چھت کی طرف دیکھ رہا

ی کی آہٹ پر چونکا۔

وہ تھوڑی دیر تک عجیب نظروں سے فریدی کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔ "مجھ میں اس لڑکی کا
ا کرنے کی سکت نہیں۔"

"کیا ہوا......؟"

"اسے دیکھتے ہی میں اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں رکھ سکتا...... اس کا کیا انتظام کیا جائے۔"

"وہ بعد کو سوچیں گے۔" فریدی اٹھ کر دروازے کے قریب جاتا ہوا بولا۔ اس نے کاریڈر
ا کر ادھر اُدھر دیکھا اور پھر اندر لوٹ آیا اور حمید کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر جھکا۔

"مسز چودھری پر اس لڑکی...... مگر نہیں...... میں تمہیں ایک بات بتانا بھول گیا تھا...... تم
ن پر مسز چودھری کو سب کچھ بتا دیا ہو گا۔"

"نہیں...... میں نے اسے صرف بلایا تھا۔" حمید نے کہا۔ "میں خود بھی مسز چودھری پر اس
ل دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کی ایک بات مجھے شروع سے کھٹک رہی تھی کہ اس نے ایک ہی
ت پر اس کی تصویر کیسے بنائی تھی۔ لوگ ہفتوں پوز دیتے ہیں تب جا کر کہیں تصویر مکمل ہوتی
"

"خیر...... یہ کوئی ایسی اہم بات نہیں...... ایک اچھا آرٹسٹ صرف چند گھنٹوں میں مکمل اسکیچ
سکتا ہے...... یہ مت بھولو کہ اس تصویر میں زیادہ تر تارا چودھری کے تخیل کی رنگ آمیزی
۔ بہرحال تم نے بہت اچھا کیا۔ ہاں تو اس پر کیا ردعمل رہا......؟"

"اس نے جیسے ہی عامرہ کو یہاں دیکھا بھونچکی رہ گئی اور سب سے پہلا یہی سوال کیا کہ کیا
بر مخبوط الدماغ ہو گیا؟"

"ٹھیک......!"

"اور پھر جب میں نے اسے پورا قصہ بتایا تو اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔
اسنے قطعی نہیں پہچانا...... میں نے اسے یہ بھی یاد دلانے کی کوشش کی...... لیکن...... وہ یہی
تا رہی...... کہ...... میں نے پہلے کبھی انہیں نہیں دیکھا۔"

"یار بڑی الجھن میں پڑ گیا ہوں۔" فریدی تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔ "شلائر کا نام میں

نے پروفیسر چودھری کی کوٹھی میں سنا تھا اور شلائر پروفیسر درانی کے یہاں بھی دیکھا گیا۔ چودھ[ری] کا قتل پراسرار حالات میں ہوا اور پروفیسر درانی کا قتل بھی اس سے کم پراسرار نہیں ہے۔"

"کیوں نہ شلائر کو حراست میں لے لیا جائے۔" حمید نے کہا۔

"اس کے خلاف کوئی واضح ثبوت ہم کہاں سے لائیں گے۔ البتہ اس کی کڑی نگرانی شروع کردی گئی ہے۔ اس کا انتظام میں نے اسی دن کرلیا تھا جب انور نے مجھے اس کے متع[لق] اطلاع بہم پہنچائی تھی۔"

حمید تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ "آخر عامرہ کا کیا انتظام کیا جائے...... مسز د[را]نی اور مسز چودھری دونوں ہی اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہیں۔"

"میں اسے مناسب نہیں سمجھتا۔" فریدی نے کہا۔ "میں نے یہ سوچا ہے کہ ا[سے] ڈی۔ آئی۔ جی صاحب کے یہاں پہنچادوں۔ وہاں وہ ہر طرح محفوظ رہے گی اور ان کا خاند[ان] بھی خاصا بڑا ہے۔ چھوٹے بچے بھی کئی ہیں۔"

"یہ بہت اچھا رہے گا۔" حمید نے کہا اور پائپ سلگانے لگا۔ اس کے چہرے پر ابھی تک [...] کے آثار تھے۔

اندھیرے میں

پروفیسر درانی کی کوٹھی رات کی سیاہ چادر میں لپٹی کھڑی تھی۔ گیارہ بج چکے تھے۔ سامنے [...] سڑک سنسان پڑی تھی۔ کبھی کبھی ان سنتریوں کے کھانسنے کھنکھارنے کی آوازیں فضا میں منت[...] ہوجاتی تھیں، جن کا پہرہ پروفیسر کی کوٹھی پر لگایا گیا تھا۔ اکثر ان میں سے ایک آدھ بلند آواز [...] موسم کی ماں یا بہن سے اپنا رشتہ بھی ظاہر کردیتا۔ وہ پوری پوری ایمانداری سے اپنے فرائض انجا[م]

[...]رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دو دو کی ٹولیوں میں تقسیم ہو کر کوٹھی کا چکر بھی لگاتے [...]ے۔ لیکن وہ اس سے بے خبر تھے کہ کوٹھی کی پشت پر کیا ہو رہا ہے۔ شاید انہوں نے اس طرف [...]ی فضول سمجھا تھا۔ کیونکہ دیواریں بہت اونچی تھیں اور ان کی دانست میں کسی آدمی کی دسترس [...]لکل باہر تھیں۔

[...]ٹھی کی پشت پر دور تک لمبی گھاس کی جھاڑیوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ دفعتاً ایک طرف [...]کھڑاہٹ ہوئی اور جھاڑیوں سے ایک آدمی نکل کر کوٹھی کی طرف بڑھا۔ ٹھیک دیوار کے نیچے [...]چ کر وہ ایک جگہ بیٹھ گیا۔ تاروں کی چھاؤں میں تھوڑی دیر تک اس کی پرچھائیں دکھائی دیتی [...]ی پھر وہ یک بیک غائب ہوگیا۔

[...]کچھ فاصلے پر دو آدمی اور جھاڑیوں سے نکلے لیکن وہ زمین پر پیٹ کے بل رینگ رہے [...]ے۔ ان کا رخ بھی کوٹھی ہی کی طرف تھا۔ ان میں سے ایک رینگتے رینگتے رک گیا۔ دوسرا کچھ [...]گے بڑھ کر پیچھے کی طرف مڑا اور آہستہ سے بولا۔

"کیا ہوا......؟"

"ابھی تو کچھ بھی نہیں ہوا۔" دوسرے نے کہا۔ "لیکن اگر یہاں درانی کے بھوت سے [...]ف ملاقات حاصل ہوا تو......؟"

"حمید! خدا کے لئے......" پہلا کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ اس کی نظریں کوٹھی کے شمالی سرے [...]کچھ دیکھ رہی تھیں۔

"فریدی صاحب! میں آئس کریم ہوا جا رہا ہوں۔"

"چپ......!" فریدی نے آہستہ سے کہا۔

شمالی سرے سے ایک اور سایہ آگے بڑھ رہا تھا۔ فریدی اور حمید جہاں تھے وہیں رک گئے۔ [...]را سایہ بھی اسی جگہ آکر غائب ہوگیا جہاں پہلا غائب ہوا تھا۔ فریدی ایک گڑھے میں رینگ [...]گیا۔ حمید نے بھی اس کی تقلید کی۔ انہوں نے تین سائے اور دیکھے وہ بھی کوٹھی ہی کی طرف بڑھ [...]ہے تھے۔ دیوار کے نیچے پہنچ کر وہ زمین پر لیٹ گئے اور تیسرا دیوار سے ٹک کر کھڑا ہوگیا۔ پھر [...]ار کی جڑ میں روشنی کا ایک دھبہ دکھائی دیا۔ وہ دونوں غائب ہوچکے تھے۔ تیسرا بدستور دیوار

کے سہارے کھڑا رہا۔

"آنکھ مچولی کھیل رہے ہیں...... یار لوگ۔" حمید اپنے سردی سے بجتے ہوئے دانتوں پر قابو پا کر آہستہ سے بولا۔

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا وہ اندھیرے میں گھور رہا تھا۔ اس کی نظریں اس آدمی پر جمی ہوئی تھیں، جو ابھی تک دیوار کے سہارے کھڑا تھا۔

"نقب......!" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ "مگر انہوں نے نقب لگائی کس وقت۔ پہلا آدمی دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گیا تھا۔"

"اور ہم دونوں بھی۔" حمید دانت کٹکٹا کر بولا۔ "اگر تھوڑی دیر اور اسی طرح پڑے رہے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غائب ہو جائیں گے۔"

"چپ......!" فریدی آہستہ سے بولا۔ وہ اپنے داہنے ہاتھ میں ایک بڑا سا پتھر تول رہا تھا۔

"ارے...... ارے......!" حمید سہم کر ایک طرف ہٹتا ہوا بولا اور فریدی کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

"ابے تجھے نہیں مار رہا ہوں...... خدا کی قسم تم بڑے سُوَر ہو۔ آئے کیوں تھے؟"

"تو کیا آپ اسے مار رہے ہیں۔" حمید نے سائے کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ہاں...... بکو نہیں۔"

"شاید آپ کو مجھ سے زیادہ سردی لگ رہی ہے۔" حمید اس کا پتھر والا ہاتھ پکڑتا ہوا بولا۔

"کیوں......؟"

"اگر پتھر اسے لگنے کے بجائے دیوار سے لگا تو......؟"

"مجھے اعتماد ہے کہ وہ اس کے سر ہی پر لگے گا۔"

"تب تو آپ کو بخار بھی معلوم ہوتا ہے۔" حمید نے آہستہ سے کہا۔ "اگر فرض کیجئے یہ پتھر اس کے سر پر بھی پڑا تو وہ اس قابل نہ رہ جائے گا...... کہ بعد کو ہم اسے شناخت کر سکیں۔"

"اس کے علاوہ اور کیا صورت ہو سکتی ہے؟ دیکھتے نہیں کہ اس کی پشت دیوار سے لگی ہے اور چہرہ ہماری طرف ہے۔"

"اگر آپ اس کا بصدق دل اعتراف کریں کہ حمید دنیا کا سب سے بڑا سراغ رساں ہے

کوئی نئی تدبیر سوچ سکتا ہوں۔"

"نہ صرف دنیا...... مریخ، زہرہ، عطارد مشتری وغیرہ کے سب سے بڑے اُلو ہو۔"

"چلئے خیر یہی سہی۔ میں اسے دیوار کے پاس سے ہٹانے جا رہا ہوں اور میرا ڈکشن کہتا ہے کہ وہ ریوالور نہیں استعمال کرے گا۔ کیونکہ دوسری طرف مسلح پہرہ ہے۔"

"حمید صاحب! اسکرو نہ ڈھیلے ہوں۔" فریدی نے کہا۔ "کیا تمہیں وہ زہریلے تیر یاد نہیں؟"

"مجھے یقین ہے کہ اس کے پاس کمان نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ تیر ریوالور کی نال میں رکھ کر پھینکے جاتے ہوں گے۔ آپ آخر ڈرتے کیوں ہیں؟"

فریدی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر حمید کو گھورنے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ حمید ہی بول رہا ہے یا اس کے جسم میں کسی شیطان کی روح حلول کر گئی ہے۔

"شاید آپ پر گارساں کا خوف بُری طرح مسلط ہو گیا ہے۔" حمید پھر بولا۔

"حمید پیارے......" فریدی تحیر آمیز لہجے میں آہستہ سے بولا۔ "کیا واقعی تم اس وقت اسی ...میں ہو یا محض زبان طراری ہے؟"

"بات صرف اتنی سی ہے مرشد و مولائی کہ میں اپنا خون کھولا کر سردی مٹانے کی کوشش کر رہا ہوں...... لیکن خیر...... تیار ہو جائیے...... میں اسے میدان میں لاتا ہوں......" حمید نے کہا اور گڑھے کے باہر رینگ گیا۔ وہ جھاڑیوں کی طرف جا رہا تھا۔ تھوڑی دور چل کر وہ ذرا سا ابھرا اور پھر لیٹ کر رینگنے لگا۔ فریدی نے دیوار سے لگے ہوئے آدمی کی طرف دیکھا۔ وہ آگے کی طرف جھکا ہوا شاید حمید کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر وہ بھی پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا اور حمید کی طرف تیزی سے رینگنے لگا۔ فریدی تیار تھا جیسے ہی وہ گڑھے کے قریب پہنچا اس نے اچھل کر اس کی گردن دبوچ لی۔ اس کا ایک ہاتھ اس کے منہ پر تھا لیکن وہ آدمی بھی کم طاقت ور نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اگر حمید نے بھی آگے بڑھ کر اس کے سر پر ریوالور کا دستہ نہ رسید کر دیا ہوتا تو شاید وہ فریدی کی گرفت سے نکل ہی گیا تھا۔ وہ بیہوش ہو گیا۔ انہوں نے اپنی ٹائیاں کھولیں اور اس کے ہاتھ پیر جکڑ کر اسے گڑھے میں ڈال دیا۔ دفعتاً حمید کو پھر کچھ یاد آیا۔ اس نے جیب سے رومال نکال کر اس کے منہ میں ٹھونس دیا اور فریدی کے رومال سے اس کے ہونٹوں پر پٹی سی باندھتا ہوا بولا۔

"اب اس کی روح کم از کم منہ کی طرف سے تو نہ نکل سکے گی۔"

"اس وقت تم نے وہ کام کیا ہے...... خیر میں تمہیں کم از کم سو روپے عیاشی کے لئے دوں گا۔"

"خدا آپ کے بال بچوں کو بھی عیاشی نصیب کرے۔" حمید نے ہاتھ اٹھا کر دعا دی۔

اور پھر وہ دونوں تیزی سے دیوار کے نیچے پہنچے۔ یہ دیوار پتھر کی تھی۔ پتھر کی بڑی بڑی سل جوڑ کر بنائی گئی تھی۔ نیچے بنیاد سے ملی ہوئی ایک سل نکال دی گئی تھی اور ایک آدمی بہ آسانی ری کر اندر جا سکتا تھا۔

"تم باہر ہی ٹھہرو......!" اس نے حمید سے کہا۔ "کوئی نکل کر جانے نہ پائے۔"

"اسی بات پر ایک گندی سی مثل یاد آ رہی ہے۔" حمید بھنا کر بولا۔ "مگر...... خیر...... اسے دہراؤں گا نہیں...... ممکن ہے اسی وقت شہادت نصیب ہو جائے۔"

فریدی اسے باہر چھوڑ کر اندر چلا گیا۔ وہ ایک تاریک راہداری میں تھا۔

چونکہ دن ہی میں اس نے یہ عمارت اچھی طرح دیکھ لی تھی اس لئے اسے یہ معلوم کر میں دشواری نہ ہوئی کہ وہ کوٹھی کے کس حصے میں ہے۔ پوری عمارت تاریک پڑی تھی اور کہیں کسی قسم کی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ اس نے ربر سول کے جوتے پہن رکھے تھے اس وہ قدموں کی آواز پیدا کئے بغیر تیزی سے آ ھ رہا تھا...... دفعتاً وہ چونک پڑا...... ممکن کہ وہ محض واہمہ رہا ہو۔ کیونکہ اس نے دبی سی نسوانی چیخ سنی تھی لیکن یہ معلوم کرنا دشوار تھا...... آواز کدھر سے آئی تھی۔

راہداری سے نکل کر وہ ایک گیلری میں آیا۔ پھر بڑے ہال کی طرف مڑ ہی رہا تھا کہ پھر وہی چیخ سنائی دی۔ اس بار اس نے آواز کا رخ معلوم کر لیا۔ ایک کمرے کی کھڑکی کے نیچے آدمی کھڑے کمرے کے اندر جھانک رہے تھے اور وہ آواز اسی کمرے سے آئی تھی۔ فریدی قریب ہی کے ایک ستون کی آڑ میں ہو گیا۔

یہ عمارت مغربی اور مشرقی طرز کا ایک دلکش امتزاج تھی۔ باہر سے تو وہ ایک خالص مغربی طرز کی عمارت معلوم ہوتی تھی لیکن اس کے اندر بھی صحن تھا اور اسے بڑی خوبصورتی سے بنایا گیا

صحن دائرے کی شکل میں تھا۔ جس کے چاروں طرف گیلری تھی اور گیلری کے بعد برآمدے پھر کمروں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا جن کے درمیان کئی طویل راہداریاں تھیں۔ اگر کوئی کمروں چھت پر سے صحن کی طرف دیکھتا تو وہ اسے ایک وسیع کنواں معلوم ہوتا۔

تاروں کی دھندلی روشنی نے نہ صرف صحن بلکہ برآمدوں کو بھی نیم تاریک کر دیا تھا اور ی کو وہ دونوں آدمی صاف نظر آ رہے تھے۔

"پیچھے ہٹو......!" وہی نسوانی آواز پھر سنائی دی اور فریدی کو دفعتاً اس لڑکی کی آواز یاد آ گئی ے اور حمید کو چکا دے کر ٹرانسمیٹر نکال لے گئی تھی۔

"میں جانتا ہوں ریوالور خالی ہے۔" ایک مرد کی آواز آئی۔ لیکن وہ بھی انگریزی ہی میں تھا اور اس کا لہجہ بھی غیر ملکی ہی تھا۔

"پیچھے ہٹو......!" وہ پھر چیخی۔ تھوڑے وقفے کے بعد کھڑکھڑاہٹ سنائی دی اور ایک فائر لیکن آواز اتنی ہلکی تھی کہ کوٹھی کے باہر والوں نے شاید ہی سنا ہو اور وہ چیخ...... بڑی دلخراش ۔ شاید اس لڑکی نے مرد کا خاتمہ کر دیا تھا۔

وہ دونوں آدمی جو کھڑکی کے نیچے کھڑے تھے کمرے کے دروازے کے قریب آ گئے۔ کوئی ر کمرے سے نکلا لیکن ان دونوں نے اسے دونوں طرف سے جکڑ لیا۔

"ریوالور چھین لو......!" ایک بولا۔

تھوڑی سی جدوجہد ہوئی اور لڑکی کے منہ سے گالیوں کا طوفان ابل پڑا۔ شاید دوسرے نے ر چھین لیا تھا۔

"اسے کمرے میں لے چلو۔" ایک نے کہا۔ یہ دونوں بھی انگریزی ہی میں گفتگو کر رہے تھے۔

وہ دونوں اسے اسی کمرے میں گھسیٹ لے گئے جس سے وہ نکلی تھی اور فریدی آہستہ سے کے قریب آ گیا۔

"روشنی کرو...... دیا سلائی جلا کر سوئچ ڈھونڈھ لو......!" مردانہ آواز سنائی دی۔ فریدی رف ہو گیا۔

پہلے دیا سلائی جلی پھر کمرے کا بلب روشن ہو گیا۔

اور پھر فریدی نے وہ منظر دیکھا کہ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"سنہری بھیڑیئے۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔

وہ لڑکی حقیقتاً وہی تھی جس نے اسے اور حمید کو اُلو بنایا تھا۔ وہ دونوں آدمی کافی قوی ہ
اور خونخوار چہروں والے تھے۔

"لاؤ نکالو...... کیا لے جارہی تھیں۔" ان میں سے ایک بولا۔ وہ دونوں اس لڑ
طرف سے قطعی لاپرواہ نظر آرہے تھے، جو ان کے پیروں کے قریب ہی پڑی تھی۔ فریدی کو
کے پیر صاف نظر آرہے تھے۔

"میں تم سے بالکل خائف نہیں ہوں۔" لڑکی نے کہا۔

دونوں زور سے ہنسے اور پھر دوسرا بولا۔ "لڑکی...... ہم نہیں چاہتے کہ تمہیں ننگا کریں
خود ہی نکالو۔"

"میں کچھ نہیں لے جارہی ہوں۔ یہ مجھے زبردستی یہاں پکڑ لایا تھا۔" لڑکی لاش کی طر
اشارہ کر کے بولی۔

دونوں نے پھر قہقہہ لگایا۔

"یہ کون ہے؟" پہلے نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی۔"

"ہم جانتے ہیں...... اور تم بھی جانتی ہو...... مگر بے بی تم کون ہو اور کس کے لئے
کررہی ہو؟"

"تم لوگ نہ جانے کیا بک رہے ہو۔ میں نے ایک ایسے آدمی کو گولی ماری ہے جس
مجھ پر مجرمانہ حملہ کیا تھا۔"

"لاؤ نکالو وہ ڈائری۔" پہلا گرج کر بولا۔ "تم جانتی ہو کہ تم نے شلائر کو قتل کیا ہے
یہ بھی جانتی ہو کہ شلائر نے پچھلی رات کو اسی ڈائری کے لئے پروفیسر کو قتل کیا تھا۔ چلو بتاؤ ک
کس کے لئے کام کررہی ہو؟"

"تم دونوں کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔" لڑکی جھلا کر بولی۔

"چلو ڈک جلدی کرو۔" پہلے نے اپنے ساتھی سے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ اس کے ساتھ اور
ی ہوں۔"

"وہ اندر نہ آسکیں گے۔ جیک دس پر اکیلا بھاری رہے گا۔ چلو لڑکی۔ نکالو جلدی...... تم
ت خوبصورت ہو۔ ہم زبردستی نہیں کریں گے۔"

دفعتاً فریدی نے اپنی پشت پر قدموں کی آوازیں سنی اور کھڑکی سے ہٹ کر برابر والے
رے میں گھس گیا۔ جو تاریک تھا۔ آنے والے چار تھے۔ ان میں سے ایک کھڑکی کے قریب آ گیا۔

"ہینڈز اپ......!" دوسرے لمحے میں فریدی نے ایک گرجدار آواز سنی اور ساتھ ہی لڑکی کا
نہہ بھی کمرے میں گونجا۔

"اچھا سنہرے بھیڑیو۔" اس نے تیز آواز میں کہا۔ "اگر پہچان سکتے ہو تو پہچان لو......
انہیں کے لئے کام کررہی ہوں۔"

فریدی کا سر چکرانے لگا۔ وہ حمید کے متعلق سوچ رہا تھا۔ آخر یہ چاروں کدھر سے آئے۔
رہے کہ اس نقب کے علاوہ کوئی اور راستہ اندر آنے کا نہیں تھا...... کیا حمید؟ کیا یہ اسے ختم
رکے آئے ہیں؟ اس کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا...... لیکن وہ وہاں سے ہٹ نہ سکا......
الم کی ایسی ڈائری کا تھا جس کے لئے پروفیسر قتل کا گیا تھا۔

فریدی انہیں خیالات میں ڈوبا ہوا تھا کہ اچانک مارپیٹ اور دھول دھپے کی آواز سنائی دی۔
کسی نے چیخ کر کہا۔ "ایڈنا...... تم نکل جاؤ۔"

فریدی کمرے سے برآمدے میں کھسک آیا۔ صحن میں وہ سب ایک دوسرے پر پل پڑے
ہ اور لڑکی تیز تیز قدم بڑھاتی ہوئی برآمدے کی طرف آرہی تھی۔ فریدی دیوار سے چپک گیا
ہی وہ اس کے قریب پہنچی وہ تیزی سے آگے جھکا۔ پھر اس کا ایک ہاتھ اس کے منہ پر تھا اور
ز کے اندر...... اس نے ڈائری نکال کر اپنی جیب میں ڈالی اور لڑکی کو کمر پر لاد لیا۔ یہ
ب اتنی پھرتی سے ہوا کہ لڑکی اپنی گلو خلاصی کے لئے ہاتھ پیر بھی نہ ہلا سکی۔ اس نے اس کا منہ
ی طرح دبا رکھا تھا۔

اور منزل پر پہنچ کر اس نے اسے نیچے اتارا۔

"لڑکی...... اگر شور مچاؤ گی تو میں گلا گھونٹ کر تمہیں مار ڈالوں گا۔" اس نے جھٹکے دار لہجے
میں کہا۔ بہر حال ایسا ہی معلوم ہوا جیسے کوئی جرمن انگریزی بول رہا ہو۔ لڑکی بے حس و حرکت
کھڑی رہی۔ پھر فریدی نے اس کی دونوں کنپٹیاں دبائیں اور وہ لہرا کر اس کے بازوؤں میں
آرہی۔ وہ بیہوش ہوگئی تھی۔ فریدی نے اسے فرش پر ڈال دیا اور کمرے کے دروازے کو باہر سے
بند کرکے تیسری منزل کی طرف لپکا۔ نیچے سے بدستور آوازیں آرہی تھیں۔ شاید ابھی تک ان
کش مکش کا فیصلہ نہیں ہوا تھا۔

تیسری منزل کی چھتیں سپاٹ تھیں۔ فریدی بے تابی سے پشت والے حصے کی طرف بڑھا
اسے حمید کے لئے پریشانی تھی اور یہ پریشانی لحظہ بہ لحظہ بڑھتی جا رہی تھی۔ اس نے نیچے جھانک کر
دیکھا کوئی اسی جگہ دیوار سے چپکا کھڑا تھا جہاں اس نے حمید کو چھوڑا تھا۔

وہ سوچنے لگا کہ کہیں وہ انہیں چاروں کے ساتھیوں میں سے نہ ہو، جو بعد میں آئے تھے
فریدی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر اس نے اپنے مخصوص انداز میں آہستہ آہستہ سیٹی بجائی
دیوار سے چپکا ہوا آدمی الگ ہٹ گیا۔ شاید وہ اوپر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ فریدی نے پھر سیٹی
بجائی اور نیچے سے اس کا جواب آیا۔ فریدی نے اطمینان کا سانس لیا۔ پھر اس نے فاؤنٹین پن
نکالا۔ جیب سے وہ ڈائری نکال کر اس میں سے ایک سادہ ورق پھاڑا اور ٹارچ کی روشنی میں
لکھنے لگا۔ "فوراً پہرے والوں کی طرف جاؤ اور تین چار آدمیوں کو لے کر برآمدے میں
آجاؤ...... میں دروازہ کھولتا ہوں۔"

پھر وہ کوئی چھوٹی سی وزنی چیز ڈھونڈھنے لگا جس سے اس کاغذ کو لپیٹ کر نیچے پھینک
سکے۔ چھت پر اکھڑے ہوئے پلاسٹر کے بہت سے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے۔ اس نے ان
سے ایک اٹھا لیا۔

ٹارچ کی روشنی میں فریدی کی تحریر نیچے پہنچ گئی۔ حمید نے اسے اٹھا کر سگار لائٹر کی روشنی میں
پڑھا اور پھر اسے جیب میں ڈال کر وہاں سے چل پڑا۔

فریدی تیزی سے نچلی منزل پر آیا۔ ان آدمیوں کی ہاتھا پائی اور غراہٹ ابھی تک جاری
تھی۔ فریدی ہال سے گزرتا ہوا ایک ایسے کمرے میں آیا جس کا ایک دروازہ برآمدے میں کھلتا تھا

حمید دس پندرہ مسلح سپاہیوں کے ساتھ برآمدے میں موجود تھا۔ اس دوران میں اتفاق سے
پولیس کی ایک گشتی لاری بھی آگئی تھی اور اس سے بھی کچھ مدد مل گئی تھی۔ وہ سب اندر داخل
ہوئے مگر صحن میں سناٹا تھا۔ انہوں نے ٹارچیں روشن کیں۔ دو آدمی فرش پر اوندھے پڑے دکھائی
دیئے۔ ان کے منہ سے خون بہہ رہا تھا اور چہرے نیلے پڑ گئے تھے۔ یہ وہی دونوں تھے جنہوں
نے لڑکی کو پکڑا تھا۔ وہ چاروں انہیں بے دم کر دینے کے بعد شاید اس خیال کے تحت نکل گئے تھے
کہ لڑکی بحفاظت اپنے ٹھکانے پہنچ گئی ہوگی۔

فریدی ان دونوں کو حراست میں لینے کے لئے کہتا ہوا اوپری منزل کی طرف روانہ ہوگیا۔
حمید بھی اس کے ساتھ تھا۔

"میرے بعد آنے والے چار آدمی نہ جانے کدھر سے آئے تھے۔" فریدی نے کہا۔

"اسی طرف سے جہاں آپ نے مجھے کھڑا کیا تھا۔" حمید بولا۔ "میں نے انہیں راستہ تو
دے دیا تھا لیکن یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں وہ سب مل کر آپ کی چٹنی نہ بنا دیں۔"

"بھلا راستہ کس طرح دیا تھا......؟" فریدی نے کہا۔ پھر دفعتاً چونک کر بولا۔ "ارے
ہاں انہیں وہ لاش تو دکھائی ہی نہیں۔"

"کون سی......؟"

"شلائر کی لاش......!"

"کیا یہاں......!"

"ہاں......!" فریدی نے اوپری منزل پر پہنچ کر اس کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا
جس میں وہ لڑکی بند تھی۔

جیسے ہی فریدی نے ٹارچ کی روشنی ڈالی حمید بیساختہ اچھل کر بولا۔ "ارے! آپ ہیں۔"
پھر اس نے بڑی پھرتی سے جھک کر اسے اٹھایا اور کاندھے پر ڈال لیا۔ وہ ابھی تک بیہوش
تھی۔ وہ دونوں پھر نیچے اترنے لگے۔

"ہاں کس طرح راستہ دیا تھا......؟" فریدی نے پوچھا۔

"بس...... پھر بتاؤں گا......!" حمید تھوک نگل کر رہ گیا۔

"بیٹے زیادہ دماغ خراب نہ ہو۔"

نیچے پہنچ کر فریدی نے لڑکی کو بھی پولیس والوں کے سپرد کرنا چاہا لیکن حمید پھیل گیا۔ فریدی کو الگ لے جا کر کہنے لگا۔ "یہ نہیں ہو سکتا۔"

"کیوں......؟"

"میں انتقام ضرور لوں گا۔" حمید نے کہا۔

"پاگل ہوا ہے؟ ابے اُلو...... جو کچھ تو نے سوچا ہے اسے انتقام نہیں احسان کہتے ہیں۔ کسی عورت سے انتقام لینے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ اس کی گود کا بچہ چھین کر اسی کے سامنے اس کی ٹانگیں چیر ڈالی جائیں۔"

"نہیں...... میں تو......!"

"چپ رہو...... گندے...... سُوّر......!"

فریدی نے شلائر کی لاش بھی اٹھوا دی۔ وہ دونوں ابھی تک بیہوش تھے۔ البتہ لڑکی ہوش میں آ گئی تھی اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پولیس والوں کو دیکھ رہی تھی۔

"ہیلو سوئیٹی......!" حمید اس کے چہرے کے سامنے انگلی نچا کر بولا۔ "اس وقت خاموش کیوں ہو۔"

لڑکی نے سر جھکا لیا۔

"ان سب کو لے جایئے۔" فریدی نے گشتی لاری کے سب انسپکٹر سے کہا۔ "کڑی نگرانی میں رکھئے گا۔ میں ابھی کوتوالی میں آ کر مفصل رپورٹ دوں گا۔"

دو مسلح کانسٹیبل فریدی اور حمید کے ساتھ رہ گئے۔ فریدی نے مختصراً سارا واقعہ حمید کو بتا کر کہا۔ "شاید وہ نقب پچھلی ہی رات کو لگائی گئی تھی اور شلائر نے اسی کے ذریعے اندر داخل ہو کر پروفیسر کو ختم کیا تھا۔ مگر وہ کم بخت سیکریٹری کون تھا...... اور کہاں غائب ہو گیا۔ انور نے شلائر کو اسی سے تو گفتگو کرتے دیکھا تھا۔"

"اور وہ بڑا......!"

"چپ......!" فریدی نے حمید کی بات کاٹ دی۔ "اس کے متعلق پھر گفتگو کریں گے۔"

وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے اسی کمرے میں آ گئے جہاں سے شلائر کی لاش اٹھائی گئی تھی۔ یہاں ٹائیلو کا فرش تھا۔ انہیں ایک کونے کا ایک ٹائیل اکھڑا ہوا دکھائی دیا۔ فریدی نے خالی جگہ میں ٹارچ کی روشنی ڈالی۔ ایک زمین دوز خانہ سا نظر آیا۔

"وہ یہیں تھی۔" اس نے حمید کی طرف مڑ کر کہا اور اکھڑے ہوئے ٹائیل کو پھر اس کی جگہ پر جما دیا۔ دونوں پولیس والے کمرے کے باہر تھے۔ وہ دونوں بھی روشنی گل کر کے کمرے سے نکل آئے۔

"او مائی لارڈ......" فریدی اپنا سر تھپتھپا کر بولا۔ "آج دماغ نہ جانے کہاں ہے۔ ہم اسے تو بھول ہی گئے جسے گڑھے میں ڈال آئے تھے...... لاحول ولاقوۃ۔"

وہ بیرونی دروازہ بند کر کے اسی نقب کے ذریعہ کوٹھی کی پشت پر پہنچے۔ گڑھے میں وہ آدمی بدستور موجود تھا اور اسی طرح بندھا ہوا چاروں طرف لڑھکتا پھر رہا تھا۔

"زیادہ جوش نہیں میرے سنہرے بھیڑیئے۔" فریدی نے کہا اور سپاہیوں کی طرف مخاطب ہو کر اردو میں بولا۔ "اسے بھی اٹھاؤ...... اسے بحفاظت کوتوالی تک پہنچانا تمہارا کام ہے۔ میں ایک خط دے رہا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد فریدی اور حمید مدھم سروں میں سیٹی بجاتے سڑکیں ناپ رہے تھے۔

"بہر حال تین سنہرے بھیڑیئے بھی پکڑے گئے جن میں ان کا سرغنہ بھی ہے۔" فریدی نے کہا۔

"سنہرے بھیڑیئے...... کیا مطلب......؟"

"کیا یورپ کے سنہرے بھیڑیوں کے متعلق کچھ نہیں جانتے؟" فریدی نے پوچھا۔

"فریڈرک اینڈ کو......!" حمید نے کہا۔ "وہ جو مسولینی کو اتحادیوں کی قید سے نکال لے گئے تھے۔"

"وہی...... ان دونوں قیدیوں میں سے ایک فریڈرک ہی ہے۔"

"نہیں......!" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں صاحب زادے۔ مجھے حیرت ہے کہ آخر یہ سب یہاں کیا کر رہے ہیں اور پتہ نہیں

ابھی اور کتنے ہیں۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ ہم پھر کچھ دنوں کے لئے بہت بڑے آدمی ہونے والے ہیں۔"

دونوں خاموش چلتے رہے۔ حمید پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔

"اس لڑکی کا مجھے قیامت تک افسوس رہے گا۔"

"پھر کیڑے کلبلائے...... دوں گا ایک تھپڑ۔"

"وہ سو روپے کب دلوا رہے ہیں؟"

فریدی نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک کار تیزی سے آ رہی تھی اور اس کی ہیڈ لائیٹس کی روشنی سڑک پر پھیلی ہوئی تھی۔ وہ دونوں بائیں طرف سرک گئے۔ کار ان کے قریب پہنچ کر اچانک بائیں طرف مڑی اور فوراً ہی رک گئی۔ وہ دونوں اچھل کر پیچھے ہٹ گئے اور ابھی سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ کار سے کسی نے انہیں للکارا۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

ان کے ہاتھ اس طرح اٹھ گئے جیسے وہ کسی مشینی عمل کے تحت اٹھے ہوں۔ چار آدمی کار سے اترے۔ پانچواں ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھا رہا۔ ان چاروں کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔

"وہ ڈائری نکالو" ان میں سے ایک اکھڑی اکھڑی انگریزی میں بولا۔

"وہ تو گئی۔" فریدی نے بیساختہ کہا۔

"ان کی تلاشی لو۔" ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھا ہوا آدمی نیچے اترتا ہوا بولا۔

"وقت مت برباد کرو۔" فریدی نے کہا۔ "وہ اس وقت تک کوتوالی کی تجوری میں پہنچ چکی ہوگی۔"

حمید سوچ رہا تھا کہ آخر فریدی کیا سمجھ کر جھوٹ بول رہا ہے۔ چار چار ریوالوروں کی نالیں ان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ لہٰذا ایسی صورت میں کوئی چال کارگر نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ یہ بھی سمجھ رہا تھا کہ وہ لوگ تلاشی لئے بغیر نہ چھوڑیں گے۔

پانچویں نے فریدی کی جامہ تلاشی لی اور پھر حمید کا جسم ٹٹولنے لگا۔

"نہیں ہے۔" پانچواں آدمی غرایا۔ "اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے رکھو۔"

وہ پانچوں کار میں بیٹھ گئے اور کار تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ حمید نے اپنے ہاتھ گرا دیئے

فریدی بدستور اٹھائے رہا۔

"کیا سو گئے؟" حمید اسے جھنجھوڑ کر بولا۔

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ وہ ڈائری ہے کیا بلا۔" فریدی اپنے ہاتھ گرا کر بولا۔

"لیکن وہ ہے کہاں؟ میرے خیال سے اسے آپ نے ان لوگوں کو تو دیا نہیں تھا۔"

"وہ وہیں ہے جہاں پہلے تھی۔" فریدی ہنس کر بولا۔

"یعنی......؟"

"پروفیسر کی کوٹھی میں...... اسی زمین دوز خانے میں...... میں اتنا احمق نہیں کہ اسے ساتھ لئے پھروں...... لیکن ان کے فرشتے بھی یہ نہیں سوچ سکتے کہ وہ اب بھی وہیں ہے۔ پتہ نہیں اس میں کیا ہے۔"

نئی مصیبت

دوسرا دن سبھی کے لئے تحیر خیز تھا۔ وہ لڑکی سخت پہرے کے باوجود بھی حوالات سے غائب ہو گئی تھی۔ دوسروں کی نظروں میں تو یہ معاملہ انتہائی پراسرار تھا لیکن فریدی اور حمید اچھی طرح جانتے تھے کہ کیا واقعہ پیش آیا ہوگا۔ کیونکہ وہ اس لڑکی کے متعلق پہلے ہی سے بہت کچھ جانتے تھے۔ فریدی کے ایماء پر پہرے والے تین سپاہیوں کو حراست میں لے لیا گیا اور پھر جب ان پر بہت زیادہ تشدد کیا گیا تو انہوں نے حقیقت ظاہر کر دی۔ اس لڑکی نے ان پر بھی اپنا پرانا حربہ استعمال کیا تھا اور انہیں بھی جل دے کر بے داغ نکل گئی تھی۔

مقامی اخبارات کے غیر معمولی ضمیمے شائع ہو کر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہے تھے۔ پروفیسر درانی ہی کا قتل کم پراسرار نہ تھا پھر اس کی ویران کوٹھی غیر ملکی جاسوسوں کی موجودگی اور ان کی مشتبہ

نقل و حرکت۔ ایک غیر ملکی جاسوس کی لاش دنیا کے مشہور شاطر فریڈرک اور اس کے ساتھی
گرفتاری۔ ان سب واقعات نے اخبار والوں کے لئے اچھا خاصا مواد مہیا کر دیا تھا وہ نت
انداز سے ان پر نہ صرف اظہار خیال کر رہے تھے بلکہ بہت سے عجیب و غریب فیصلے بھی
کر دیئے تھے۔ لیکن گارساں کا کہیں تذکرہ نہیں تھا۔ اس کے متعلق فریدی، حمید انور رشیدہ اور
سراغ رسانی کے ڈی۔ آئی۔ جی کے علاوہ کسی اور کو کچھ نہیں معلوم تھا۔ یہ بھی فریدی کی خوش
ہی تھی کہ اتفاق سے گارساں کا ٹرانسمیٹر اس کے ہاتھ لگ گیا تھا اور وہ اس کی ساخت کے
پہلے ہی سے تھوڑی بہت معلومات رکھتا تھا۔ ورنہ شاید اس کے فرشتوں کو بھی گارساں کی ہوا
نہ لگتی۔ کیونکہ وہ جاسوس جو اس کے خلاف نبرد آزما تھے اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے تھے۔
رات کو فریڈرک اور اس کے ساتھی نے اس لڑکی سے پوچھا بھی تھا کہ وہ کس کے لئے کام
ہے ممکن ہے کہ مرنے والے شلائز کو بھی اس کا علم نہ رہا ہو کہ وہ کس سے لڑ رہا ہے۔

فریڈرک اور اس کی دوسرے ساتھی کی حالت ابتر تھی۔ ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ وہ
سکیں گے۔ ان کا تیسرا ساتھی جسے فریدی اور حمید نے باندھ کر گڑھے میں ڈال دیا تھا کوئی
بات نہ بتا سکا جس سے چودھری یا درانی کے معاملات پر روشنی پڑتی۔ وہ برابر یہی کہے گیا کہ
اصل واقعات کا علم نہیں تھا۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فریڈرک ان کا سرگروہ تھا۔ اس کے
کے پانچ آدمی ابھی تک آزاد تھے۔ لیکن وہ ان کی نشاندہی نہ کر سکا۔ پوچھ گچھ کے دوران
اس نے نادانستہ طور پر یہ بات ظاہر کر دی کہ ٹرانسمیٹروں پر سنے جانے والے عجیب و
اشارات اسی کے گروہ والوں سے تعلق رکھتے تھے۔

پروفیسر درانی کا سیکریٹری ابھی تک لاپتہ تھا۔ اس کے متعلق تو یہ بھی نہ معلوم ہو سکا تھا
پروفیسر درانی کے پاس کب سے تھا۔ ممکن تھا کہ عامرہ اس پر روشنی ڈالتی لیکن وہ بھی اپنا
توازن کھو بیٹھی تھی۔ فریدی نے اپنی اسکیم کے ماتحت اسے ڈی۔ آئی۔ جی کے یہاں پہنچا
اور وہ اب ذہنی امراض کے ایک ماہر کے زیر علاج تھی۔

فریدی اور حمید دن بھر مصروف رہے۔ لڑکی کے نکل جانے کا انہیں بے حد افسوس تھا
اس مسئلے پر بار بار اسے چھیڑ رہا تھا۔

"جناب والا! اگر آپ میرے مشورے پر عمل کرتے تو یہ دن دیکھنا نہ نصیب ہوتا۔" وہ بار
بار یہی جملہ دہراتا تھا۔

شام کو پھر انہوں نے پروفیسر درانی کی کوٹھی کا رخ کیا۔ فریدی اس ڈائری کے لئے بری
طرح بے چین تھا۔ دن بھر وہ اسی کے متعلق سوچتا رہا تھا۔

جیسے ہی اس نے کوٹھی میں قدم رکھا پچھلی رات کے سارے واقعات ایک ایک کر کے اس
کی آنکھوں کے سامنے آ گئے۔ اس کمرے کے دروازے جس میں اس نے ڈائری رکھی تھی اب
بھی کھلے ہوئے تھے۔ فریدی نے آگے بڑھ کر فرش سے ٹائیل ہٹایا اور پھر...... اگر وہ یکلخت
اچھل کر پیچھے نہ ہٹ گیا ہوتا تو اس زمین دوز خانے سے پھن کاڑھ کر اچھلنے والے سانپ نے
اسے ڈس ہی لیا تھا۔ حمید تو بوکھلا کر میز پر چڑھ گیا۔ دونوں حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس
سانپ کو گھور رہے تھے، جو خانے سے نکل آنے کی جدوجہد میں مشغول تھا۔

"یار شاید پھر چوٹ ہو گئی۔" فریدی نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

حمید کچھ نہ بولا۔ سانپ کو مار ڈالنے کے بعد وہ اس خانے کی طرف متوجہ ہوئے۔ ڈائری
غائب تھی۔ البتہ تہہ میں انہیں ایک لفافہ دکھائی دیا۔ فریدی نے اسے نکالا اوپر اسی کا نام تحریر تھا۔
فریدی اور حمید لفافے سے برآمد ہونے والے خط پر جھک پڑے۔

"مسٹر فریدی!

اپنے دو چار معمولی کارناموں پر پھول جانے والے عموماً احمق ہوا کرتے
ہیں۔ تم خود کو دنیا کا زیرک ترین آدمی سمجھنے لگے تھے اس لئے تمہارے لئے ایک
دوسری ہلکی سی چپت تجویز کی جاتی ہے اول تو میں یہی سمجھتی ہوں کہ تمہیں یہ سانپ
زندہ نہ چھوڑے گا لیکن اگر بدقسمتی سے بچ گئے تو یہ خط دیکھ کر ضرور سوچو گے کہ وہ
تمہیں ڈس ہی لیتا تو بہتر تھا۔ میں تمہیں یہ تعزیت نامہ محض اس لئے لکھ رہی ہوں
کہ مجھے بے وقوف آدمیوں سے دلچسپی ہے اور پھر تم تو صرف بیوقوف ہی نہیں بلکہ
کافی حسین بھی ہو۔ جاہلوں کی سی شجاعت بھی رکھتے ہو۔ بہر حال میں جب تک
تمہارے دیس میں ہوں تم میں ضرور دلچسپی لیتی رہوں گی...... اگر مجھ سے ملنا چاہو

تو چاند ماری کے میدان میں آج رات کو بارہ بجے مل سکتے ہو۔ میں وہاں تنہا ہوں
گی۔ یہ لکھنا فضول ہے کہ تم بھی تنہا آنا...... خیر...... پوشیدہ طور پر کم از کم پندرہ
بیس آدمی ضرور ساتھ لانا...... یہ تو تم نے دیکھ ہی لیا کہ میں تم اکیلے کے بس کا
روگ نہیں۔ تمہاری جاہلانہ شجاعت سے توقع ہے کہ وہ تمہیں آج رات کو چاند ماری
کے میدان میں ضرور لائے گی۔ اپنے اُس احمق ترین ساتھی کو ہرگز نہ لانا جسے دیکھ
کر مجھے بارش میں بھیگے ہوئے اُلو یاد آجاتے ہیں۔

وہی لڑکی''

آخری جملے پر حمید نے بُرا سا منہ بنایا اور فریدی کو گھورنے لگا جس کے چہرے پر غصہ
آثار کی بجائے مسکراہٹ تھی۔

''یہ سب کچھ آپ کی بدولت ہوا۔'' حمید بھنا کر بولا۔ ''اگر آپ نے اسے میرے
کر دیا ہوتا تو اس کی نوبت نہ آتی۔''

''چھوڑو یار......!'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''اس خط نے...... مجھے نہ جانے کہاں سے کہاں
پہنچا دیا۔ خدا کی قسم اگر یہ خط اسی لڑکی کا ہے تو مجھے اس پر پیار آنا چاہئے۔''

''اور اگر اس کے باپ نے لکھا ہے تو مجھے پیار آنا چاہئے۔'' حمید جل کر بولا۔

''آؤ چلیں......!'' فریدی نے کہا۔

''میرا تو یہیں دفن ہونے کو دل چاہتا ہے۔''

''یار ہٹاؤ بھی...... دل چھوٹا مت کرو۔ اسے غلط فہمی ہوئی ہے۔ تم بھیگے ہوئے اُلو قطعی نہیں
معلوم ہوتے۔''

''لیکن اس نے آپ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس سے حرف بحرف مجھے اتفاق ہے۔''

''مجھے فی الحال تم سے اتفاق ہے۔'' فریدی نے کہا اور کمرے سے نکل آیا۔

یخ بستہ شام ہولے ہولے سیاہیوں میں تحلیل ہوتی جارہی تھی۔ وہ دونوں کیڈی لاک
بیٹھ گئے لیکن فریدی اس کا تصفیہ نہ کر سکا کہ انہیں کہاں جانا ہے۔

کافی دیر تک وہ یونہی بلا مقصد ادھر اُدھر مارے پھرے۔

''خیر...... یہ ایسا حادثہ نہیں کہ ہم میں سے کسی کا دماغ چل جائے۔'' حمید نے فریدی کو ٹوکا۔

''آخر اس ڈائری میں کیا تھا......؟'' فریدی چونک کر بڑبڑایا۔

''داڑھی میں عموماً بال ہوا کرتے ہیں۔''

فریدی نے اسے گھور کر دیکھا اور پھر اسٹیئرنگ کی طرف متوجہ ہوگیا۔

''یہ خط بھی مجھے خالی از علت نہیں معلوم ہوتا۔'' فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔ ''یعنی یہ محض
مذاق نہیں ہے۔''

''یعنی اس کا یہ مطلب ہوا کہ آج رات چاند ماری کے میدان میں ضرور تشریف لے
جائیے گا۔''

''ارادہ تو یہی ہے۔''

''یعنی اس کے الفاظ میں آپ اپنی جاہلانہ شجاعت کا مظاہرہ کریں گے۔''

''یہی سمجھ لو۔''

''ٹھیک ہے۔'' حمید مسکرا کر بولا۔ ''اس نے آپ کے حسن کی بھی تو تعریف کی ہے۔''

''اور تم اس لئے نہ جاؤ گے کہ وہ تمہیں بارش میں بھیگا ہوا اُلو سمجھتی ہے۔''

''خیر...... میری بات تو کیجئے مت۔'' حمید نے کہا۔ ''میں کہیں بھی آنکھ بند کر کے کودنے کا
قائل نہیں ہوں۔''

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر فریدی بولا۔

''یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ میں نے اس ڈائری کے متعلق کوئی رپورٹ نہیں دی تھی ورنہ اور
زیادہ خفت اٹھانی پڑتی۔''

''آپ کو اسے وہاں چھپانا ہی نہ چاہئے تھا۔'' حمید نے کہا۔

''حقیقتاً میں اس وقت یہ بھی بھول گیا تھا کہ مقابلہ گارساں سے ہے۔''

''ماریئے گولی۔'' حمید اکتاہٹ کا اظہار کرتا ہوا بولا۔ ''مجھے اب اس کیس سے بالکل دلچسپی
نہیں رہی۔''

''کیوں......؟''

"اتنی شاندار شکست کی بعد بھی آپ یہ سوال کرتے ہیں۔"

"یہ تو کوئی بات ہی نہ ہوئی۔ تم اسے شکست کس طرح کہہ سکتے ہو جبکہ ہمیں یہ تک نہیں معلوم کہ اس سارے ہنگامے کا مطلب کیا ہے؟ وہ چیز جو ہمارے ہاتھ سے نکل گئی اس کی اہمیت کیا تھی؟ ہوسکتا ہے کہ وہ ڈائری ہمارے لئے قطعی فضول رہی ہو...... اس کے بھی امکانات تھے کہ اسے پالینے کے بعد بھی ہمیں اُلو بننا پڑتا۔"

حمید بظاہر فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا لیکن اس کا ذہن کہیں اور تھا۔ فریدی بولتا رہا۔ "ابھی تک ہم بالکل تاریکی میں ہیں۔ مختلف معاملات ایک دوسرے سے الجھ کر رہ گئے ہیں اور ہم ان میں سے کسی کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔"

"خیر...... اسے چھوڑیئے۔" حمید نے کہا۔ "یہ بتایئے کیا واقعی آپ چاند ماری کے میدان میں جائیں گے؟"

"ہاں......!" فریدی کے لہجے میں خوداعتمادی تھی۔

"یہ کہاں کی عقلمندی ہے۔ میں نے اس قسم کے چیلنج صرف بعض سڑے ہوئے جاسوسی ناولوں میں پڑھے تھے۔ بہرام کا ڈنڈا یا ڈنڈے کا بہرام وغیرہ قسم کے ناول ایسے خطوط سے بھرے پڑے ہیں۔ اس کے علاوہ میں نے کبھی یہ نہیں سنا کہ کسی مجرم نے سراغ رساں کو چیلنج کیا ہو۔"

"میں نے بھی نہیں سنا" فریدی مسکرا کر بولا۔

حمید استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

فریدی پھر بولا۔ "اسی لئے میں وہاں ضرور جاؤں گا۔"

"خیر اگر آپ کی قسمت میں شہادت ہی لکھی ہے تو کوئی آپ کو اس سعادت سے محروم نہیں کرسکتا۔"

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ گھر پہنچ کر وہ بھی خاموش ہی رہا۔ کھانے سے قبل اس نے ڈی آئی جی سے فون پر گفتگو کی، جو پروفیسر درانی کی لڑکی کے متعلق تھی۔ اس کے بعد اس نے کوتوالی بھی فون کیا تھا اور جگدیش سے کچھ دیر تک فریڈرک اور اس کے زخمی ساتھی کے بارے میں پوچھ گچھ کرتا رہا تھا۔ پھر حمید کے استفسار پر اس نے بتلایا تھا کہ ان دونوں کی حالت قابل

نہیں تھی۔ ان سے اس ہنگامے کی وجہ بھی نہیں معلوم ہوسکی۔

دس بجتے ہی وہ حمید کے روکنے کے باوجود بھی کہیں جانے کے لئے تیار ہوگیا۔

"خدارا......!" حمید نے کہا۔ "وہاں جانے سے پہلے یہ تو سوچ لیجئے کہ آخر چاند ماری کا ہی کیوں؟ شہر کے گردنواح میں کئی اور سنسان علاقے بھی تو ہیں۔"

"میں یہ سوچ کر نہیں جارہا ہوں کہ وہاں حلوہ ملے گا۔" فریدی بولا۔ "چاند ماری کے ے انتخاب کے مقصد سے بھی بخوبی واقف ہوں۔ اس کا مقصد صرف یہی ہے کہ اگر چلنے کی نوبت آجائے تو گردونواح کی آبادی والے اسے کسی فوجی مشق سے تعبیر کرکے ائیں۔"

"پھر بھی آپ جارہے ہیں۔" حمید نے کہا۔

"اور سنو......!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اس اللہ واسطے کی دعوت کا مقصد بھی تمہیں اس طرح وہ اس بات کا اندازہ لگانا چاہتے ہیں کہ میں نے اس ڈائری کا مطالعہ کیا ہے اور میں نے اس دعوت سے یہ اندازہ لگایا ہے کہ اس ڈائری میں ان کے متعلق نشان دہی ہے لہٰذا اگر میں وہاں نہ گیا تو وہ یہی سمجھیں گے کہ میں ان کے اصل ٹھکانے سے واقف ہوں اور اگر انہوں نے یہ سمجھ لیا تو ہم کسی وقت بھی ٹھکانے لگائے جاسکتے ہیں۔"

"تو اکیلے جانا کہاں کی عقلمندی ہے۔" حمید نے کہا۔

"یہ تم سے کس نے کہا کہ میں اکیلے جارہا ہوں۔"

"پھر آپ نے مجھے تیار ہونے کے لئے کیوں نہیں کہا۔"

"اس وقت کے پروگرام میں تم نہیں ہو۔" فریدی نے کہا اور سگار سلگانے لگا۔

"کیوں......؟"

"بس یونہی...... جتنا کہا جائے اتنا ہی کرو۔" فریدی جھنجلا کر بولا۔

مید نے پھر کچھ نہیں کہا۔ وہ جانتا تھا کہ اب بولنا ٹھیک نہیں۔ فریدی کے مزاج سے وہ رح واقف ہوچکا تھا۔ اس کے اندازِ گفتگو ہی سے اسے معلوم ہوجاتا تھا کہ وہ کس موڈ میں ہاں تک کیا برداشت کرسکتا ہے۔

فریدی کے جانے کے بعد وہ پندرہ بیس منٹ تک اس جگہ سے ہلا بھی نہیں۔ اس کے سراغ رسانی کے تجربات میں شاید یہ پہلا کیس تھا جو اتنی واردات ہو جانے کے بعد بھی اب تک معمہ بنا ہوا تھا۔ وہ سوچتا رہا اور کیس کے خاص خاص پہلو اس کے ذہن میں اجاگر ہوتے گئے۔ پروفیسر چودھری کے قتل کی دریافت...... اسی رات کو پروفیسر درانی کا قتل...... اور پھر دوسری رات کو ایک ایسے غیر ملکی جاسوس کا قتل جو ملک میں باضابطہ طور پر داخل ہوا تھا...... فریڈرک کی گفتگو کے حوالے سے اسی کا پروفیسر کا قاتل ثابت ہونا...... یورپ کے خونخوار ترین آدمیوں (سنہرے بھیڑوں) کی ملک میں موجودگی۔ ان کا داخلہ تو قطعی غیر قانونی طور پر ہوا تھا کیونکہ ان کا کہیں بھی کوئی ریکارڈ نہ مل سکا...... کیا یہ اتنا کشت و خون محض اس ڈائری کے لئے ہوا تھا؟ اگر اس سوال کا جواب اثبات میں ہو سکتا تھا تو پھر اس ڈائری کی اہمیت کا سوال بھی قدرتی تھا کیا وہ اس مقصد کی کوئی گمشدہ کڑی تھی جس کے حصول کے لئے اتنا ہنگامہ برپا ہوا تھا۔

اچانک حمید نے چونک کر گھڑی کی طرف دیکھا۔ گیارہ بج رہے تھے۔ حالانکہ کچھ دیر قبل اس نے فریدی کی بات مان لی تھی لیکن اب وہ اسے تنہا خطرے کے منہ میں جاتے نہ دیکھ سکا تھا۔ اس نے اٹھ کر سیاہ سوٹ پہنا، ریوالور جیب میں ڈالا اور گیراج سے موٹر سائیکل نکال کر چاند ماری کے میدان کی طرف روانہ ہو گیا۔

تیز اور سرد ہوا ہڈیوں میں گھستی معلوم ہو رہی تھی۔ ہاتھ ہینڈل پر اس طرح جمے ہوئے تھے کہ وہ بھی برف ہو گئے ہوں اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ انہیں قیامت تک ان پر سے نہ ہٹا سکے گا۔

فریدی کے دلائل اس کے ذہن نے تو قبول کر لئے تھے لیکن دل یہی کہہ رہا تھا کہ اس کا یہ اقدام دانشمندانہ نہیں تھا۔ اس نے یہ تو کہا تھا کہ وہ تنہا نہیں جائے گا لیکن آخر وہ اسے کیوں نہیں لے گیا۔ جیسے جیسے وہ اس موضوع پر سوچتا اس کی الجھن بڑھتی جاتی۔

چاند ماری کے میدان سے آدھ میل ادھر ہی اُسے موٹر سائیکل روک کر مشین بند کر دینی پڑی۔ کیونکہ وہ رائفلوں کی آوازیں صاف سن رہا تھا۔ اس کا دل دھڑکنے لگا۔

اس کا ذہن کوئی فیصلہ نہ کر سکا لیکن وہ غیر ارادی طور پر موٹر سائیکل کو دھکیلتا ہوا پیدل آگے بڑھ رہا تھا۔ پھر اسے رائفل کے دہانوں سے نکلنے والے شعلے صاف نظر آنے لگے۔ اس نے

چیخیں بھی سنیں جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے یقیناً آخری چیخیں تھیں۔ وہ چلتے چلتے رک ...اس کی زندگی میں شاید ہی کبھی کوئی ایسا واقعہ آیا ہو جب اس نے اتنی شدت سے بے بسی ...کی ہو۔ اسے یقین تھا کہ فریدی بھی یہیں کہیں موجود ہے۔ لیکن وہ کر ہی کیا سکتا تھا۔ ...ے میں آگے بڑھنا گویا موت کو دعوت دینا تھا۔ اچانک اس کے ذہن میں ایک نئی تدبیر ...ابھارا۔ کیوں نہ وہ شہر واپس جا کر اپنے ساتھ امداد لے آئے لیکن دوسرے ہی لمحے میں یہ بھی فضول معلوم ہوا اتنی دیر میں واقعات نہ جانے کون سا رخ اختیار کریں ہو سکتا ہے کہ اس ...تک یہ ہنگامہ ہی فرو ہو چکے۔ ایسی صورت میں مفت کی ندامت ہاتھ آئے گی۔ اسے پھر ...کے اس جملے کا خیال آیا جس کے مطابق وہ یہاں تنہا نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن اگر وہ اپنے ...دو ہی ایک آدمی لایا ہو...... تو......؟

"جہنم میں گئے سب......!" وہ جھنجلاہٹ میں اپنا سر جھٹک کر بڑبڑایا۔ پھر تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ دفعتاً اس نے موٹر سائیکل کے داہنی طرف اُگی ہوئی جھاڑیوں میں دھکیل دیا اور ...نشیب میں اتر گیا۔ سڑک سے کچھ ہی دور پر دونوں طرف ڈھلوان میدان تھے۔ انہیں میدانوں کا سلسلہ آگے چل کر ایک ہو گیا تھا۔ چاند ماری کا اصل میدان حقیقتاً وہی تھا۔ ویسے تو یہ پورا علاقہ ...کی نام سے پکارا جاتا تھا۔

حمید کے ذہن میں کوئی واضح اسکیم نہیں تھی۔ وہ یونہی بلا مقصد ڈھلوان میدان میں اترتا ...رہا تھا۔ دفعتاً اس نے محسوس کیا کہ پانچ چھ منٹ سے کوئی فائر نہیں ہوا۔ وہ جہاں تھا وہیں رک ...گیا۔ اس کی کلائی پر بندھی ہوئی ریڈیم ڈائل کی گھڑی ساڑھے بارہ بجا رہی تھی۔ پندرہ منٹ گذر ...گئے اور وہاں بدستور سناٹا رہا پھر اس نے چاند ماری کے میدان میں متعدد ٹارچوں کی روشنیاں ...دیکھیں جو ادھر اُدھر گردش کرتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد وہ بھی غائب ہو گئیں اور تاریکی سناٹے سے ...سرگوشیاں کرتی رہیں۔ حمید نے پھر گھڑی دیکھی۔ ایک بج رہا تھا۔ سردی نے اسے بدحال ...کر رکھا تھا اور اسے اپنی حماقت پر غصہ آ رہا تھا کہ اول تو وہ یہاں آیا ہی کیوں اگر آیا تھا تو اتنی دیر ...تک ٹھہرا کیوں رہا۔

وہ واپسی کی لئے مڑ ہی رہا تھا کہ اسے کچھ دور پر ایک آدمی دکھائی دیا جو غالباً کسی دوسرے

آدمی کو اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے تھا۔ حمید کچھ اور آگے بڑھ گیا۔ نیت دراصل تعاقب کی تھی۔ کچھ دور تک اس کے پیچھے چلتا رہا۔ پھر دفعتاً اس نے اپنے سردی سے سکڑے ہوئے ذہن کو ایک موٹی سی گالی دی اور ریوالور نکالا اور تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔

"اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔" اس نے دانت کٹکٹا کر کہا چلنے والا رک گیا۔

حمید نے پھر اپنا جملہ دہرایا۔

"میرے دونوں ہاتھ پھنسے ہوئے ہیں۔" اس نامعلوم آدمی نے جواب دیا اور حمید بے اختیار اچھل پڑا۔ کیونکہ آواز فریدی کی تھی۔

"آپ...... یہ...... لکیا......؟" حمید ہکلایا۔

"ایک لاش......!" فریدی نے کہا۔ "لیکن تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا؟"

"لاش......!" حمید دانت کٹکٹا کر بولا۔

"حماقت نہیں...... چپ چاپ چلے جاؤ۔"

"تو کیا میں جھک مارنے کے لئے آیا تھا۔" حمید کو بھی غصہ آ گیا۔

"یقیناً...... میں نے تمہیں منع کر دیا تھا نا۔"

حمید یک لخت مڑا اور جھلاہٹ میں اسے اس کا بھی خیال نہ رہا کہ وہ چلنے کے بجائے دوڑ رہا ہے۔ سردی نے پہلے ہی دماغ خراب کر رکھا تھا اس پر سے غصہ۔

اوپر آ کر اس نے جھاڑیوں سے موٹر سائیکل نکالی اور شہر کی طرف چل پڑا۔ پھر اس نے ایک بار بھی پیچھے مڑ کر دیکھنے کی زحمت گوارا نہ کی۔ اس سے پہلے کبھی اسے فریدی پر اتنا شدید غصہ نہیں آیا تھا۔ غصے کی بات بھی تھی۔ وہ تو اتنی دیر تک سردی سے سکڑتا اور رائفلوں کی آوازیں سنتا رہا اور آپ بدقت تمام ملے بھی، تو دھونس جماتے ہوئے۔

"سب کچھ جہنم میں جائے۔" حمید دانت کٹکٹا کر بڑبڑایا اور اس کے دکھتے ہوئے ہاتھوں کی گرفت ہینڈلز پر اور مضبوط ہو گئی۔ لیکن دوسرا لمحہ اس کے لئے حد درجہ سنسنی خیز تھا۔ موٹر سائیکل کی ہیڈ لائٹ کی روشنی میں اسے ایک بڑی سیاہ وین دکھائی دی جو سڑک پر اس طرح آڑی کھڑی

تھی کہ راستہ رک گیا تھا۔ اس نے بریک لگا کر موٹر سائیکل کو سڑک کے نیچے اتارنے کی کوشش کی لیکن تین ایسے آدمیوں نے اس کا راستہ روک لیا جن کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں اور انہوں نے ان کی نالیں سیدھی کر رکھی تھیں۔ حمید کو رکنا پڑا۔

"مشین بند کر دو......!" ایک نے انگریزی میں کہا۔ لہجہ غیر ملکی تھا۔ حمید نے مشین بند کر دی لیکن سیٹ پر بدستور جما رہا۔

"نیچے اتر آؤ۔"

"کیوں...... کس لئے؟ میری جیبیں بالکل خالی ہیں۔" حمید نے لاپروائی ظاہر کرنے کی کوشش کی۔

دفعتاً وین کا دروازہ کھلا اور اندھیرے میں حمید کو کسی عورت کے گھونگھریالے بال دکھائی دیئے۔ پھر ایک ننھی سی ٹارچ کی روشنی اس کے چہرے پر پڑی۔

"یہ وہ نہیں۔" ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ "لیکن یہ اس کا ساتھی ہے۔"

حمید نے آواز صاف پہچان لی اور پھر اسے یہ سمجھ لینے میں دشواری نہ ہوئی کہ وہ نادانستگی میں کن لوگوں سے آ بھڑا ہے۔

"تو پھر......؟" ان میں سے کسی نے پوچھا۔

"وہ بھی یہیں کہیں ہوگا۔ تلاش کرو۔" لڑکی تحکمانہ لہجے میں بولی۔ "اس کے ہاتھ پیر باندھ کر وین میں ڈال دو۔"

"نیچے اتر آؤ۔" ایک نے آگے بڑھ کر رائفل کا کندہ حمید کے سینے میں مارا۔ حمید چپ چاپ اتر آیا اور موٹر سائیکل ایک طرف گر گئی۔ ان میں سے ایک نے اس کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پر باندھ دیئے۔

"اندر چلو......!" اسے گردن سے پکڑ کر وین میں دھکیل دیا گیا اور پھر اس کے دونوں پیر بھی جکڑ دیئے گئے۔

"تم لوگ چلو......!" لڑکی نے کہا۔ "میں اسے دیکھتی ہوں۔"

"فضول...... سری جان۔" حمید پڑے پڑے بڑبڑایا۔ "تمہارے فرشتے بھی اسے نہ

پاسکیں گے۔"

"شٹ اپ......!" کسی نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں۔" حمید چیخ کر بولا۔ "وہ آدمی نہیں بھوت ہے۔"

"شور مت مچاؤ۔"

دوسرا تھپڑ پڑا۔

حمید دانت پیس کر رہ گیا۔ اس وقت اس کے علاوہ......وہ اور کر ہی کیا سکتا تھا۔

بُرے پھنسے

حمید کا بقیہ وقت بیہوشی کی حالت میں کٹا......ایک تو سردی کی شدت، دوسرے اس کی نہ رکنے والی زبان کے جواب میں تھپڑوں کی بارش اور پھر جب ان لوگوں نے یہ اندازہ لگالیا کہ وہ کسی طرح چپ نہ ہوگا تو انہوں نے اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا۔ کچھ دیر تک تو وہ اس بات کی کوشش کرتا رہا کہ اسے گھٹن کا احساس نہ ہونے پائے لیکن اس کا ذہن جلد ہی جواب دے گیا۔

دوسری بار جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے محسوس کیا جیسے وہ اوپر اٹھ رہا ہو۔ چاروں طرف کچھ اس قسم کی تاریکی تھی کہ وہ گھبرا کر اپنی آنکھیں پھاڑنے لگا۔ کہیں وہ اندھا تو نہیں ہوگیا۔ تھوڑی دیر تک وہ یہی سمجھتا رہا کہ اس کا سر چکرا رہا ہے لیکن پھر غور کرنے پر محسوس ہوا کہ یہ سنسناہٹ اس کے ذہن کی نہیں ہوسکتی تھی اور اوپر اٹھنا محض وقتی احساس نہیں تھا۔ سنسناہٹ یقیناً کسی مشین ہی سے پیدا ہو رہی تھی اور وہ ایک کھردرے فرش پر چت لیٹا اوپر کی طرف اٹھ رہا تھا۔

تقریباً آدھ گھنٹہ گزر جانے کے باوجود بھی تاریکی میں کمی نہ ہوئی۔ اگر حمید کی کلائی پر اندھیرے میں چمکنے والے ڈائل گھڑی نہ ہوتی تو اسے یقین ہوجاتا کہ وہ اندھا ہوگیا ہے۔

کروٹ بھی نہیں لے سکتا تھا کیونکہ اس کا جسم چمڑے کے تسموں سے جکڑا ہوا تھا۔ اس کا سر ایک بار پھر چکرا گیا۔ کیا وہ کسی ہوائی جہاز پر تھا......؟ مگر ہوائی جہاز......اسے الجھن ہونے لگی۔ وہ اس سے پہلے بھی کئی بار ہوائی جہاز پر سفر کر چکا تھا سابقہ تجربات کی بناء پر وہ کس طرح سمجھ لیتا کہ وہ کسی جہاز پر ہے۔ ہوائی جہاز کی آواز کانوں کے پردے پھاڑ دیتی ہے۔ لیکن یہاں تو صرف ایک ہلکی سی سنسناہٹ تھی اتنی ہلکی کہ حمید پہلے اسے اپنے دماغ ہی کی سنسناہٹ سمجھا تھا۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا گھڑی کا ڈائل چمک رہا تھا لیکن ہاتھ ایسی پوزیشن میں نہیں تھا کہ وہ وقت دیکھ سکتا۔ اس نے دو ایک بار اپنے جسم کو جنبش دینے کے لئے زور لگایا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ تھوڑی دیر کی جدوجہد نے اسے بالکل تھکا دیا اور اس نے نڈھال ہو کر آنکھیں بند کرلیں۔

وہ اپنی اس مصیبت کا ذمہ دار فریدی کو ٹھہرا رہا تھا۔ اگر اس نے اس سے اس طرح گفتگو نہ کی ہوتی تو وہ جھلا کر کبھی اتنی بدحواسی میں نہ بھاگتا۔

پھر اس کا ذہن اس لاش کی طرف گھوم گیا جسے فریدی نے اپنی پشت پر اٹھا رکھا تھا۔ آخر وہ کس کی لاش تھی؟ اور اس کا مقصد کیا تھا؟ حمید نے کراہ کر کروٹ لینے کی کوشش کی لیکن چمڑے کے تسمے اس کی ہڈیوں میں چبھ کر رہ گئے۔ اس بار اسے گلوخلاصی کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ اب کسی ایک انتہائی منظم گروہ سے سابقہ ہے۔

اسے اپنے گرد پھیلی ہوئی تاریکی قبر کی تاریکی معلوم ہونے لگی اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ سانسیں تیز اور بوجھل ہوگئی تھیں۔ اچانک اسے محسوس ہوا جیسے وہ برق رفتاری کے ساتھ نیچے جا رہا ہو۔ کانوں میں گونجنے والی سنسناہٹ نے اب دوسری شکل اختیار کرلی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے بے شمار ہلکی ہلکی سیٹیاں بج رہی ہوں۔ پھر ایک جھٹکا لگا......آواز ختم ہوگئی اور ایک پاگل کردینے والا سناٹا ذہن پر مسلط ہوگیا۔ نہ جانے کیوں حمید کا دل چاہنے لگا کہ اپنے ہی دانتوں سے اپنی بوٹیاں نوچ ڈالے۔

دفعتاً اس کے دائیں طرف تاریکی میں ہلکی روشنی کا ایک چوکور دھبہ نظر آیا اور ساتھ ہی ٹھنڈی ہوا کا ایک ریلا اس کے چہرے کا خون منجمد کرتا ہوا گزر گیا۔

چوکور دھبے میں سے دو تاریک سائے اندھیرے میں رینگ آئے۔ انہوں نے حمید کے

تسمے کھولے اور کھینچ کر تاریکی سے نکال لیا۔

آسمان پر آخر شب کے ستارے جماہیاں لے رہے تھے اور چاروں طرف اونگھتا ہوا سناٹا
پھیلا ہوا تھا۔ حمید نے پلٹ کر دیکھا۔ سگار کی شکل کا ایک دیو پیکر راکٹ زمین پر لٹکا ہوا تھا۔ اسے
اب معلوم ہوا کہ وہ ایک راکٹ میں سفر کرتا ہوا یہاں تک پہنچا ہے۔

حمید نے ڈوبتے ہوئے دل سے چاروں طرف نظریں دوڑائیں وہ ایک غیر آباد مقام پر
کھڑا تھا...... حد نظر تک اونچی نیچی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں جن پر رات کا گہرا سرمئی غبار طاری تھا۔

''میں کہاں ہوں......؟'' حمید اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا بڑبڑایا۔

''جہنم میں......!'' دونوں ہنس پڑے۔

حمید کو ان پر غصہ نہیں آیا۔ شاید زندگی میں پہلی بار اس نے اتنی بے بسی محسوس کی تھی۔

''چلو......!'' وہ دونوں اسے ایک طرف دھکیلتے ہوئے بولے۔

حمید چلنے کی بجائے گھسٹ رہا تھا۔ اس کا ذہن بالکل سپاٹ ہو گیا تھا۔ دل میں نہ کوئی
خیال تھا اور نہ کوئی ایسی خلش جسے ڈر یا غصے کے اثر سے تعبیر کیا جا سکتا۔ پیر اس طرح اٹھ رہے
تھے جیسے وہ اس کا مشینی فعل ہو۔

تھوڑی دیر بعد حمید نے خود کو ایک ایسی عمارت کے سامنے پایا جو بدھ مذہب والوں کی
عبادت گاہ معلوم ہو رہی تھی۔ وہ اسے کھینچتے ہوئے اندر لے گئے۔ عمارت کافی وسیع تھی۔ اس کے
قبر نما کمروں میں کافوری شمعیں روشن تھیں۔ اسے ایک کمرے میں دھکا دے کر دروازہ باہر سے
بند کر لیا گیا۔ حمید پیال کے ایک ڈھیر پر پڑا اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

نقاہت نے پھر اس کے ذہن پر قابو پالیا۔ زمین پر ٹکے ہوئے دونوں ہاتھ پیال کے
ریشوں سمیت آگے کی طرف پھسل گئے اور اسے اپنی ٹھوڑی پر لگنے والی چوٹ کا احساس تک نہ
ہوا۔ قبر نما کمرے کی دھندلی روشنی پر گہری سیاہ چھائیں چڑھتی چلی گئیں۔

دوسری صبح ایک آدمی اسے ٹھوکر مار مار کر بیدار کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ حمید کراہ کر اٹھ
بیٹھا۔ کمرے کی چھوٹی چھوٹی کھڑکیوں سے چمکدار دھوپ اندر رینگ آئی تھی۔ حمید نے اپنی چندھیائی
ہوئی آنکھیں بند کر لیں۔ اس کی پیٹھ پر ایک ٹھوکر پڑی اور وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اجنبی نے قہقہہ

ہا اور اسے گریبان سے پکڑ کر کھینچتا ہوا کمرے سے نکال لے گیا۔

وہ ایک بڑے کمرے میں آئے جس کی دیواروں سے پتھر کی کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔
ے کی چھت سات فٹ سے زیادہ بلند نہیں تھی۔ یہاں پانچ آدمی پتھر کی کرسیوں پر بیٹھے کسی
ا زبان میں گفتگو کر رہے تھے جو حمید کے لئے بالکل نئی تھی۔ ان کی قومیت کے بارے میں بھی
ئی اندازہ نہ لگا سکا۔ ان کی رنگت گندمی تھی اور بال گہرے سیاہ۔ اسے ان سب کے خدوخال
یکسانیت بھی نظر آئی۔ آنکھیں تو قریب قریب سبھوں کی ایک جیسی تھیں۔ ان میں کچھ عجیب
ح کی وحشت تھی۔

حمید کو دیکھ کر وہ خاموش ہو گئے۔ حمید نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھا۔ یہ کسی مغربی ملک کا
ندہ معلوم ہوتا تھا۔

ان پانچوں میں سے ایک نے اس سے کچھ کہا جس کے جواب میں اس نے کوئی بات
لاہٹ کے ساتھ کہی اور حمید سے انگریزی میں بولا۔ ''ناشتے میں چائے پیتے ہو یا کافی؟'' اس
ے لہجے میں کرختگی نہیں تھی۔

اس کا ساتھی اسے ایک دوسرے کمرے میں لایا جہاں ایک بڑی سی بھدی میز پڑی ہوئی
ی۔ کچھ بے ہنگم سی کرسیاں بھی تھیں۔ حمید نے ایک عجیب سی اشتہا انگیز خوشبو محسوس کی، جو شاید
ہر والے کمرے سے آ رہی تھی۔ اس کے ساتھی نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ حمید بیٹھ ہی
ہا تھا کہ اس کی نظریں کھڑکی سے گزر کر بیرونی مناظر میں ڈوب گئیں۔ برف سے ڈھکی ہوئی
پہاڑیوں پر دھوپ چمک رہی تھی۔

اس کا ساتھی اسے چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ حمید اٹھ کر کھڑکی کے قریب آ گیا۔
نزدیک و دور کی ساری پہاڑیاں برف سے ڈھکی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ براؤن رنگ کی سخت
چٹانوں سے بنی ہوئی زمین پر سبزے کا نشان تک نہیں تھا۔ البتہ کہیں کہیں زرد رنگ کی کانٹے دار
جھاڑیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ بڑے بڑے گوشت خور پرندے فضا میں چکر کاٹ رہے تھے۔
یہ نہ چیلوں سے مشابہ تھے اور نہ گدھوں سے۔ ان کی رنگت سیاہ تھی چونچ کی بناوٹ سے حمید نے
اندازہ کیا کہ یہ گوشت خور ہی ہو سکتے ہیں۔ کبھی کبھی ان کی تیز اور کپکپاتی آوازوں سے سکوت

ٹوٹ جاتا۔

حمید بے سروپا خیالات میں ڈوبا رہا۔

تھوڑی دیر بعد اس کا ساتھی ہاتھوں پر ٹرے اٹھائے ہوئے اندر آیا جس میں ایک بڑی چائے دانی اور ایک کپ تھا۔ ایک پلیٹ میں تین چار چھوٹے چھوٹے بھنے ہوئے پرندے تھے پھر وہ اسے کمرے میں تنہا چھوڑ کر چلا گیا۔ حمید نے پیالے میں کافی انڈیلی۔ دو ہی تین گھنٹوں کے بعد اسے تمباکو کی یاد ستانے لگی...... پچھلی رات کے ہنگامے کے دوران میں اس کا پائپ اور تمباکو کی پاؤچ کہیں گر گئے تھے۔

ناشتہ ختم کرنے کے بعد وہ پھر کھڑکی کے قریب چلا گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر یہاں کیوں لایا گیا ہے۔ پچھلی رات ان آدمیوں میں اس لڑکی کی موجودگی سے یہ بات ثابت ہو گئی تھی کہ وہ اس وقت گارساں کا قیدی تھا اور کسی ایسی جگہ پہنچا دیا گیا تھا جہاں سے نکل بھاگنے کا سوال ہی نہ پیدا ہو سکے۔ اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ اپنے ہی ملک کے کسی حصے میں ہے یا کسی دوسرے ملک میں۔ وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ کیا وہ اپنے شہر سے یہاں تک اس رات میں لایا گیا تھا؟ وہ اپنے ذہن پر زور دینے لگا کہ انہوں نے شہر کے کس حصے میں راکٹ اتارا ہو گا۔ کاش وہ فریدی کا کہنا مان گیا ہوتا۔ وہ کچھ سوچ سمجھ کر ہی اسے اپنے ساتھ نہ لے گیا ہو گا۔

حمید ان خیالات کو اپنے ذہن سے نکال پھینکنے کی کوشش کرنے لگا کیونکہ پچھتاوا فضول تھا وہ اسے اس جال سے نکال سکتا تھا۔ فریدی کو شاید اس کی خبر ہی نہ ہو کہ اس پر کیا گزری۔

''ناشتہ کر چکے؟'' اسے اپنی پشت پر آواز سنائی دی۔

حمید چونک کر پلٹا۔ وہی آدمی جو اسے یہاں تک لایا تھا اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے واپس جا رہا تھا۔

حمید نے اسے آواز دے کر روکا۔

''اس لذیذ ناشتے کا بہت بہت شکریہ۔'' وہ مسکرا کر بولا۔ ''میں نے کئی گھنٹوں سے تمباکو نہیں پیا۔''

''سگار پیتے ہو......؟'' اس نے پوچھا۔

''چلو سگار ہی سہی...... کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی چاہئے۔ ورنہ مرنے کے بعد بھی جماہیاں آتی رہیں گی۔''

اس نے ہنس کر جیب سے سگار کیس نکالا اور حمید کی طرف بڑھا دیا۔

حمید سگار سلگا کر اس کے ساتھ چلنے لگا۔ وہ پھر اسی کمرے میں آیا جہاں اس نے ان پانچ اجنبیوں کو دیکھا تھا۔ وہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ حمید کو دیکھ کر خاموش ہو گئے۔

''تم کون ہو......؟'' ان میں سے ایک نے حمید کو انگریزی میں مخاطب کیا۔

''ایک سرکاری سراغ رساں۔'' حمید نے کہا۔ وہ جھوٹ نہیں بولنا چاہتا تھا۔ اس نے فریدی کو کئی بار یہ کہتے سنا تھا کہ اگر گارساں کو ہم پر اس بات کا شبہ بھی ہو گیا کہ ہم لوگ اس کی موجودگی سے واقف ہیں تو ہر حال میں موت ہمارے قریب ہی رہے گی۔

''تم یہاں کیوں لائے گئے ہو......؟''

''مجھے ابھی تک بتایا نہیں گیا۔'' حمید نے کہا اور لاپروائی سے بجھا ہوا سگار سلگانے لگا۔

''کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تم ابھی قتل کر دیئے جاؤ گے؟''

حمید کے جسم میں ایک ٹھنڈی سی لہر دوڑ گئی اور اس کا دل دھڑکنے لگا۔ لیکن اس نے حتی الامکان اپنے چہرے کو خوف کے آثار سے بچانے کی کوشش کی۔

''مجھے یہ بھی نہیں بتایا گیا...... اور اگر بتا بھی دیا جاتا تو میں کر ہی کیا سکتا تھا۔'' حمید نے کہا۔

''جانتے ہو کہ تم کس کے قیدی ہو......؟''

''قیدی......؟'' حمید چونک کر بولا۔ ''اگر یہ قید ہے تو میں زندگی بھر اسی حالت میں رہنے کے لیے تیار ہوں۔ تمہاری کافی مجھے بیحد پسند آئی۔ شاید برازیل کی تھی۔ اپنی طرف تو وہ ملتی ہی نہیں۔''

حمید خاموش ہو گیا۔ لیکن ان میں سے کسی کے بولنے سے قبل خود ہی بڑبڑانے لگا۔ ''مجھے معلوم کر کے خوشی ہوتی کہ میں کن لوگوں میں ہوں۔ شلائر کو ہم پہچان ہی چکے...... فریڈرک اور اس کے ساتھیوں کو بھی پہچاننے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی لیکن تم لوگ ابھی تک معمہ بنے ہوئے ہو۔''

پانچوں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

''فریڈرک کو تم نے کیسے پہچانا......؟'' ایک نے پوچھا۔

''میرا آفیسر بڑا ہمہ داں قسم کا آدمی ہے۔''

''تو اس نے ہمیں بھی پہچان لیا ہوگا۔''

''نہیں......!'' حمید نے یقین دلانے والے انداز میں سر ہلا کر کہا۔ ''اگر اس نے پہچانا
ہوتا تو مجھے ضرور بتاتا۔''

''تمہارا آفیسر اس وقت کہاں ہوگا؟''

''کہیں نہ کہیں ضرور ہوگا۔'' حمید سوال کرنے والے کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''لیکن
اب اسے کوئی نہ پا سکے گا۔''

''کیوں......؟''

''میرے غائب ہو جانے پر وہ بہت زیادہ محتاط ہو گیا ہوگا۔''

''خیر گھبراؤ نہیں...... تمہاری تنہائی بہت جلد رفع ہو جائے گی۔''

''میں شادی تو ہرگز نہیں کروں گا چاہے مار ڈالو......!'' حمید نے سنجیدگی سے کہا اور
سب متحیر ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

''شادی...... شادی سے کیا مطلب......؟''

''اب شادی کا مطلب کیا بتاؤں...... شرم آ رہی ہے۔'' حمید نے کچھ ایسے انداز میں
کہ وہ سب ہنس پڑے۔

''تم تنہائی رفع ہونے کا مطلب غلط سمجھے۔'' ایک بولا۔ ''میں یہ کہہ رہا تھا کہ عنقریب تمہارا
آفیسر بھی تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔''

''خام خیالی ہے۔'' حمید حقارت سے ہنستا ہوا بولا۔ ''اس پر قابو پانا آسان کام نہیں۔''

''کیوں......؟''

''وہ بھیس بدلنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔''

''بھیس......؟'' اجنبی کی ہنسی بھی تحقیر آمیز تھی۔ ''اطمینان رکھو...... وہ ہمارے مقابلے میں
خود کو چوہا محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔''

''تو کیا تم اسے بھی مار ڈالو گے؟'' حمید نے بناوٹی خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

''اگر ضرورت سمجھی گئی تو ہمیں اسی میں آسانی ہوگی۔''

''شریف آدمیو! تم شاید اس سے اچھی طرح واقف نہیں ہو۔''

''وہ ڈائری کیا ہوئی......؟'' ان میں سے ایک نے پوچھا۔

''جہنم میں گئی۔'' حمید جھنجھلا کر بولا۔ ''نہ جانے اس میں کیا تھا۔''

''تمہارا آفیسر تو جانتا ہی ہوگا۔''

''وہ بھی اسے نہیں دیکھ سکا تھا...... مگر ٹھہرو...... کیا وہ خوبصورت لڑکی تمہارے گروہ سے
تعلق نہیں رکھتی؟''

''کیوں......؟''

''کیا وہ ڈائری وہی نہیں اڑا لے گئی تھی۔ کیا اسی نے میرے آفیسر کو چاند ماری کے میدان
آنے کے لئے چیلنج نہیں کیا تھا......؟''

''تم دونوں وہاں ساتھ ہی گئے تھے؟'' حمید سے پھر سوال کیا گیا۔

''نہیں! وہ مجھ سے پہلے چلا گیا تھا۔''

''کوئی خاص اسکیم تھی؟''

''نہیں...... وہ مجھے اپنے ساتھ نہیں لے جانا چاہتا تھا۔''

''لیکن تم تو وہیں ملے تھے۔''

''ٹھیک ہے۔ مجھے یقین نہیں آیا تھا کہ وہ واقعی نہیں جائے گا اس لئے اس کے غائب
ہونے کے بعد میں بھی اُدھر چلا گیا تھا۔''

''کیوں...... اس بے یقینی کی وجہ......؟''

''میں اس کی فطرت سے اچھی طرح واقف ہوں۔''

''کیا وہ تمہیں وہاں ملا تھا......؟''

''نہیں...... لیکن میں نے رائفلوں کی آوازیں ضرور سنی تھیں۔''

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر وہی آدمی بولا۔

''وہ کہاں مل سکے گا......؟''

''میں نے کہا نا کہ اب اس کے فرشتوں کو بھی اسکے متعلق کچھ نہ معلوم ہو گا۔''

''کیوں......؟''

''تم لوگوں کی......کیوں......سے تو میں عاجز آ گیا ہوں......وہ اسی قسم کا آدمی ہے۔''

''وہ جتنی جلدی ہمارے ہاتھ لگ جائے گا......اتنی ہی جلدی تمہاری رہائی بھی ہوگی۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''ہم تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتے کیونکہ تمہیں مارنے کا کام تو تمہارے شہر میں ہی ہو سکتا تھا۔''

''پھر......؟''

''تمہارے آفیسر کی موجودگی میں ہمیں ایک بات کا تصفیہ کرنا ہے۔''

''اس کے متعلق میں نے جو کچھ بتایا ہے وہ سو فیصدی صحیح ہے۔''

''تمہاری مرضی......!'' وہ اکتا کر بولا۔

موت کے دروازے پر

اس گم نام ویرانے میں رات کا سناٹا بڑا خوفناک تھا۔ آج حمید کو زمین پر پڑی ہوئی پیال پر نہیں لیٹنا تھا۔ کمرے میں کوئی آتش دان نہیں تھا پھر بھی وہ اسی کو غنیمت سمجھ رہا تھا کہ اس کے نیچے پیال بھرا ہوا چمڑے کا بستر ہے۔ اوپر ایک نہیں تین تین کمبل ہیں یہ اور بات ہے کہ یہاں کی سردی کے اعتبار سے وہ بھی ناکافی رہے ہوں۔

اسے گرفتار کرنے والوں نے ابھی تک اسے کسی اذیت میں مبتلا نہیں کیا تھا۔ وہ سب اس سے اس طرح بے پرواہ نظر آتے تھے جیسے وہ ان کے ساتھیوں ہی میں سے ایک ہو۔ دن میں

وہ دیر تک اس عمارت کے باہر بھی ٹہلتا رہا تھا اور قرب و جوار میں اسے اس عمارت کے علاوہ کوئی دوسری عمارت نہیں دکھائی دی تھی۔ کوئی ایسا آدمی بھی نظر نہیں پڑا تھا جو اس عمارت کے افراد سے الگ ہوتا۔ عمارت کی پشت پر ایک دو ڈھائی سو فٹ گہری وادی تھی جس میں چند ٹوٹے ہوئے جھونپڑے دکھائی دیتے تھے۔ لیکن یہ بھی ویران تھے۔ ہوسکتا ہے کہ کبھی آباد رہے ہوں۔ حمید نے عمارت کے باشندوں سے اس مقام کے نام کے متعلق کئی بار استفسار کیا تھا لیکن کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

دو بج گئے تھے لیکن ابھی تک اسے نیند نہیں آئی تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور سگار سلگانے ہی جا رہا تھا کہ کھڑکی میں ایک تیز قسم کی روشنی کا کوندا سا لپکا اور گھڑگھڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ جو چند لمحے جاری رہ کر بند ہوگئی۔

حمید بستر سے کود کر کھڑکی کے قریب آ گیا۔ باہر اندھیرے میں وہی راکٹ نما مشین کھڑی تھی۔ کچھ لوگ اس سے اتر رہے تھے۔ حمید نے اس لڑکی کی بھی آواز سنی۔ جس کی بدولت اتنی قلابازیاں کھانی پڑی تھیں۔

ان میں سے ایک نے ٹارچ روشن کی۔ دو آدمی ایک تیسرے آدمی کو کھینچ کر راکٹ سے باہر نکال رہے تھے۔ اس کے چہرے پر روشنی پڑتے ہی حمید چونک پڑا۔ یہ فریدی تھا اور کافی جھنجلایا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ ٹارچ بجھا دی گئی اور حمید ان کے قدموں کی آوازیں سنتا رہا۔

اب تو سونے کا سوال ہی نہیں تھا۔ فریدی بھی آ پھنسا......یعنی یہاں سے رہائی کی رہی سہی امید بھی منقطع ہوگئی۔

حمید فریدی کے سامنے انتہائی خطرناک اور ڈراؤنے حالات میں بھی شیر ہو جایا کرتا تھا۔ وہ اس وقت بھی ایک انجانی سی تقویت محسوس کر رہا تھا۔ اچانک اس کی ساری صلاحتیں بیدار ہو گئیں۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ ہلڑ ہی مچایا جائے، تھوڑی تفریح رہے گی۔

اور پھر وہ ہلڑ مچانے لگا۔

دروازہ کھلا۔ حمید کو قندیل کی روشنی میں دو سائے دکھائی دیئے۔ قندیل اسی لڑکی کے ہاتھ میں تھی جسے دیکھ کر حمید کا خون کھولنے لگتا تھا۔ اس کے ساتھ ایک مرد بھی تھا جس کی ناک پر پٹی

بندھی ہوئی تھی۔ یہ بھی مغرب ہی کے کسی ملک کا باشندہ معلوم ہوتا تھا۔ اس نے لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"بہت سُور آدبی بالوب ہوتا ہے۔"

حمید سمجھ گیا کہ اس کی ناک بُری طرح زخمی ہے اور وہ کچھ ایسی تکلیف میں مبتلا ہے کہ ناک سے آواز نکالتے ہوئے بھی ڈرتا ہے۔ اسی لئے وہ آدمی کو آدبی اور معلوم کو "بالوب" کہہ رہا تھا۔

"ہیلو...... بھیگے اُلو......!" لڑکی نے حمید کو مخاطب کیا۔ "شور کیوں مچا رہے ہو۔"

"اسے باہر بھیج دو تو بتاؤں۔" حمید نے اس آدمی کی طرف اشارہ کیا۔

"کیا بکتے ہو؟" وہ گرج کر بولا۔ لیکن اس کی زخمی ناک نے حمید کو خاک بھی سمجھنے نہ دیا۔

"میں چشمے کے بغیر تمہاری بات نہیں سمجھ سکتا۔" حمید نے لاپروائی سے کہا اور لڑکی کو آنکھ مار کر مسکرانے لگا۔

زخمی ناک والا گھونسا تان کر اس کی طرف بڑھا لیکن لڑکی درمیان میں آ گئی۔

"آرتھر! تم جاؤ...... میں اسے ٹھیک کرلوں گی۔ کیا تمہیں احکامات یاد نہیں؟"

زخمی ناک والے کا ہاتھ ڈھیلا ہو کر لٹک گیا۔

"دیکھو لڑکی......!" حمید سنجیدگی سے بولا۔ "میں مرعوب ہو جانے والے لوگوں میں سے نہیں ہوں۔"

زخمی ناک والا چند لمحے حمید کو گھورتا رہا پھر کمرے سے چلا گیا۔

"تم واقعی بڑی ظالم ہو۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"فضول باتیں مت کرو۔ سو جاؤ...... یہ بھی میری شرافت ہے کہ میں نے تمہاری کھال نہیں کھنچوائی۔"

"میں تم سے استدعا کرتا ہوں کہ میری کھال ضرور کھنچوالو۔ ممکن ہے کہ میں کھال کے بغیر ہی تمہیں کچھ حسین معلوم ہوں۔"

"خیر وہ وقت جلد ہی آنے والا ہے کہ تم ساری طراریاں بھول جاؤ گے۔"

"مجھے اپنے ہی ہاتھ سے ذبح کرنا۔" حمید نے سینے پر ہاتھ رکھ کر ٹھیٹ ہندوستانی عشقیہ

انداز میں کہا۔

"بکواس بند کرو۔" لڑکی مسکرا کر بولی۔ "میں تمہیں ایک دلچسپ خبر سنانے آئی ہوں۔"

"ایک نہیں دو سناؤ۔"

"تمہارا آفیسر فریدی ایک حقیر کیڑے کی طرح ہمارے ہاتھوں بے بس ہو چکا ہے جس پر ہمارے ملک کو ناز تھا۔"

حمید نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور دیر تک ہنستا رہا۔ جب ہنس چکا تو بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "جب میں تمہارے جال میں پھنس گیا تو اس بیچارے کی کیا حقیقت ہے۔ وہ تو دراصل میرا شاگرد ہے۔ کام میں کرتا ہوں اور نام اسکا مشہور ہوتا ہے۔ خیر...... چھوڑو...... ہٹاؤ...... پھر کیا رہی؟"

"کیا......؟"

"بات یہ ہے۔" حمید نے کہا اور خاموش ہو گیا۔ پھر تھوڑی ہچکچاہٹ کے ساتھ بولا۔ "مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میں تم پر عاشق ہو گیا ہوں۔"

"بکو نہیں...... چپ چاپ سو جاؤ۔ اگر شور مچاؤ گے تو سختی کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔"

"ریٹا ڈارلنگ...... میں مر جاؤں گا۔"

"شش...... میرا نام ایڈنا ہے۔"

"ایڈنا......؟" حمید اپنے ہونٹ چاٹتا ہوا بولا۔ "کتنا پیارا نام ہے...... ایڈنا...... ارے او...... خدا کی قسم میں شاعر نہیں ہوں ورنہ اسی وقت ایک غزل کہہ کر تمہاری خدمت میں مطلع عرض کر دیتا۔"

"تمہارا نام حمید ہے نا......!" لڑکی ہنس کر بولی۔

"کسی دشمن نے اڑائی ہوگی۔ میرا نام ہمائیڈ ہے اور میں حضرت عیسیٰ کے گدھے کی بڑی عزت کرتا ہوں۔"

"بکو مت...... بدتمیز......!" لڑکی کا چہرہ بگڑ گیا۔

"اوہ معاف کرنا...... میں سمجھتا تھا کہ تم مذہبی عورت نہیں ہو۔"

"اچھا اب بکواس بند۔"

"چلو بند ہی سہی......لیکن ایک بات اور بتادو......وہ یہ کہ میں اپنے ہی ملک میں ہوں یا کہیں اور؟"

"تمہیں اس سے کوئی دلچسپی نہ ہونی چاہئے۔" لڑکی نے خشک لہجے میں کہا "تم صرف یہ سوچو کہ تمہیں سسکا سسکا کر مارا جائے گا یا ایک دم خاتمہ کردیا جائے گا۔"

"بھئی مرنے جینے کی تو اپنی نظروں میں کوئی وقعت ہی نہیں اور پھر ایسی صورت میں جب کہ خنجر تمہارے ہاتھ میں ہو۔"

"شٹ اپ......!" ایڈنا نے کہا اور کمرے سے باہر چلی گئی۔

مجبوراً حمید لیٹ گیا۔

دوسرے دن صبح اسے پھر اسی بڑے کمرے میں لے جایا گیا جہاں وہ اس سے پہلے ان پانچوں آدمیوں سے گفتگو کرچکا تھا۔ اس وقت ان پانچوں کے علاوہ چھ آدمی اور تھے جن میں ایڈنا بھی شامل تھی اور اس کا وہ ساتھی بھی جس کی ناک پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ فریدی درمیان میں کھڑا تھا۔ حمید کو دیکھتے ہی اچھل پڑا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔

حمید نے لوگوں کی نظریں بچا کر ایڈنا کو آنکھ ماردی اور فریدی کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا

"موت کے منہ میں بھی تم اپنی بیہودگی - از نہیں آتے۔" فریدی نے کہا۔

"وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن آپ کی آواز بھیک کیوں مانگ رہی ہے؟" حمید بولا۔

فریدی کی آواز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے سردی کی وجہ سے اس کا گلا بیٹھ گیا ہو۔

"سردی کا اثر ہے۔" فریدی نے کہا اور کمرے کے دوسرے لوگوں کو گھورنے لگا۔

"تم وہی ہو جس نے اس لڑکی سے ڈائری چھینی تھی۔" ایک نے فریدی کو مخاطب کیا۔

فریدی خاموش رہا تو اسی نے پھر کہا۔ "میں تمہیں سے پوچھ رہا ہوں۔"

"میں اس وقت تک کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہوجائے کہ میں کن لوگوں میں ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"تم بہت زیادہ بُرے لوگوں میں نہیں ہو۔"

"مجھے اور میرے ساتھی کو یہاں کیوں لایا گیا ہے؟" فریدی نے پوچھا۔

"ضرورتاً......!" جواب ملا۔ "تمہاری وجہ سے ہمارا بہت نقصان ہوا ہے۔"

فریدی انہیں معنی خیز نظروں سے دیکھتا رہا اور چند لمحے بعد بولا۔ "تم قاتل ہو۔ سازشی تم نے ہمارے ملک کو دو عظیم سائنسدانوں سے محروم کردیا۔"

"یہ غلط ہے۔" ان میں سے ایک بولا۔ "لیکن ہم ان کے قاتلوں سے واقف ہیں۔"

"تم لوگ ہو کون؟ چودھری کو کس لئے قتل کیا گیا؟ اس کا قاتل کون تھا......؟" فریدی نے ر کر کہا۔

"تم یہاں اس لئے نہیں لائے گئے کہ ہم تمہیں اس کی سراغ رسانی میں مدد دیں۔"

"ارے تو وہی بتاؤنا...... میں بہت مشغول آدمی ہوں۔" فریدی نے جھنجھلا کر کہا۔

"تمہیں پروفیسر درانی کے گھر کی تلاشی لینے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی تھی؟"

"مجھے اس پر سازشی ہونے کا شبہہ ہوا تھا۔"

"فضول بحثوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔" داہنی طرف کے دروازے سے آواز آئی۔

چونک کر مڑا۔ ایک لمبا تڑنگا آدمی فریدی کو گھور رہا تھا۔

"اس ڈائری میں کیا تھا......؟" اس نے فریدی کو مخاطب کیا۔

"تم مجھ سے بہتر جان سکتے ہو۔"

"تم نے اسے وہیں چھوڑ دیا تھا......؟"

"تاکہ میرا بھی وہی حشر نہ ہو، جو پروفیسر درانی کا ہوا تھا۔"

"کیا مطلب......؟" اجنبی چونک کر بولا۔

"مطلب بھی مجھ ہی سے پوچھو گے؟" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "تم نے درانی کو کیوں قتل کیا؟ اس لڑکی نے شلائر کا خون کیوں بہایا؟ تم لوگوں نے فریڈرک اور اس کے ساتھی کو نیم کیوں کردیا تھا؟ ظاہر ہے کہ اسی ڈائری کے لئے......!"

"درانی کے قتل کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔ اسے شلائر ہی نے مارا تھا۔"

"اور پروفیسر چودھری......؟" فریدی بولا۔

"اس کا گلا میں نے ہی اپنے ہاتھوں سے گھونٹا تھا۔" اجنبی نے کچھ ایسا منہ بنا کر کہا جیسے وہ

اس وقت بھی اپنے اس کارنامے کی لذت محسوس کر رہا ہو۔

"کیوں......؟"

"یہ سب پوچھ کر کیا کرو گے؟" اجنبی مسکرا کر بولا۔ پھر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔ "ا
دونوں کو ٹھکانے لگا دو۔ اگر یہ اس ڈائری کے متعلق کچھ جانتے بھی ہیں تو انہوں نے سرکاری طو
پر اس کی کوئی رپورٹ نہیں دی۔"

"میں اس ڈائری کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن جاننے کی خواہش
ضرور رکھتا ہوں۔"

اجنبی کوئی جواب دیئے بغیر جانے کے لئے مڑا۔

"ٹھہرو میرے دوست......!" فریدی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اجنبی رک کر اس کی طرف
دیکھنے لگا۔ فریدی پھر بولا۔ "ظاہر ہے کہ ہم لوگ یہاں سے واپس نہیں جاسکتے۔ کیونکہ ہم یہ
نہیں جانتے کہ ہم کس مقام پر ہیں۔"

"پھر......؟"

"مرنے سے پہلے میری ایک خواہش پوری کردو۔"

"کیا......؟" اجنبی نے مسکرا کر پوچھا۔

"اس ڈائری میں کیا تھا......؟ جس کے لئے اتنا ہنگامہ برپا ہوا۔"

"ننھے بچے......!" اجنبی نے قہقہہ لگایا۔ "میں نے تمہاری شہرت سنی ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ
تم تھوڑے بہت ذہین ضرور ہو گے۔"

"تو تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں ذہین نہیں ہوں۔"

"ذہین......!" اجنبی نے ایک تضحیک آمیز قہقہہ لگایا۔ "اگر تم ذرہ برابر بھی ذہین ہوتے تو
پروفیسر چودھری کے کنوئیں سے برآمد ہونے والے ہڈیوں کے ڈھانچے کو شہرت نہ دیتے۔ تم
جانتے تھے کہ چودھری کا بھوت فرضی تھا۔ تم یہ بھی جانتے تھے کہ چودھری کے مکان میں ایک
سے زیادہ ایسی پارٹیاں دلچسپی لے رہی ہیں جو ایک دوسرے کی مخالف ہیں۔ اگر تمہاری جگہ میں
ہوتا تو اس ڈھانچے کو چپ چاپ دبا کر تماشا دیکھتا اور پھر مجھے یہ بات معلوم کر لینے میں ذرا بھی

ڈواری نہ ہوتی کہ وہ سب کس لئے ہو رہا تھا۔"

"میں بہت پہلے اپنی شکست تسلیم کر چکا ہوں۔" فریدی نے آہستہ سے کہا اور حمید حیرت
ے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ فریدی کا یہ جملہ اس کے لئے ایک سانحہ تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ فریدی کی
ردی ناقابل تسخیر ہے۔

"خیر سنو......!" اجنبی فخریہ انداز میں بولا۔ "میں تمہارے ملک سے ایک قیمتی راز لئے
ارہا ہوں۔ میں اسے دنیا کے کسی بھی جنگ باز ملک کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہوں۔"

وہ خاموش ہو کر فریدی کی طرف پرغرور انداز میں دیکھنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "یہ
ِ انتہائی خطرناک گیس کا فارمولا ہے...... ایسی گیس جن کی تھوڑی سی مقدار تقریباً دو سو میل
کے گھیرے میں اثر انداز ہو سکتی ہے...... بستیوں کی بستیاں ویران کی جاسکتی ہیں۔ نہ اس میں
ہوگی کا ڈر نہ یتیمی کا خوف...... بس ایک طرف سے چھڑکاؤ...... دو سو میل کے اندر کا ایک بھی
ی روح زندہ نہیں رہ سکتا...... کیا سمجھے...... یہ تمہارے اسی پروفیسر چودھری کی ایجاد ہے اور اس
ائری میں اسی کا فارمولا درج ہے۔"

"لیکن وہ ڈائری تو پروفیسر درانی کی ہے۔" فریدی نے کہا۔

"نہیں...... وہ چودھری ہی کی ڈائری ہے۔"

"تو چودھری کے یہاں تم لوگ اسی کی تلاش میں تھے؟" فریدی نے پوچھا۔

"ہاں...... اور چودھری کا بھوت بھی میں ہی تھا...... لیکن تم اس عجیب و غریب پینٹ کی
ریف نہیں کرو گے؟ جس سے میرا چہرہ انگارے کی طرح دہکنے لگتا تھا۔"

"وہ میرے لئے کوئی نئی چیز نہیں۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

اجنبی چند لمحے حیرت سے اسے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "کیا واقعی تم اتنے نڈر ہو جیسا کہ ظاہر
کرتے ہو؟"

"تم نے بھی اپنے احمق ساتھیوں کی طرح وہی بات چھیڑ دی۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں تو تمہیں اس گیس کا علم کیونکر ہوا تھا......؟"

اجنبی چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"۱۹۵۰ء کی بین الاقوامی سائنس کانفرنس میں پروفیسر چودھری نے اس قسم کی گیس کی تشکیل کے امکانات پر اظہار خیال کیا تھا اور یہ بات کہی تھی کہ اس سے ایٹمی توانائی کی طرح تعمیری کام بھی لئے جاسکیں گے۔ پہلے میں نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ لیکن کچھ ہی دنوں بعد مجھے معلوم ہوا کہ مختلف ممالک کے جاسوس چودھری کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ اس معاملے میں شلائر اور فریڈرک پیش پیش تھے۔ لیکن چودھری نے انہیں اس کی ہوا بھی نہ لگنے دی۔"

اجنبی خاموش ہوگیا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر فریدی کو گھورتا ہوا پُرخیال انداز میں بولا۔

"شلائر اور فریڈرک نے چودھری کے اسسٹنٹ پر ڈورے ڈالے اور کسی طرح اس سے یہ معلوم کر لینے میں کامیاب ہوگئے کہ چودھری نے ایک مختصر سے تجربے کے بعد اس گیس کا فارمولا ترتیب دے لیا ہے اور پھر وہ بُری طرح چودھری کے پیچھے پڑ گئے۔ میں سب کچھ خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ ایک رات عجیب اتفاق پیش آیا۔ ہم تینوں الگ الگ ایک دوسرے سے مطلق بے خبر چودھری کی کوٹھی میں پہنچ گئے۔ میں نے تو یہ سوچا تھا کہ چودھری کو اغواء کروں گا۔ شاید ان دونوں کی بھی یہی سکیم رہی ہو۔ بہر حال میں اس وقت اس کمرے میں پہنچا۔ جب فریڈرک اور شلائر وہیں پر ایک دوسرے سے دست و گریبان تھے چودھری شائد سوتے سوتے جاگ پڑا تھا اور اس کشش و پنج میں تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔ میں نے چپکے سے کمرے میں داخل ہو کر بجلی بجھا دی اور چودھری کو پیٹھ پر لاد کر لے بھاگا۔ لیکن مجھے ایک دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔ شلائر اور فریڈرک کے ساتھی نیچے موجود تھے اور میں تنہا تھا۔ میں چوکور کنوئیں کے قریب والی جھاڑیوں میں گھس گیا۔ ان دونوں کے ساتھیوں کی نظر مجھ پر نہیں پڑی۔ چودھری کو سنبھالنا دشوار ہو رہا تھا۔ وہ مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں تھا لیکن پھر بھی میں نے سوچا کہ کہیں اس جدوجہد میں ان لوگوں کی نظر ہم پر نہ پڑ جائے۔ لہٰذا میں نے چودھری کا گلا گھونٹنا شروع کیا۔ ارادہ صرف یہ تھا کہ اسے اس طرح بیہوش کردوں۔ مار ڈالنے کی نیت نہیں تھی۔ مگر تھوڑی دیر بعد میں نے محسوس کیا کہ وہ مر چکا ہے۔ بہر حال میرا پورا پروگرام اپ سٹ ہوگیا۔ مجھے امید تھی کہ چودھری نے وہ فارمولا کہیں نہ کہیں لکھ کر ضرور چھوڑا ہوگا۔ میں نے چودھری کی لاش اس کنوئیں میں دبا دی اور چپ چاپ واپس آگیا۔

وہ پھر خاموش ہوگیا اور تھوڑی دیر بعد مسکرا کر بولا۔ "لیکن تم نے جس طرح وہ ڈھانچہ اس

کنوئیں سے برآمد کیا قابل تعریف ہے۔ تمہاری ذہانت میں شبہ نہیں۔ لیکن مجھ سے یہ ہرگز نہ پوچھنا کہ میں کون ہوں۔"

"اوہو......!" فریدی نے قہقہہ لگایا۔ "تو تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہیں نہیں جانتا۔"

اجنبی چونک پڑا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں مسکرا کر بولا۔ "تمہیں اب اپنی چالبازیوں سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔"

"میرا خیال ہے کہ شاید تمہارے ساتھی بھی تمہاری اصلی شخصیت سے واقف نہ ہوں۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

"کیا......؟" اجنبی کی آنکھیں پھیل گئیں اور ان سے درندگی جھلکنے لگی۔

"خیر چھوڑو ہٹاؤ......!" فریدی نے ہنس کر کہا۔ "تم نے وعدہ کیا تھا کہ میرے مرنے سے پہلے مجھے سب کچھ بتا دو گے۔"

"تم جاسکتے ہو۔" اجنبی نے کمرے کے بقیہ لوگوں سے کہا۔ وہ سب اس طرح اٹھے جیسے اخیر ہونے پر شاید انہیں اپنی جانوں سے ہاتھ دھونے پڑیں۔

"بیٹھ جاؤ......!" اجنبی نے فریدی اور حمید کو پتھر کی کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"آخر آپ کیا کرنے جارہے ہیں؟" حمید نے اردو میں کہا۔

"بس دیکھتے جاؤ۔" فریدی بولا۔

اجنبی خاموش تھا۔ اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ اب گفتگو شروع کرنے کے لئے یا تو مناسب الفاظ تلاش کر رہا ہے یا موضوع ڈھونڈ رہا ہو۔

دفعتاً باہر ایک ایسا خوفناک دھماکہ ہوا کہ وہ سب سناٹے میں آگئے اور پھر اجنبی چیخ کر بے تحاشہ دروازے کی طرف دوڑا۔

آخری منظر

حمید منہ پھاڑے فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''یہ کیا ہوا......؟'' حمید آہستہ سے بڑبڑایا۔

''ان کا زیپلن تباہ ہو گیا......!'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''زیپلن یا راکٹ......؟''

''حقیقتاً نہ وہ زیپلن تھا اور نہ راکٹ۔ کوئی نئی ایجاد تھی۔''

''لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ زیپلن ہی تباہ ہوا ہے۔'' حمید نے کہا۔

''اسے تباہ ہونا ہی تھا۔'' فریدی فخریہ انداز میں مسکرا کر بولا۔ ''ورنہ فریدی انہیں بے بس کس طرح کرتا۔''

حمید دروازے کی طرف بڑھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ فریدی نے اسے آنکھ کے اشارے سے روک دیا۔

دفعتاً باہر...... ''آگ...... آگ......'' کا شور سنائی دیا۔

''بھاگو......!'' فریدی دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

دونوں بے تحاشہ دوڑتے ہوئے باہر نکل آئے۔ اس راکٹ نما مشین کا ڈھانچہ آگ کی لپٹوں میں گھرا ہوا تھا۔ عمارت کے ایک حصے سے بھی شعلے بلند ہو رہے تھے۔ عمارت کے مکین مخالف سمت میں بے تحاشہ دوڑے جا رہے تھے۔

''یہ کیوں بھاگ رہے ہیں۔'' حمید نے احمقوں کی طرح پوچھا۔

''بھاگو، جلدی کرو۔'' فریدی بھی اسی طرف دوڑنے لگا۔ حمید بھی اس کے ساتھ دوڑ رہا تھا۔

''آخر یہ کیوں بھاگ رہے ہیں؟'' وہ ہانپتا ہوا بولا۔

''تم واقعی ڈیوٹ ہو۔'' فریدی نے کہا۔ ''اس عمارت میں اس کا میگزین بھی ہے۔ معلوم نہیں وہ ڈائری کہاں ہے۔''

حمید نے ایڈنا کو لڑکھڑاتے دیکھا لیکن اس کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی اسے اٹھانے کے لئے نہ رکا۔ پھر اس نے زخمی ناک والے کو دیکھا۔ جو بقیہ ساتھیوں سے کٹ کر پلٹ پڑا تھا۔ اس نے جھک کر ایڈنا کو اٹھایا اور اپنے کاندھے پر لاد کر پھر دوڑنے لگا۔

دفعتاً پھر ایک زوردار دھماکہ سنائی دیا۔ حمید گھبرا کر مڑا۔ عمارت کے پرخچے اڑ گئے تھے۔ وہ دونوں اور تیزی سے دوڑنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے ان سبھوں کو جالیا۔

وہ قوی ہیکل اجنبی جس سے وہ تھوڑی دیر قبل گفتگو کر رہے تھے کسی ایسی زبان میں اپنے ساتھیوں پر برس رہا تھا جو اُن کے لئے نئی تھی۔

''اے دوست......!'' فریدی اس سے نرم لہجے میں بولا۔ ''اس ڈائری کا کیا ہوا؟ میں بقیہ داستان سننے کے لئے بے چین ہوں۔''

''داستان......!'' وہ دانت پیس کر فریدی کی طرف لپکا۔ اگر وہ وار خالی نہ دیتا تو اس کا گھونسا اس کی پیشانی پر پڑتا۔

''اے دوست! تم نے وعدہ کیا تھا۔''

''شٹ اپ......!'' اجنبی حلق کے بل چیخا اور اپنے ساتھیوں سے گرج کر بولا۔ ''ان دونوں کی دھجیاں اڑا دو۔''

''نہیں پیارے گارساں......!'' ایک طرف سے آواز آئی۔

حمید نے چونک کر دیکھا۔ زخمی ناک والا اپنے دونوں ہاتھوں میں دو ریوالور تھامے کھڑا تھا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ ''بقیہ داستان تمہیں سنانی پڑے گی...... اور تم سب اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے رکھو۔''

''اوہ...... شیفرڈ! کتے......'' گارساں غصے میں اپنے بال نوچتا ہوا بولا۔

''وہ کتا تو چاند ماری کے میدان میں دفن ہے۔'' زخمی ناک والے نے سنجیدگی کے ساتھ کہا۔

حمید اس کی آواز پہچان کر بے اختیار اچھل پڑا۔

یہ فریدی کی آواز تھی۔

لیکن فریدی تو اپنی صحیح شکل و صورت میں اس کے قریب کھڑا تھا۔ لیکن وہ پہلے سے کچھ دبلا

ضرور نظر آ رہا تھا۔

"ان کی ٹائیوں سے ان کے ہاتھ ان کی پشتوں پر جکڑ دو۔" زخمی ناک والے نے فریدی اور حمید کو اشارہ کیا اور پھر دوسرے آدمیوں کو مخاطب کر کے بولا۔ "تم صرف دس ہو اور میرے قبضے میں بارہ گولیاں ہیں اور یہ بھی سمجھ لو کہ میرا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا۔"

فریدی اور حمید بتائے ہوئے کام میں مشغول ہو گئے۔

ایک آدمی نے جدوجہد کرنی چاہی لیکن دوسرے ہی لمحے میں زخمی ناک والے کے ریوالور کا فائر اس کا کام تمام کر چکا تھا...... اور...... بقیہ لوگ کانپ کر رہ گئے۔

گارساں شعلہ باز نظروں سے زخمی ناک والے کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی ناک پر ابھی تک پٹی بندھی ہوئی تھی لیکن آواز سے اب ایسا نہیں معلوم ہو رہا تھا کہ اس کی ناک زخمی ہے۔

"میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔" اس نے بے دردی سے ہنس کر کہا۔ "تم سب یہیں سو جاؤ گے۔"

"ایڈنا ڈارلنگ...... اب بتاؤ۔" حمید ایڈنا کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ بدستور سر جھکائے کھڑی رہی۔

سب کو باندھ چکنے کے بعد وہ دونوں گارساں کی طرف متوجہ ہوئے۔ لیکن جیسے ہی وہ اس کے قریب پہنچے وہ ان دونوں پر ٹوٹ پڑا۔ زخمی ناک والے کے ریوالور سے پھر ایک شعلہ نکلا اور گارساں چیخ کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے اپنی بائیں ران داہنے ہاتھ سے دبا رکھی تھی۔ گولی ران میں لگی تھی۔ لیکن اس نے اپنا ہاتھ ران پر سے ہٹا لیا اور تن کر کھڑا ہو گیا۔ فریدی اور حمید جیسے ہی آگے بڑھے اس نے پھر ان پر حملہ کر دیا۔ فائر ہوا۔ اس بار گولی اس کے داہنے بازو پر لگی تھی۔ لیکن اس نے فریدی اور حمید کی گردنیں نہ چھوڑیں۔ حمید کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی انگلیاں آہستہ آہستہ اس کی گردن میں اترتی جا رہی ہوں۔

ایڈنا اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے زخمی ناک والے کو گھور رہی تھی۔

زخمی ناک والے نے آگے بڑھ کر ریوالور کا دستہ گارساں کے سر پر مار دیا۔ وہ پھر ان دونوں کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے سر سے بھی خون بہنے لگا تھا اس نے جھنجھلاہٹ میں اپنا خون بھرا ہاتھ اپنے چہرے پر مل لیا اور پہلے سے بھی زیادہ خوفناک دکھائی دینے لگا۔ لیکن اس کے

ہم کے تناؤ میں اب بھی کوئی فرق نہ آیا تھا۔ وہ ایک زخمی شیر کی طرح دھاڑ رہا تھا۔

"ہاں پیارے...... وہ بقیہ داستان......!" زخمی ناک والا ہنس کر بولا۔ اب گارساں اس پر ہپٹ پڑا۔ لیکن اس بار اس نے فائر کرنے کے بجائے صرف پستول کے دستے سے کام لیا اور ں کی پیشانی سے بھی لہو رسنے لگا۔

"فضول ہے...... خبیث کے فرزند......!" زخمی ناک والے نے کہا اور اسے دھکا دے ا۔ گارساں کولہوں کے بل دھب سے زمین پر آ رہا۔ وہ غصے میں شور مچاتا ہوا اپنے سر کے بال چ رہا تھا۔

"ہاں بیٹے! وہ بقیہ داستان۔" زخمی ناک والے کے لہجے میں بلا کی سفاکی تھی۔

گارساں نے اس کی طرف تھوک دیا۔

"خیر بیٹے۔" وہ ہنس کر بولا۔ "تم نے اپنی داستان بڑے فخریہ انداز میں سنائی تھی۔ اب وڑی سی میری بھی سن لو...... جسے تم فریدی سمجھ رہے ہو۔ وہ فریدی کا ایک شاگرد انور ہے اور یدی یہ خاکسار ہے۔"

حمید نے انور کی طرف دیکھا، جو فریدی کی شکل میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔ کتنا کامیاب میک پ تھا۔

"تمہارے ساتھیوں نے مجھے چیلنج کر کے انتہائی حماقت کا ثبوت دیا تھا۔"

فریدی پھر بولا۔ "چاند ماری کے میدان میں اتفاق سے تمہارا آدمی شیفرڈ میرے ہاتھ لگ لیا جسے میں پہلے بھی ہارلے بلڈنگ میں دیکھ چکا تھا۔ بہر حال میں نے گلا گھونٹ کر اس کا خاتمہ لردیا۔"

حمید کے ذہن میں اس رات کے واقعات چکر لگانے لگے جب اس نے فریدی کو اپنے اندھے پر ایک لاش اٹھائے دیکھا تھا۔

"ہاں تو اے دنیا کے پراسرار ترین آدمی گارساں۔" فریدی بولا۔ "میں نے شیفرڈ کو وہیں لہ گڑھے میں دفن کر دیا اور خود پر اس کا میک اپ کر کے ہارلے بلڈنگ پہنچ گیا۔ میرا اندازہ ست تھا۔ تمہارے سارے ساتھی وہیں مقیم تھے۔ میں نے اپنی ناک پر پٹی باندھ لی تھی تا کہ

ناک زخمی ہونے کا بہانہ کر کے آزادی سے اپنی آواز بدل سکوں...... تمہارے کسی آدمی کو مجھ
ذرہ برابر بھی شبہ نہ ہوا۔ پھر دوسرے دن جب وہ مجھے پکڑنے کی اسکیم بنا رہے تھے میں نے ایک
زبردست قسم کھائی اور عہد کیا کہ میں یا تو فریدی کو پکڑ لاؤں گا یا پھر زندگی بھر انہیں اپنی شکل
دکھاؤں گا...... لہٰذا میں فریدی کو پکڑ لایا۔''

فریدی نے انور کو آنکھ ماری۔

''اور یہ چوہیا......!'' فریدی نے ایڈنا کی طرف اشارہ کیا۔ ''جو بڑی دانش مند تھی آخر
چکر میں آ ہی گئی۔''

گارساں پھر چیخ کر فریدی کی طرف جھپٹا مگر اسے پہلے ہی کی طرح زمین پر بیٹھ جانا پڑا
کیونکہ یہ اس کے سر پر تیسرا زخم تھا...... اور پہلے کے زخموں سے گہرا بھی۔

''اس کے بھی ہاتھ باندھ دو......!'' فریدی نے حمید اور انور سے کہا۔

گارساں زیادہ دیر تک جدوجہد جاری نہ رکھ سکا۔ اس کے جسم سے کافی خون بہہ گیا تھا۔

حمید نے اس کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ دیئے۔

''اور اس کا کیا ہوگا......؟'' حمید نے ایڈنا کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''اس کا آملیٹ بنے گا۔'' فریدی ہنس کر بولا۔ پھر گارساں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''
ڈائری کہاں ہے؟''

گارساں پاگلوں کی طرح ہنس پڑا اور اس نے اپنا چہرہ گھما کر اس خاک کے ڈھیر کی طرف
اشارہ کیا جو کچھ دیر قبل ایک عمارت کی شکل میں تھا۔

انور کو یقین نہ آیا۔ اس نے اس کی جامہ تلاشی لی لیکن ڈائری برآمد نہ کر سکا۔

''ہم واپس کس طرح جائیں گے؟'' حمید نے پوچھا۔

''تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم اپنی سرزمین میں نہیں ہو؟''

''میرا تو یہی خیال ہے۔''

''غلط خیال ہے...... ہم رام گڈھ سے بمشکل تمام دس یا پندرہ میل کے فاصلے پر ہوں گے''

''رام گڈھ......؟'' حمید اچھل کر بولا۔

''ہاں تمہیں حیرت کیوں ہے۔''

''اپنے یہاں سے رام گڈھ کا فاصلہ کیا ہے؟'' حمید نے کہا۔

''تقریباً ڈیڑھ ہزار میل۔''

''اور ہم نے چند گھنٹوں میں یہ مسافت طے کر لی تھی۔ میرا خیال ہے کہ بمشکل دو گھنٹے
ن ہوئے ہوں گے۔''

''نکی وہ اڑنے والی مشین انتہائی حیرت انگیز تھی۔ تمہیں یاد ہے کہ تم کہاں سے اڑے تھے؟''

''مجھے ہوش نہیں تھا۔''

''تمہیں سن کر حیرت ہوگی کہ وہ مشین ہارلے بلڈنگ کی چھت پر اترا کرتی تھی اور وہیں
پرواز بھی کرتی تھی۔ اس میں آواز اتنی کم پیدا ہوتی تھی کہ پڑوس والے تک اس کے وجود
لاعلم تھے اور اندھیری رات میں وہ لوگوں کی نظروں سے بچ کر پرواز کر جاتی تھی۔''

فریدی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر گارساں سے کہنے لگا۔ ''جانتے ہو تمہاری اڑنے
مشین کا کیا حشر ہوا......؟''

گارساں کچھ نہ بولا۔

''یہ تمہارے ہی میگزین کے ایک ٹائم بم کا کرشمہ تھا۔ میں نے پچھلی رات کو اس عمارت کا
ایک گوشہ دیکھ ڈالا تھا اور وہ بم اس مشین میں آج صبح رکھا گیا تھا...... کیا سمجھے...... مجھے
نہیں آتا کہ تم وہی گارساں ہو جس کیلئے ساری دنیا حیران ہے...... مگر یار میں ناحق یہ کہہ رہا
اگر مجھے تمہارا وہ ہاتھی نما ٹرانسمیٹر اور وہ چھڑی نہ ملتی تو میں بھی اندھیرے ہی میں رہتا۔''

وہ قیدیوں کو لے کر عمارت کے ملبے کے قریب آئے۔ ڈائری کا خیال فضول ہی تھا اس کی
جیاں اڑ گئی ہوں گی۔

حمید اب بھی سوچ رہا تھا کہ اس ڈائری میں کیا تھا اور اس کا علم گارساں کو کس طرح ہوا
کیا اسی میں اس گیس کا فارمولا درج تھا؟

''یہ گاؤں......!'' فریدی گہری وادی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ''آج سے چھ سال قبل
تھا۔ بدھ مذہب کے لوگوں کی آبادی تھی۔ اچانک ہیضہ پھیلا اور پورا گاؤں صاف ہو گیا اور

جو بچ گئے...... پھر انہوں نے ادھر کا رخ نہ کیا۔"

کارواں چل پڑا۔

قیدی آگے تھے اور وہ تینوں ان کے پیچھے چل رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ریوالو
تھے۔ ایڈنا کے ہاتھ بھی انور نے اپنی ٹائی سے باندھ دیئے تھے۔ قیدی سر جھکائے چل رہے
تھے۔ ان کی چال سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سب اپنے کسی خاص عزیز کو دفن کر کے قبرستان
سے لوٹ رہے ہوں۔

"بقیہ داستان تو رہ ہی گئی۔" انور ہنس کر بولا۔

"بقیہ داستان مجھے معلوم ہے۔" فریدی نے کہا۔ "فریڈرک بیان دے کر مرا ہے۔ اس
کے بیان سے میں نے جو نتائج اخذ کئے ہیں میرے خیال سے وہ غلط نہیں۔ پروفیسر چودھری کو
دفن کر دینے کے بعد گارساں عرصہ تک اس خیال میں رہا کہ چودھری نے اس فارمولے کے
متعلق کوئی تحریر ضرور چھوڑی ہوگی۔ فریڈرک اور شلائر چودھری کی تلاش میں رہے۔ ان کا خیال
تھا کہ وہ کہیں روپوش ہو گیا۔ شلائر بہت بڑا عیار تھا۔ اس نے کسی طرح چودھری کے اسسٹنٹ
سے یہ معلوم کر لیا کہ چودھری کے سارے فارمولے اس کی ڈائری میں رہا کرتے تھے۔ لیکن وہ
بھی اسی خیال میں تھا کہ چودھری ان کے خوف سے کہیں روپوش ہو گیا ہے۔ لہٰذا وہ اپنی ڈائری
بھی اپنے ساتھ لے گیا ہوگا۔ اس کے برخلاف جب اس ڈائری کا علم گارساں کو ہوا تو اس نے
چودھری کی کوٹھی میں اس کی تلاش شروع کر دی اور پھر جب اس نے یہ دیکھا کہ شلائر اور فریڈرک
بھی چودھری کا چکر چھوڑ کر اسی ڈائری کی فکر میں پڑ گئے ہیں تو اس نے چودھری کے بھوت کا
ڈھونگ رچایا تاکہ کم از کم چودھری کے گھر والے اس کی سرگرمیوں میں حارج نہ ہو سکیں۔ چودھری
کے اسسٹنٹ نے دو ماہ تک اس کا انتظار کیا۔ پھر اس نے پروفیسر درانی کے یہاں ملازمت
کر لی۔ اس کا وہ سیکریٹری جو لاپتہ ہے وہی تھا۔ لاپتہ کیا...... وہ بیچارہ بھی اب اس دنیا میں نہیں۔"

"کیوں اسے کیا ہوا......؟" انور چونک کر بولا۔

"شلائر نے اسے بھی ختم کر دیا۔" فریدی نے کہا۔ "فریڈرک سائے کی طرح شلائر کے
پیچھے لگا رہتا تھا اور اسے اس کے متعلق سب کچھ معلوم تھا۔ وہ اس کے معمولی سے معمولی پروگرا

ے واقف رہتا تھا۔ ہاں تو پروفیسر درانی کو اپنے سیکریٹری پر بڑا اعتماد تھا جس دن اس کنوئیں سے
دھری کا پنجر برآمد ہوا تھا اسی دن شاید اس خبر سے متاثر ہو کر درانی نے سیکریٹری کو بتایا کہ
دھری نے اپنی گمشدگی سے دو دن قبل اسے اپنی ڈائری دی تھی اور کہا تھا کہ وہ اسے حفاظت
ے رکھے کیونکہ اسے ان لوگوں میں کچھ غیر ملکی جاسوسوں کا شبہ ہو گیا تھا، جو اسے اس کے مداح
ر گھیرے رہا کرتے تھے۔ سیکریٹری خود بھی عرصے سے اس ڈائری کی تلاش میں تھا۔ اس وقت
نے درانی سے اس کے متعلق کوئی بات نہ کی۔ اسی دن اتفاق سے اس کی ملاقات شلائر سے
ئی۔ وہ اسے ایک جرمن سائنسدان کی حیثیت سے جانتا تھا۔ اس نے اسے اکثر چودھری کے
اتھ بھی دیکھا تھا۔ غالباً اس نے سوچا ہوگا اگر اسے ڈائری مل بھی گئی تو وہ کہاں اس کا سودا کرتا
رے گا کیوں نہ اس کا تذکرہ اس جرمن سائنسدان سے کرے۔ لہٰذا اس نے شلائر سے اس کا
کرہ کیا۔ وہ تو تھا ہی اسی چکر میں۔ معاملہ پچیس ہزار پر طے ہو گیا اور دونوں نے اسے پروفیسر
انی کی کوٹھی میں تلاش کرنے کی اسکیم بنائی۔ لیکن بھلا شلائر اسے کس طرح گوارا کر لیتا کہ اس
ز میں اس کا کوئی شریک بھی ہو۔ اس کے لئے اتنی ہی اطلاع کافی تھی کہ وہ ڈائری پروفیسر
انی کی کوٹھی میں موجود ہے۔ اس نے اسی شام کو پروفیسر درانی کے سیکریٹری کو ٹھکانے لگا دیا۔
یڈرک نے اس جگہ کی نشاندہی کی تھی جہاں اس کی لاش دفن کی گئی تھی۔ میں تو ادھر پھنس گیا
لن مجھے یقین ہے کہ پولیس نے اسے برآمد کر لیا ہوگا۔"

فریدی خاموش ہو کر سگار سلگانے لگا۔ وہ ابھی تک شیفرڈ ہی کے بھیس میں تھا اور اس کی
ل پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ انور نے بھی اپنا میک اپ نہیں بگاڑا تھا۔

"ہاں تو میں کیا کہہ رہا تھا......؟" وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔ "ٹھیک ہے...... اسی رات کو
لائر پروفیسر کی کوٹھی میں گھسا۔ فریڈرک بھی اس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ اسے اطمینان تھا کہ اگر وہ
ائری شلائر کے ہاتھ لگ بھی گئی تو وہ اسے اس سے بزور حاصل کر لے گا۔ لیکن وہ اس تیسری
رٹی سے خائف ضرور تھا۔ جس کے متعلق وہ کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ مرتے دم تک اسے اس کا علم
ہوسکا کہ تیسری پارٹی کا تعلق گارساں سے تھا۔ بہر حال شلائر اس کی تلاش میں تھا کہ اس کی
بیگم درانی ست...ی۔ وہ اس کی خواب گاہ میں گھس گیا تھا۔ وہیں اسے پروفیسر سے دوچار ہونا

پڑا اور پھر اس نے اس سے پیچھا چھڑانے کے لئے اسے قتل کر دیا۔ دوسری رات کو شلائر نے ڈائری کا پتہ لگالیا......اور اس کے بعد تو تم جانتے ہی ہو۔"

"اس کا افسوس ہے کہ وہ ڈائری ضائع ہوگئی۔" حمید بولا۔

"مجھے قطعی افسوس نہیں۔ اس کا ضائع ہوجانا ہی اچھا ہوا۔ کیونکہ آدمی ابھی ارتقا کی اس منزل پر نہیں پہنچا جہاں پر فرشتے کا گمان ہو سکے۔"

حمید اکتاہٹ میں مبتلا ہوجانے کے خوف سے اپنا ذہن ادھر اُدھر ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ آگے بڑھ کر ایڈنا کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

"ہیلو ڈارلنگ......اب ہم لوگوں کے متعلق کیا خیال ہے کیا میں اب بھی تمہیں بارش میں بھیگا ہوا اُلو معلوم ہوتا ہوں؟"

"شٹ اپ......!" وہ بھنا کر بولی۔

"خواہ مخواہ تمہاری عزت کرنے کو دل چاہتا ہے۔"

"خدا کے لئے مجھے پریشان مت کرو۔"

ایڈنا چلتے چلتے رک کر فریدی کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔

"کیا بات ہے؟" فریدی نے پوچھا۔

"یا تو اس سے میرا پیچھا چھڑاؤ......یا مجھے گولی ماردو۔"

"اچھا......چلو......تم آگے چلو۔" فریدی نے اس سے کہا اور حمید کی گردن پکڑلی۔

"دیکھئے......خدا کی قسم آپ ہر معاملے میں ٹانگ نہ اڑایا کیجئے۔"

"کیوں پریشان کر رہا ہے اسے؟"

"کیوں؟" حمید جھلا کر بولا۔ "کیا اسے متبنیٰ کرنے کا ارادہ ہے۔ اگر ایسا خیال ہے تو میرے باپ کو بھی فرزندی میں قبول فرمائیے۔"

انور اس کی پیٹھ پر ایک دھول جما کر ہنسنے لگا۔

ختم شد

جاسوسی دنیا نمبر 26

دوہرا قتل

(مکمل ناول)

ہمزاد

جھن جھناک......

نوکر کے ہاتھ سے تلوار نکل کر دور جا گری اور وہ احمقوں کی طرح منہ کھولے اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے کھڑا رہا۔

''چلو اٹھاؤ...... پھسڈی۔'' حمید اپنی تلوار کو خلاء میں گردش دیتا ہوا للکارا۔

''بیٹا یہ سپہ گری ہے...... ہنسی کھیل نہیں۔''

''اب میں ہاتھ جوڑتا ہوں صاحب۔'' نوکر گڑگڑا کر بولا۔

''ابے تم پٹھان ہو۔''

''باپ دادا رہے ہوں گے؟ میں تو......!''

''چلو کچھ نہیں...... اٹھاؤ تلوار...... شاباش...... بس دو دو ہاتھ اور......!''

''اور جو ابکی لگ ہی گئی؟''

''اچھا اچھا...... میں احتیاط کروں گا۔''

نوکر نے طوعاً و کرہاً پھر تلوار اٹھائی اور الٹے سیدھے ہاتھ مارنے لگا۔ حمید کو صبح سے اختلاج ہو رہا تھا۔ کئی بار کسی نئے مشغلے کی دریافت کے سلسلے میں ذہن کو جھٹکے دیئے، لیکن کچھ نہ سوجھا۔ اتوار کا دن تھا۔ فریدی بھی گھر پر موجود نہیں تھا کہ اُسی سے تھوڑی دیر بکواس کر کے دل بہلاتا۔ اُس نے اپنے اس اختلاج کے لئے بھی اتوار ہی کا دن مقرر کر رکھا تھا۔ عموماً سنیچر کی شام ہی سے

ہجات میں مشغول ہو جاتا اور یہ سلسلہ کافی رات گئے تک جاری رہتا پھر سوتے سوتے تین بج تے اور اتوار کی صبح کو وہ معدے میں ہلکی سی گرانی لے کر بیدار ہوتا۔ معدے کے انجرات دل و غ سے ٹکراتے اور اختلاج شروع ہو جاتا۔ آج بھی یہی ہوا تھا۔ بڑی دیر تک اس کا اُکھڑا ہوا ن اُسے خیالی قلابازیاں کھلاتا رہا۔ آخر کار اس نے یہ فیصلہ کیا کہ کسی نوکر کو پکڑ کر تھوڑی دیر تک یرزنی ہی کی جائے۔ فریدی کی موجودگی میں وہ شاید اس کا خیال بھی دل میں نہ لاتا۔

نوکر بیچارہ بُری طرح خائف تھا۔ کئی بار تو اس کی چیخیں نکل گئی تھیں۔

ہر لحظہ اُسے ایسا ہی محسوس ہوتا تھا جیسے تلوار اب لگی اور تب لگی۔

''پوری قوت سے حملہ کرو۔'' وہ ہانپ رہا تھا۔

''اگر تمہارا ہاتھ رکا تو...... گردن صاف۔''

''ارے باپ رے۔'' وہ لرزتی ہوئی آواز میں چیخ کر پیچھے ہٹا۔

''دشمن سمجھ کر حملہ کرو۔'' حمید نے کہا۔

نوکر شروع ہی سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا، لیکن جان بچتی نظر نہیں آتی تھی۔ اس ر اس نے جھلا کر تلوار ماری اور حمید نے قہقہہ لگایا۔

''شاباش......!''

وہ پے در پے وار کرتا رہا۔ ظاہر ہے کہ اناڑی ہی تھا اس لئے جلد ہی ہانپنے لگا۔ وہ سمجھا تھا ہ شاید اسی طرح پیچھا چھوٹ جائے گا، لیکن تھکن کے علاوہ اور کچھ ہاتھ نہ لگا۔ آخر وہ تلوار نک کر برآمدے کی طرف بھاگ نکلا۔ تقریباً سارے ہی نوکر یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے قہقہے بلند کئے۔

''چل بے نصیر......!'' حمید نے ایک دوسرے نوکر سے کہا۔

''بخشئے سرکار......!''

''چل بے۔'' حمید حلق پھاڑ کر چیخا۔

پھر حمید اُسے گردن پکڑ کر لان پر کھینچ لایا۔

''ارے میں مرا......!'' وہ گھٹی ہوئی آواز میں چلایا۔

"شوپ راؤ......!"

مرتا کیا نہ کرتا...... اُسے بھی تلوار اٹھانی ہی پڑی، لیکن وہ اُسے اتنی احتیاط سے ہلا رہا تھا جیسے شیشے کی ہو۔ حمید نے جھپٹ کر تلوار ماری اور بوڑھا نصیرا ہائے کر کے چاروں خانے چت گر پڑا۔

اتنے میں ایک کار کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ حمید سمجھا شائد فریدی آ گیا۔ وہ نصیرا کی طرف دھیان دیئے بغیر مڑا...... کار فریدی کی نہیں تھی۔

ایک وجیہہ اور کافی تندرست جوان آدمی کار سے اتر رہا تھا۔ صورت حمید کے لئے بالکل نئی تھی۔ حمید نے تلوار کی نوک زمین پر ٹیک دی۔ دوسرا لمحہ یقیناً چونکا دینے والا تھا نہ صرف حمید بلکہ سارے نوکر حیرت زدہ رہ گئے۔ ایک ہی شکل وصورت کے دو آدمی اُن کے سامنے کھڑے تھے۔ ان کا لباس بھی یکساں تھا۔ قد میں بھی کوئی واضح فرق نہ نظر آیا۔ پھر وہ دونوں ان کی طرف بڑھے۔ دونوں کے پیر برابر سے اٹھ رہے تھے۔ ان کی چال میں بھی اختلاف نہیں تھا۔

"آداب عرض......!" دونوں نے ایک ساتھ کہا۔ "آواز میں فرق رہا بھی ہو تو ایسے موقعے پر اس طرف دھیان دینے کا کسے ہوش رہتا ہے۔"

"فرمایئے......!" حمید بوکھلا کر بولا۔

"انسپکٹر فریدی صاحب سے ملنا ہے۔" دونوں نے بیک وقت کہا۔

"وہ اس وقت موجود نہیں۔"

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔" اس بار بھی وہ ایک ساتھ ہی بولے۔

حمید ایک لحظہ انہیں گھورتا رہا پھر بولا۔

"آپ لوگ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔"

"میڈ غاسکر سے۔" دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

"اسم شریف......!"

"صغیر شاہد......!" دونوں نے کہا۔

"اور آپ کا......!" حمید دوسرے سے مخاطب ہوا۔

"صغیر شاہد......!" دونوں نے دہرایا۔

"یعنی آپ دونوں کا......!" حمید نے حیرت سے کہا۔

"دو......!" دونوں متحیر ہو کر بولے۔ "دو کون! میں تنہا ہوں! نہ جانے یہاں کے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ اگر فریدی صاحب نے بھی دو ہی کہا تب تو مصیبت آ جائے گی۔"

"یعنی......!" حمید چونک پڑا۔

"یعنی یہ کہ یہاں سب کے دماغوں میں فتور معلوم ہوتا ہے۔" دونوں نے کہا۔ "ایک کے دو دکھائی دیتے ہیں۔ میں خان بہادر ظہیر شاہد کا چھوٹا بھائی ہوں۔ میڈ غاسکر میں میری تجارت ہے۔ کچھ دنوں کے لئے یہاں آیا ہوں...... آیا نہیں بلکہ شامت لائی ہے۔"

حمید سناٹے میں آ گیا...... اس نے پلٹ کر نوکروں کی طرف دیکھا، جو ایک ایک کر کے وہاں سے کھسکتے جا رہے تھے۔

"فریدی صاحب سے آپ کیوں ملنا چاہتے ہیں۔" اس نے پوچھا۔

"سی آئی ڈی والوں نے تنگ کر رکھا ہے۔" دونوں نے کہا۔

"کیوں......؟" حمید نے سوچے سمجھے بغیر سوال کیا۔

"انہیں بھی میں دو ہی نظر آتا ہوں۔" دونوں بولے۔

"تو فریدی صاحب کیا کر سکیں گے۔"

"وہ میرے بھائی صاحب خان بہادر ظہیر شاہد کے دوست ہیں۔ شاید کچھ کر سکیں۔"

"کیا آپ میں سے ایک نہیں بول سکتا۔" حمید نے کہا۔

"کیا لغویت ہے......!" دونوں چیخے۔

حمید چند لمحے انہیں گھورتا رہا پھر بولا۔

"میں فریدی صاحب کا اسسٹنٹ ہوں۔"

"بڑی خوشی ہوئی۔" دونوں نے اپنے ہاتھ مصافحہ کے لئے بڑھا دیئے۔ حمید کا ہاتھ بھی اس کی طرف بڑھا لیکن اس کے ہاتھ میں اُن دونوں کے ہاتھ بیک وقت آ گئے۔ وہ دونوں قطعی ...ہلا تھے۔

"لیکن بیکار...... قطعی بیکار......!" انہوں نے مایوسی سے کہا۔ "آپ کو بھی ایک کے دو

دکھائی دیتے ہیں۔"

حمید متحیر ضرور تھا لیکن اس پر جھنجھلا گیا۔

"کیا آپ کو دوسرا نہیں دکھائی دیتا۔" اس نے ایک سے کہا۔

"کہاں؟" وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر بولے۔ دیر تک دیکھتے رہے پھر انہوں نے مایوسی سے اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا۔ "کس مصیبت میں پھنس گیا۔ لعنت ہے اس سرزمین پر...... میں جلد سے جلد واپس چلا جاؤں گا۔"

حمید نے ایک بار پھر آنکھیں پھاڑ کر ان کی طرف دیکھا اور اپنا سر اس انداز میں سہلانے لگا جیسے دفعتاً دماغ میں گرمی چڑھ گئی ہو۔

"آپ مڈغاسکر سے ایک ہی پاسپورٹ پر آئے ہیں۔" اس نے گھبرا کر پوچھا۔

"اور نہیں تو کیا دس پر آتا......!" وہ جھنجھلا کر بولا۔

"پاسپورٹ موجود ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"جی ہاں......!" دونوں اپنے کوٹوں کی اندرونی جیبوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے بولے۔

انہوں نے پاسپورٹ نکالے اور حمید کی طرف بڑھا دیئے۔

حمید انہیں دیکھنے لگا۔ دونوں ایک ہی آدمی کے پاسپورٹ تھے۔ دونوں پر ایک ہی نام تحریر تھا۔ ولدیت بھی ایک ہی تھی۔ روانگی تاریخ اور مقام بھی ایک ہی تھے۔ اُس نے دونوں پاسپورٹوں کو اپنی جیب میں ڈال لیا۔

"تو آپ......!" وہ بولا۔ "خان بہادر ظہیر ہی کے یہاں مقیم ہیں۔"

"جی ہاں......!" انہوں نے جواب دیا۔

"بہتر......آپ تشریف لے جایئے۔ میں فریدی صاحب کو وہیں بھیج دوں گا۔"

"پاسپورٹ......!" دونوں نے ہاتھ بڑھائے۔

"اوہ......معاف کیجئے گا......!" حمید نے ایک پاسپورٹ نکال کر ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ دونوں نے اپنے ہاتھ گرالئے۔ ان میں سے ایک کی آنکھوں میں الجھن کے آثار نظر آرہے تھے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں دونوں ہنسنے لگے۔

"واہ جناب خوب مذاق ہے۔" انہوں نے کہا۔ "یہ تو آدھا ہے...... میں نے آپ کو پورا پاسپورٹ دیا تھا۔"

حمید اُسے بھی جیب میں ڈالتا ہوا بولا۔ "آپ کو دھوکہ ہوا ہے...... مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے آپ سے پاسپورٹ لیا ہی نہیں تھا۔"

"ہائیں......!" دونوں منہ کھول کر اُسے گھورنے لگے۔

"آپ تشریف لے جاسکتے ہیں۔"

"مذاق نہ کیجئے......" انہوں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں یہیں رک کر فریدی صاحب کا انتظار کروں گا۔"

"اچھا تو پھر اندر تشریف لے چلئے۔" حمید کی رگ شرارت پھڑکنے لگی تھی۔ وہ انہیں ڈرائنگ روم میں لے آیا۔ دونوں ایک ہی صوفے پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے اپنی جیبوں سے سگریٹ نکالے۔ یہ بھی ایک ہی قسم کے تھے۔ دونوں نے ساتھ ہی سگریٹ سلگائے۔ ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے وہ دونوں کسی مشین کے ذریعے حرکت کررہے ہیں۔ دونوں کی یکساں حرکتوں میں توقف کا شبہ بھی نہیں ہوسکتا تھا۔ حمید انہیں تحیر آمیز نظروں سے دیکھتا رہا۔ گھر کے سارے نوکر کھڑکیوں سے جھانک رہے تھے۔

"گھر والوں نے الگ ناطقہ بند کررکھا ہے۔" انہوں نے کہا۔ "زندگی حرام ہوگئی...... یہاں آکر پچھتایا۔"

"پاسپورٹ سنبھالئے۔" حمید نے ایک پاسپورٹ اُن کی طرف اچھال دیا جو اُن کے سامنے ہی جاکر گرا۔ لیکن انہوں نے اس کی طرف توجہ تک نہ دی۔

"مڈغاسکر میں آپ کا کب سے قیام ہے۔" حمید نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔ وہ انہیں لے تو آیا تھا لیکن اب اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُن سے کیا گفتگو کرے۔

"دس سال سے......آدھا بھی واپس کردیجئے۔" انہوں نے کہا۔

"شادی ہوچکی ہے آپ کی۔" حمید نے اُن کی بات نظرانداز کرکے پوچھا۔

"شادی......!" دونوں نے ٹھنڈی سانس بھری۔ "اسی لئے آیا تھا لیکن جس لڑکی سے رشتہ

طے تھا اُس نے بھی مجھے ایک تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔"

"آپ کی بھائی صاحب کیا کہتے ہیں۔"

"وہ بھی دو ہی کہتے ہیں۔"

"واقعی یہ بہت بڑا ظلم ہے۔" حمید نے منہ بنا کر کہا اور دوسرا پاسپورٹ بھی ان کی طرف پھینک دیا۔

"شکریہ۔" دونوں نے اپنے اپنے پاسپورٹ اٹھا کر جیبوں میں ڈال لئے۔ حمید تھوڑی دیر تک بیٹھا کچھ سوچتا رہا پھر اٹھتا ہوا بولا۔ "آپ تشریف رکھیے میں ایک منٹ میں حاضر ہوتا ہوں۔"

اندر آکر اس نے سارے نوکروں کو اکٹھا کیا اور ان سے آہستہ آہستہ کچھ کہنے لگا۔ پھر وہ ڈرائنگ روم میں لوٹ آئے۔ دونوں ہم شکل ایک ہی انداز سے خاموش بیٹھے تھے۔

"نہیں آئے فریدی صاحب۔" انہوں نے پوچھا۔

"جی نہیں......!" حمید نے کہا۔ اس کے چہرے پر شرارت اور بے چینی کے ملے جلے آثار نظر آرہے تھے۔

دفعتاً دونوں طرف کے دروازوں سے چار چار نوکر برآمد ہوئے اور اُن دونوں پر ٹوٹ پڑے۔ تھوڑی جدوجہد کے بعد وہ سست پڑ گئے۔ ایک ایک کو چار چار نے پکڑ رکھا تھا۔

"اس بدتمیزی کا مطلب۔" دونوں رک رک کر بولے۔

"ابھی بتاتا ہوں......!" حمید نے اٹھتے ہوئے کہا۔

پھر دونوں کو الگ الگ کمروں میں بند کر دیا گیا۔

"اب کیا خیال ہے۔" حمید نے ایک کمرے کے باہر سے پوچھا۔ "کیا نام ہے تمہارا۔"

"آدھا صغیر شاہد......!" اندر سے آواز آئی۔ "صغیر شاہد ایک بٹا دو۔"

دونوں کمرے ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر تھے اور یہ بات ناممکن تھی کہ ایک کی آواز دوسرے تک پہنچ سکے۔ حمید نے دوسرے کمرے کے پاس آکر بھی وہی سوال دہرایا لیکن جواب من و عن تھا، جو پہلے آدمی سے ملا تھا۔

"اگر میں آدھے صغیر شاہد کو گولی مار دوں تو۔" حمید نے پوچھا۔

"دوسرا آدھا خود بخود مر جائے گا۔" جواب ملا۔

حمید دوسرے کمرے کی طرف بڑھا لیکن ابھی وہ درمیان ہی میں تھا کہ اس نے دو چیخیں سنیں۔ یہ دونوں انہیں کمروں سے بلند ہوئی تھیں۔ حمید نے جھپٹ کر دروازہ کھولا۔ ایک صغیر شاہد کمرے کے فرش پر چاروں خانے چت پڑا تھا۔ اُس کے دانت بیٹھ گئے تھے اور غشی کی ساری علامات موجود تھیں۔ پھر وہ بھاگ کر دوسرے کمرے کی طرف آیا۔ یہاں بھی وہی حال تھا۔ دونوں اپنی اپنی جگہوں پر بیہوش پڑے تھے۔ حمید نے انہیں اٹھوا کر پھر یکجا کر دیا۔ اور وہ اس طرح ہوش میں آ گئے جیسے بجلی کا کرنٹ لگتے ہی کوئی مشین چل پڑے۔

وہ چند لمحے سراسیمگی کے ساتھ ادھر اُدھر دیکھتے رہے پھر اس طرح اٹھ کر بیٹھ گئے جیسے انہیں کچھ دیر قبل کی کوئی بات یاد نہ ہو۔

"کیا آپ تھوڑا پانی پلوا سکیں گے۔" انہوں نے حمید سے کہا۔

"ضرور......!" حمید خود ہی اٹھ کر پانی لینے چلا گیا۔ واپسی پر اس کے ہاتھ میں صرف ایک گلاس تھا۔ اُس نے وہی اُن دونوں کی طرف بڑھا دیا۔ دونوں نے ایک ساتھ گلاس پر ہاتھ ڈالے۔ حمید بے ساختہ ہنس پڑا۔ دونوں ایک ساتھ پانی پینے کی کوشش کر رہے تھے اور ان کے چہروں پر اس وقت بھی بلا کی سنجیدگی تھی۔ بالآخر دونوں نے اپنے منہ گلاس سے لگا دیئے اور سارا پانی ان پر الٹ گیا۔ پھر خالی گلاس حمید کی طرف بڑھاتے ہوئے رومالوں سے اپنے منہ پونچھے۔ کپڑوں پر گرے ہوئے پانی کی طرف انہوں نے دھیان ہی نہیں دیا۔ حالانکہ شاید گریبانوں سے گذر کر پانی اُن کے سینوں تک پہنچ گیا تھا۔

"آٹھ اور آٹھ کتنے ہوتے ہیں۔" حمید نے بوکھلا کر پوچھا۔ اُسے کچھ کچھ یقین ہو چلا تھا کہ وہ دونوں پاگل بھی ہیں۔

"آٹھ اور آٹھ ہوتے ہیں۔" انہوں نے جواب دیا۔

"میرا مطلب ہے کہ آٹھ اور آٹھ کی جمع کتنی ہوگی۔" حمید جلدی سے بولا۔

"اٹھاسی۔" انہوں نے کہا۔

"اگر میں آپ دونوں کے سر ٹکرا دوں تو کیا باقی بچے گا۔"

''بہت ہو چکا۔'' دونوں غصہ سے گھونسہ تان کر کھڑے ہو گئے۔ ''اگر آپ نے ''دونوں'' کہا تو اچھا نہ ہوگا۔''

''بیٹھیے بیٹھیے۔'' حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ ''میں یونہی مذاق کر رہا تھا۔''

''آپ بڑی دیر سے مذاق کر رہے ہیں۔ یہ اچھی بات نہیں۔''

''اب نہیں کروں گا۔'' حمید نے یقین دہانی والے انداز میں کہا۔

دونوں بیٹھ گئے۔

''آپ فضائی راستے سے آئے ہیں یا بحری راستے سے۔'' حمید نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

''بحری راستے سے۔''

''جہاز والوں نے بھی آپ کو دو ہی سمجھا ہوگا۔''

''جی ہاں...... آج کل مجھے پوری دنیا پاگل نظر آتی ہے۔'' دونوں بولے۔

''آپ شروع ہی سے دو حصوں میں تقسیم ہیں۔''

''میرے نجی معاملات سے آپ کو کیا سروکار......!'' دونوں نے کہا۔

''آپ یہاں سے مڈغاسکر تنہا گئے تھے۔'' حمید نے پھر سوال کیا۔

''ہائیں...... پھر وہی......!'' دونوں آنکھیں پھاڑ کر بولے۔

حمید بوکھلا گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُن سے گفتگو کس طرح کرے اور کیا پوچھے۔ اس سے قبل بارہا اس کی نظروں سے تحیر خیز واقعات گذرے تھے، لیکن یہ اپنی نوعیت کا ایک ہی تھا۔

''تو آپ فریدی صاحب سے مل کر ہی جائیں گے۔'' اس نے پوچھا۔

''جی ہاں...... اب اس بات کا فیصلہ ہی ہو جانا چاہئے۔''

''فیصلہ......!'' حمید اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔ ''فیصلہ میں کئے دیتا ہوں۔''

پھر اس نے نوکروں کو پکارنا شروع کیا، جو دوسرے کمرے کی کھڑکیوں سے جھانک رہے تھے۔

''پکڑو انہیں۔''

قبل اس کے کہ وہ سنبھلتے نوکروں نے انہیں پھر قابو کر لیا۔

''تجربہ گاہ میں لے چلو......!'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔

وہ انہیں فریدی کی کیمیاوی تجربہ گاہ میں لایا۔

''کرسیوں میں جکڑ دو انہیں۔'' حمید نے نوکروں سے کہا لیکن اُسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی دونوں ہم شکلوں نے نہ تو اس پر احتجاج کیا اور نہ ہی گلو خلاصی کے لئے ہاتھ پیر مارے اور انہیں کرسیوں سے باندھا جا رہا تھا تو ان کے چہرے پر اتنا اطمینان تھا جیسے اُن کی تاج پوشی سلسلے میں یہ سارے انتظامات کئے جا رہے ہیں۔''

حمید نے دونوں کے چہروں کو خوب اچھی طرح ٹٹول کر دیکھا۔ پھر کچھ دیر تک محدب شیشے امداد سے ان کے خدوخال کا جائزہ لیتا رہا اور وہ اس طرح بیٹھے رہے جیسے ان کا ڈاکٹری معائنہ رہا ہو۔

''یہاں درد ہوتا ہے۔'' انہوں نے اس وقت کہا جب حمید ایک کا داہنا جبڑہ ٹٹول رہا تھا۔

''دانت میں......!'' حمید نے کہا اور میز سے زنبور اٹھاتا ہوا بڑبڑایا۔ ''نکال دوں دانت۔''

''نکال دیجئے۔'' دونوں نے لاپروائی سے کہا اور حمید زنبور رکھ کر انہیں گھورنے لگا۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ انہیں ٹھونک بجا کر دیکھتا رہا۔ اس نے وہ سارے ذرائع اختیار کئے جن سے کامیاب ترین میک اپ بھی ختم ہو سکتا تھا...... مگر...... اُن دونوں کے چہرے جوں کے توں رہے۔ بال برابر فرق بھی ظاہر نہ ہو سکا۔

''یارو میں ہار گیا......!'' حمید بے بسی سے بولا۔ ''اب ختم کرو یہ مذاق۔''

''مذاق آپ کر رہے ہیں یا میں۔'' دونوں گرج کر بولے۔

''آپ دونوں ساتھ پیدا ہوئے تھے۔''

''ارے خدا تمہیں غارت کرے۔'' دونوں حلق کے بل چیخے اور ان کی کرسیاں الٹ گئیں۔

نوکروں نے کرسیاں پھر سیدھی کر دیں۔ وہ سب ہنسی سے دوہرے ہوئے جا رہے تھے۔

''کیا ہنگامہ ہے۔'' فریدی کی تیز آواز سنائی دی۔ حمید چونک کر مڑا۔ نوکر اس طرح سنجیدہ ہو گئے تھے جیسے انہیں ملک الموت نظر آ گیا ہو۔

''جاؤ اپنا کام کرو۔'' اُس نے سخت لہجے میں کہا اور وہ سب چپ چاپ باہر چلے گئے۔ پھر

وہ حمید کو گھور کر بولا۔ ''یہ کیا حرکت۔''

''ملاحظہ فرمائیے۔'' حمید نے اُن دونوں کی طرف اشارہ کیا۔

''کیوں باندھ رکھا ہے۔'' فریدی رک کر بولا۔ ''ظہیر کے بھائی کو۔''

''مگر دوسرا کون ہے۔''

''دوسرا......؟'' فریدی کے لہجے میں حیرت تھی۔ ''بھنگ تو نہیں پی گئے۔ دوسرا کہاں ہے
دوسرا کون؟''

الجھن

حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ نہ صرف بھنگ بلکہ تاڑی، شراب اور افیون وغیرہ وغیرہ کا کاک ٹیل پی گیا ہو کیونکہ فریدی نے یہ جملہ بڑی سنجیدگی سے کہا تھا۔

''خدا آپ کا بھلا کرے۔'' دونوں نے خوشی کا نعرہ لگایا اور بیساختہ اٹھ کھڑے ہونے کی کوشش میں کرسی سمیت منہ کے بل نیچے چلے آئے، فریدی نے دوڑ کر انہیں سیدھا کیا اور ان کی رسیاں کھولنے لگا۔

''آپ فرشتہ ہیں۔'' دونوں نے کہا۔ ''رحمت کا فرشتہ...... اس ملک میں آپ پہلے آدمی ہیں جسے ایک کے دو نہیں دکھائی دیتے۔''

''میں پاگل نہیں ہوں۔'' فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ ''مجھے آپ کی دشواریوں کا علم ہے...... میں ابھی ظہیر ہی سے مل کر آرہا ہوں۔''

''بھائی صاحب نے کہا تھا کہ آپ اُن کے دوست ہیں، لیکن آپ کے اسسٹنٹ نے تو بے حد پریشان کیا ہے۔ نہ جانے کن کن چیزوں سے میرا منہ دھلوایا کہ اب تک جلن ہو رہی ہے۔''

''کیوں......؟'' فریدی پھر حمید کو گھورنے لگا۔ حمید کچھ نہ بولا۔ وہ کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔

''مسٹر صغیر...... مجھے افسوس ہے۔'' فریدی نے کہا۔ ''مطمئن رہیے سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''اچھا تو پھر کبھی ملاقات ہوگی۔'' دونوں نے اپنے ہاتھ مصافحہ کے لئے بڑھا دیئے، فریدی سے مصافحہ کرنے کے بعد وہ حمید کی طرف مڑے۔

''اب آپ کو یقین آیا۔''

''بالکل قطعی......'' حمید نے مسکرا کر کہا۔

اُن کے چلے جانے کے بعد حمید، فریدی کو عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ فریدی نے قہقہہ لگایا۔ اس کی ساری سنجیدگی رخصت ہوگئی تھی اور آنکھوں میں شرارت آمیز چمک پیدا ہوگئی تھی۔

''فرمائیے حمید صاحب عقل بڑی یا آپ......!''

''میرے خیال سے یہ دونوں جڑواں بھائی ہیں۔'' حمید نے کہا۔

''واقعی تم نے بڑی گہری بات بتائی۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''میرا ذہن اتنا اونچا اڑ ہی نہیں سکتا۔''

حمید نے بُرا سا منہ بنایا اور کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

فریدی بھی تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر خود بخود ہنس پڑا۔

''حمید صاحب۔'' اس نے کہا۔ ''شرارت اسے کہتے ہیں...... اچھے اچھے کا ناطقہ بند ہو گیا۔''

''کیا مطلب......!'' حمید چونک کر بولا۔

''وہ جڑواں بھائی نہیں ہیں...... خود ظہیر بُری طرح پریشان ہے اور وہ وثوق کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُن دونوں میں سے اسکا بھائی کون ہے۔ یہی حال گھر کے سارے افراد کا ہے۔''

''تو جناب ایک پر دوسرے کا میک اپ بھی نہیں ہے۔'' حمید نے کہا۔ ''میں اچھی طرح اطمینان کر چکا ہوں۔''

فریدی پھر ہنس پڑا۔

''شرارت محض شرارت۔'' اس نے کہا۔ ''مگر ہمارے محکمے کی لئے ایک مستقل دردسری، مسٹر صغیر نے دنیا بھر کی شرارتوں کا ریکارڈ توڑ دیا۔''

"لیکن یہ دونوں ایک ساتھ سفر کس طرح کر سکے۔"

"انہوں نے ایک ساتھ ہرگز سفر نہیں کیا۔"

"لیکن میں نے ان کے پاسپورٹ دیکھے ہیں۔" حمید بولا۔ "دونوں میڈغاسکر سے ایک ہی تاریخ کو روانہ ہوئے ہیں۔"

"تو کیا ہوا...... اس سے یہ بات کب ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے ایک ہی جہاز پر سفر کیا۔ اُس تاریخ کو میڈغاسکر سے تین جہاز روانہ ہوئے تھے۔"

"ظہیر شاہد صاحب کا کیا خیال ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"وہ قریب قریب پاگل ہو چکا ہے۔ وہی نہیں بلکہ گھر کا ہر فرد...... صاحبزادے میڈغاسکر سے اس لئے بلائے گئے تھے کہ ان کی شادی کر دی جائے۔ لڑکی گھر ہی کی ہے۔ اُس کے مرحوم چچا کی لڑکی۔"

"یہ حضرت میڈغاسکر میں کیا کرتے تھے۔"

"سونے اور چاندی کی کئی کانوں کا حصہ دار ہے۔ کافی دولت مند آدمی ہے اور یہ دولت خود اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ اپنی دولت کا بیشتر حصہ اپنی شرارتوں کی نذر کر دینے کا عادی ہے۔"

"تو آپ سچ مچ شرارت ہی سمجھتے ہیں۔"

"پھر اور کیا سمجھوں؟ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ اس صدی کی سب سے بڑی اور عجیب شرارت ہے۔"

فریدی خاموش ہو گیا۔ کچھ سوچتا رہا پھر خود بخود ہنس پڑا۔

"وہ ایک شرارت ہی کے سلسلے میں یہاں بھاگا تھا۔" اس نے کہا۔ "دس سال قبل کی بات ہے اس کے بڑے بھائی ظہیر شاہد کی شادی ہوئی اس ظالم نے اس کی بیوی کو حجلہ عروسی سے غائب کر کے کسی دوسرے کے کمرے میں پہنچا دیا اور بیوی کی جگہ ایک ساٹھ سالہ بوڑھیا کو بٹھا دیا، جو کرائے پر حاصل کی گئی تھی۔ میاں ظہیر گھونگھٹ الٹنے سے پہلے بڑی دیر تک رومانی قسم کے ڈائیلاگ بولتے رہے۔ پھر جو گھونگھٹ الٹا ہے تو بس مزہ آ گیا۔ جب بات کھلی تو صغیر کے پیچھے رائفل لے کر دوڑے۔ پھر صغیر کو یہاں سے بھاگنا پڑا۔ ظہیر حقیقتاً اُسے مار ڈالنے پر تل گیا۔"

"ظاہر ہے کہ اب بھی دونوں کے تعلقات کشیدہ ہوں گے۔" حمید نے کہا۔

"نہیں ایسا تو نہیں۔ شادی کے لئے ظہیر ہی نے اُسے بلایا تھا۔"

وہ دونوں گفتگو کرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آئے۔ فریدی کے بیڈروم میں ٹیلی فون کی گھنٹی [بج] رہی تھی۔ کمرے سے واپسی پر اُس نے حمید سے کہا۔ "ظہیر شاہد کا فون تھا۔"

"کیا بات ہے؟"

"نعیمہ ان دونوں سے لڑ پڑی ہے۔"

"نعیمہ کون۔"

"صغیر کی منگیتر......!" فریدی ہنس کر بولا۔ "وہ دونوں اُس سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔"

"معاملہ بڑا دلچسپ ہے اگر اجازت ہو تو میں ان دونوں کو ایک کر دوں۔"

"وہ تو بڑی آسانی سے ہو سکتا تھا، لیکن دشواری یہ ہے کہ خود اس کے گھر والے اُسے شناخت نہ کر سکتے۔"

"مگر دونوں کی آوازوں میں خفیف سا اختلاف ہے۔" حمید بولا۔

"میں نے بھی محسوس کیا ہے۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن ظہیر اس کے باوجود بھی اُسے شناخت نہ کر سکا۔"

"دنیا کا آٹھواں عجوبہ۔" حمید بولا۔ "اگر یہ محض شرارت ہے تو اس کے لئے واقعی بڑی بھاری [قیمت] ادا کرنی پڑی ہوگی۔"

"اس میں شک نہیں۔"

"ان پر کون سی فرد جرم عائد ہو سکتی ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"کوئی بھی نہیں...... کیونکہ ایک کے خلاف دوسرے کو کوئی شکایت نہیں اور اس وقت تک تو [کچھ] کیا ہی نہیں جا سکتا جب تک کہ اس حرکت کا مقصد نہ ظاہر ہو جائے۔"

"پھر آخر کیا ہوگا۔"

"کچھ بھی نہیں...... خاصی تفریح رہے گی۔" فریدی ہنس کر بولا۔

"اگر اُن دونوں کو یہاں بلا کر رکھا جائے تو کیا ہرج ہے۔ ظہیر شاہد آپ کا خاصا گہرا دوست [ہے۔]" حمید نے کہا۔

"بخشئے آپ تینوں مل کر زندگی تلخ کر دیں گے۔" فریدی نے کہا۔ "آؤ چلتے ہو ظہیر کے یہاں۔"

"ابھی آپ وہیں سے تو آ رہے ہیں۔"

"بلف تھا...... میں نے اُس سے صرف فون پر گفتگو کی تھی۔ لیکن ابھی جو فون آیا ہے اُس پر اُس نے مجھے گھر آنے کی دعوت دی ہے۔"

حمید تیار ہو گیا۔ دونوں باہر آئے۔

"میرا خیال ہے کہ یہاں سے جانے کے بعد اُن دونوں نے نعیمہ کو چھیڑا ہوگا۔" فریدی نے کہا۔

کیڈی لاک کا رخ ظہیر کے گھر کی طرف تھا جو فریدی کی کوٹھی سے آدھ میل کے فاصلے پر رہا ہوگا۔

"نعیمہ کو کیوں چھیڑا ہوگا۔" حمید نے سوال کیا۔ اُس کا ذہن اُن دونوں کو تنگ کرنے کی حرکتیں سوچ رہا تھا۔

"انہوں نے اُس سے کہا کہ محکمہ سراغ رسانی والوں نے بھی انہیں ایک تسلیم کر لیا ہے، لہٰذا اب شادی میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ کوئی معنی نہیں رکھتی۔ بھئی میرا خیال تو یہ ہے کہ صغیر نے یہ حرکت ہی اس لئے کی ہے کہ اس کی شادی نعیمہ سے نہ ہو سکے۔"

"تو وہ انکار بھی تو کر سکتا تھا...... ظاہر ہے کہ ظہیر صاحب کا دست نگر نہیں۔"

"ٹھیک ہے...... وہ ظہیر کا کہنا ٹال سکتا ہے لیکن اپنی دادی کا نہیں۔ ہیں تو وہ ان کی سوتیلی ہی دادی، لیکن دونوں اُن سے بہت محبت کرتے ہیں اور ڈرتے بھی ہیں۔ غالباً یہ انہیں کی خواہش ہے کہ صغیر کی شادی نعیمہ سے ہو۔"

"نعیمہ کافی خوبصورت ہوگی۔"

"کیوں......؟"

"یہ اُسی سے پوچھ کر بتاؤں گا کہ وہ کیوں کافی خوبصورت ہے۔" حمید نے کہا۔

کیڈی لاک خان بہادر ظہیر کی کوٹھی کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔

انہوں نے خان بہادر ظہیر کو دیکھا جو بے چینی سے برآمدے میں ٹہل رہا تھا۔ یہ چالیس سال کا ایک متین اور سنجیدہ آدمی تھا۔ پیشانی سے کچھ اوپر تھوڑے سے بالوں میں سفیدی تھی اور ایک پتلی سی سفید لہر پیچھے کی طرف مڑے ہوئے سیاہ بالوں میں کچھ عجیب لگتی تھی۔ آنکھوں کی

خواب ناک کیفیت اس کی نرم دلی کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ فریدی کو دیکھ کر وہ کچھ عجیب انداز میں مسکرا پڑا۔

"یار تم بھی بس کمال ہی کرتے ہو۔" اس نے کہا۔ "اُن بھوتوں نے تو اب زندگی اجیرن کر دی۔"

"کیا ہوا......!" فریدی نے پوچھا۔

"کہتے ہیں محکمہ سراغ رسانی نے انہیں ایک تسلیم کر لیا ہے۔"

"اگر میں یہ نہ کہتا تو کہتا کیا۔" فریدی ہنس کر بولا۔

"ہم سب تنگ آ گئے ہیں۔ آؤ اندر چلو...... مجھے ڈر ہے کہ کہیں دادی جان جوتی لے کر دونوں پر پل نہ پڑیں۔ کل سے کئی بار دھمکا چکی ہیں۔"

"نعیمہ سے کیا باتیں ہوئیں۔"

"ہوئیں کیا...... ابھی تک ہو رہی ہیں۔ یار کیا بتاؤں کبھی غصہ آتا ہے اور کبھی ہنسی۔"

"نکال باہر کیجئے۔" حمید نے کہا۔

"کسے نکال باہر کروں...... اُن میں سے ایک یقیناً صغیر ہے اور میں وثوق کے ساتھ کہہ نہیں سکتا کہ کون ہے۔ شرارت کی حد کر دی سؤر نے۔"

ظہیر رک کر کچھ سننے لگا پھر بولا۔ "میرا خیال صحیح ہے۔ نعیمہ ابھی تک ان سے الجھی ہوئی ہے۔ یار سنو...... تم بھیس وغیرہ بھی شاندار بدلتے ہو کچھ بتاؤ...... میری مدد کرو۔"

"ان میں سے کسی نے اپنی شکل تبدیل نہیں کی ہے۔" فریدی نے کہا۔ "دونوں ہم شکل ہیں۔"

"پھر میں کیا کروں۔" ظہیر بے بسی سے بولا۔

"ارے تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔" فریدی نے کہا۔ "دو چار دن تنگ کر کے راہِ راست پر آ جائے گا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن تمہارے محکمے والوں نے تو ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ دونوں حراست میں نہ لے لئے جائیں۔"

"ہشت......!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "قانوناً وہ گرفت میں نہیں آتے۔ کیا ہم شکل اور ہم نام ہونا جرم ہے۔ دونوں الگ الگ پاسپورٹ رکھتے ہیں اور قطعی قانونی طور پر یہاں آئے ہیں۔

مجھے تمہارا بھائی جینئس معلوم ہوتا ہے۔ اتنی شاندار شرارت شاید ہی کسی نے کی ہو۔"

وہ لوگ نشست کے کمرے میں آئے۔ فریدی کو دیکھ کر دونوں ہم شکل بے ساختہ اچھل پڑے اور نعیمہ کو مخاطب کر کے بولے۔

"یہ لو محکمہ سراغ رسانی بھی آ گیا۔ اب تمہیں میری بات ماننی ہی پڑے گی۔"

فریدی ہنسنے لگا۔ نعیمہ اُسے شکایت آمیز نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"فریدی صاحب۔" ہم شکلوں نے اُس سے کہا۔ "خدارا اپنی زبان مبارک سے یہاں بھی میرے متعلق اظہار خیال فرما دیجئے۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" فریدی نے حیرت سے کہا۔

"یہی کہ میں ایک ہوں۔"

"قطعی ایک ہیں آپ...... محکمہ سراغ رسانی اسے تسلیم کر چکا ہے۔"

"آداب......!" دونوں نے جھک کر نعیمہ کو سلام کیا۔

نعیمہ بھنا کر اٹھی اور پیر پٹختی ہوئی کمرے سے چلی گئی۔ اس پر دونوں نے قہقہہ لگایا۔ نعیمہ نے اندر جا کر دادی جان سے نہ جانے کیا کہہ دیا کہ وہ چراغ پا ہو کر سیدھی نشست کے کمرے میں چلی آئیں۔ ان کی عمر ساٹھ ستر کے لگ بھگ رہی ہوگی۔ چہرہ شفاف اور بارعب تھا لیکن اس پر مامتا کی نرمی تھی۔

"کیوں کمال میاں۔" انہوں نے فریدی کو مخاطب کیا۔ "تم نے بھی انہیں کم بختوں کی ہاں میں ہاں ملا دی۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر آپ سب اتنے پریشان کیوں ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"بس میاں بس...... تم بھی جان جلانے آ گئے۔ میں ان نکٹوں کا منہ جھلس دوں گی۔"

"دادی جان۔" دونوں ہم شکلوں نے ہانک لگائی۔ "آخر آپ اپنے صغیر سے اتنی بیزار کیوں ہو گئی ہیں۔"

"صغیر باز آ جا اپنی حرکت سے، میں پھر سمجھاتی ہوں، ورنہ جوتیوں سے تم دونوں کی خبر لوں گی۔"

"ہائے پھر وہی دونوں...... پھر وہی دونوں۔" ہم شکلوں نے باقاعدہ اپنا سر پیٹنا شروع

ر دیا۔ تھپا تھپ...... تھپا تھپ...... تھپا تھپ...... تھپا تھپ۔

اگر حمید اور فریدی آگے بڑھ کر اُن کے ہاتھ نہ پکڑ لیتے تو یہ سلسلہ نہ جانے کب تک جاری رہتا۔

دادی جان انہیں ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھیں جیسے بلبلا کر رو پڑیں گی۔ غصے کے ساتھ ساتھ اگر بے بسی کا احساس بھی ہو جائے تو یہی کیفیت ہوتی ہے۔ ظہیر ہنس رہا تھا لیکن اس کی میں بھی زچ ہو جانے کی آخری منزلیں جھلک رہی تھیں۔

"میں ابھی چلا جاؤں گا۔" دونوں نے روہانسی آواز میں کہا۔ "ہمیشہ کے لئے چلا جاؤں گا۔"

"دور ہو جاؤ کم بختو......!" دادی جان جوتی اتارنے کے لئے جھکیں۔

"ہائے پھر وہی کم بختو......!" دونوں بولے...... "مار لیجئے مگر دل نہ دکھائیے۔"

"جانے بھی دیجئے۔" فریدی اُن کے اور دادی جان کے درمیان میں آ گیا۔

فریدی نے بدقت تمام دادی جان کو سمجھا بجھا کر ڈرائنگ روم سے رخصت کر دیا۔

"صغیر مذاق کی بھی حد ہوتی ہے۔" ظہیر سنجیدگی سے بولا۔

"میں ابھی اس ملک سے تو نہیں جا سکتا لیکن اس گھر سے ضرور چلا جاؤں گا۔" دونوں نے ان کر کہا۔

"یار تم ہی سمجھاؤ۔" ظہیر نے فریدی کو مخاطب کیا۔

"اگر آپ کا معاملہ نہ ہوتا تو میں سمجھا دیتا۔" حمید نے اپنے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے کہا۔

"کیا سمجھا دیتے۔" دونوں نے بھولے پن سے پوچھا۔

"یہی کہ لومڑی سال میں تمیں انڈے دیتی ہے۔"

"ساڑھے تمیں......!" دونوں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میڈغاسکر کی لومڑیاں تو بعض اوقات ے اکتیس بھی دے ڈالتی ہیں۔ یہ تو مقدر کی بات ہے۔"

حمید جھنجھلا کر رہ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ دنیا میں کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہے، جو اس کا ناطقہ لکے۔ بہرحال وہ خود کو جوابی کاروائی کی لئے تیار کرنے لگا۔

فریدی اس کا ارادہ بھانپ گیا تھا، اس لئے جلدی سے بولا۔

"اچھا بھئی میں تو چلا...... جب صغیر صاحب کو تم لوگوں کی بے بسی کا پورا پورا احساس

ہو جائے گا تو معاملات خود بخود اعتدال پر آجائیں گے۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" دونوں نے فریدی کو روک کر کہا۔

"صغیر میاں......ابھی بچے ہو۔" فریدی نے کہا اور حمید کا ہاتھ پکڑ کر چل پڑا۔

باہر پورٹیکو میں نعیمہ دکھائی دی، جو ایک آدمی سے آہستہ آہستہ گفتگو کر رہی تھی۔ یہ نوجوان اور قبول صورت تھا۔ وضع قطع سے اسپورٹس مین بھی معلوم ہوتا تھا۔ فریدی اور حمید کو دیکھ کر وہ خاموش ہو گئی اور وہ نوجوان بھی ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

فریدی نے نعیمہ کی طرف دیکھ کر سر کو خفیف سی جنبش دی اور مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ نعیمہ بھی جواباً مسکرائی لیکن مسکراہٹ جاندار نہیں تھی۔ نعیمہ نہ بہت خوبصورت تھی اور نہ اُسے بدصورت ہی کہا جاسکتا تھا۔ البتہ اُس کی آنکھیں خمار آگیں ضرور تھیں اور غالباً اس میں یہی ایک کشش تھی۔ لباس کے معاملے میں ہلکے رنگوں کی دلدادہ تھی۔ اس وقت وہ ہلکے نارنجی دوپٹے میں خاصی دلکش لگ رہی تھی۔

"یہ مرد کون تھا......!" حمید نے پوچھا۔

"اختر......ظہیر کا پرائیویٹ سیکریٹری اور غالباً دور کے رشتے کا کوئی عزیز بھی، میں نے عموماً ان دونوں کو ہمیشہ ساتھ ہی دیکھا ہے۔"

پھر دونوں خاموشی سے کیڈی لاک پر بیٹھ گئے۔

"ہوٹل ڈی فرانس......" حمید نے اس انداز میں کہا جیسے اس نے کسی ٹیکسی ڈرائیور کو ہدایت دی ہو۔

"اچھا جی......!"

"ہاں مرے سرکار چھ بج رہے ہیں......ساڑھے چھ بجے وہاں ایک شاندار پروگرام ہے۔"

"میرے پاس وقت نہیں ہے۔" فریدی ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

"اچھا تو اتر جائیے گاڑی سے میں تو جاؤں گا۔"

"تشریف لے جائیے۔" فریدی نے کیڈی روک دی اور خود نیچے اتر گیا۔

حمید نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔

پراسرار قتل

ناشتے کی میز جلد ہی ویران ہو گئی۔ ہوا یہ کہ کسی بات پر حمید کو بے ساختہ ہنسی آگئی اور کافی کا گھونٹ جو حلق سے نہیں اترا تھا......منہ سے نکل پڑا۔

پھر فریدی ناشتہ ختم کیے بغیر ہی اٹھ گیا۔

حمید تمباکو کا نیا ٹن لینے کے لئے اپنے بیڈروم کی طرف جا ہی رہا تھا کہ فریدی کی خواب گاہ میں لگے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ فریدی ابھی تک کھانے ہی کے کمرے میں بیٹھا صبح کا اخبار دیکھ رہا تھا۔ حمید اس کی خواب گاہ میں چلا گیا۔

"ہیلو......!" اُس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ "کون؟ ہاں...... ہاں......ارے؟ ...کب؟ اوہ......اچھا......اچھا......؟"

وہ ریسیور رکھ کر تیزی سے کھانے کے کمرے کی طرف بڑھا۔

"حقیقتاً ہم دونوں منحوس ہیں۔" حمید نے فریدی کو مخاطب کر کے کہا۔

"مجھے...... بیکار...... گھسیٹتے ہو......اپنے ساتھ۔" فریدی اخبار پر نظریں جمائے ہوئے رک کر بولا۔

"نہیں آپ اور میں دونوں۔" حمید کی آواز کپکپا رہی تھی۔ "جہاں ہمارے قدم پڑتے ہیں وہاں شامت پہلے ہی سے ہماری منتظر رہتی ہے۔"

"کیا ہوا......!" فریدی نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہی، جو اپنی تقدیر بن چکا ہے۔"

"بتاؤ نا کیا بات ہے۔"

"قتل......میں پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ......وہ دونوں......!"

"جلدی سے کہہ چلو......!" فریدی سگار سلگاتے سلگاتے رک کر بولا۔

"خان بہادر ظہیر کا سیکریٹری اختر قتل ہو گیا۔ ابھی ابھی جگدیش کا فون آیا ہے۔"

"مجھے خدشہ تھا......!" فریدی بڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔

"خدشہ......!" حمید حیرت سے بولا۔

"جگدیش نے کہاں سے فون کیا ہے۔"

"خان بہادر کی کوٹھی سے......وہ آپ کا منتظر ہے۔"

کار اسٹارٹ کرتے وقت حمید کہہ رہا تھا۔"اس کی پشت میں دو خنجر پیوست ہیں۔"

"دو خنجر......!" فریدی چونک کر بولا۔

پھر حمید کافی دیر تک منتظر رہا کہ فریدی اس کے آگے بھی کچھ کہے گا۔لیکن وہ خاموش تھا۔ انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کچھ کہنا ضرور چاہتا تھا۔

"کیا نتیجہ اخذ کرتے ہیں آپ......؟" حمید نے خود ہی اس سے پوچھا۔

"نتیجہ......بھلا دیکھے بھالے بغیر نتیجہ کیسے اخذ کیا جا سکتا ہے۔"

"دو خنجروں کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو......ان دونوں کی طرف تمہارا خیال ہے۔"

"قطعی......!" حمید بے چینی سے بولا۔"میں نے آج تک یہ نہیں سنا کہ کسی قاتل نے بیک وقت دو خنجر استعمال کئے ہوں۔"

"جلدی کرنا چاہئے۔" فریدی نے کار کی رفتار تیز کرتے ہوئے کہا۔"نئے ڈی۔ایس۔پی صاحب ذرا کافی عقلمند معلوم ہوتے ہیں۔جگدیش نے کیا کہا تھا کسی چیز کو ابھی تک ہاتھ تو نہیں لگایا گیا؟"

"نہیں۔"

خان بہادر کی کوٹھی کے پھاٹک پر دو مسلح پولیس کانسٹیبل موجود تھے۔فریدی نے باہر ہی کار روک دی۔انہوں نے کانسٹیبلوں کے قریب ہی نعیمہ کو بھی دیکھا جو ایک ننھے سے کتے کی زنجیر تھامے کانسٹیبلوں سے الجھ رہی تھی۔

"آخر کیوں نہیں جانے دیتے اندر......" وہ تیز لہجہ سے پوچھ رہی تھی۔

فریدی کو دیکھ کر دونوں سپاہی ایک طرف ہو گئے۔

"کیا معاملہ ہے۔" نعیمہ نے فریدی سے پوچھا۔

"کیا تم گھر پر نہیں تھیں۔" فریدی نے سوال کیا۔

"نہیں......پولیس یہاں کیوں؟ کیا بات ہے بتائیے نا۔"

"تم کہاں تھیں؟"

"ہوا خوری کے لئے گئی تھی۔"

"کس وقت......!"

"آخر آپ بتاتے کیوں نہیں۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"کسی نے اختر کو قتل کر دیا۔"

"کیا......؟" وہ تقریباً چیخ پڑی اور کتے کی زنجیر اس کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی۔وہ چند لمحے فریدی کی طرف خالی نظروں سے دیکھتی رہی پھر تیزی سے دوڑتی ہوئی اندر چلی گئی۔کتا بھونکتا ہوا زنجیر سمیت اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔فریدی کی نظریں اس کا تعاقب کرتی رہیں۔

"آؤ......!" وہ آہستہ سے بولا۔

برآمدے میں ہی خان بہادر سے ملاقات ہو گئی۔اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں ہونٹوں کی خشکی پپڑیوں کی شکل میں تبدیل ہو گئی تھی۔

"اب کیا ہوگا۔" وہ فریدی کی طرف بڑھ کر مضطربانہ انداز میں بولا۔

"لیکن یہ کب اور کہاں ہوا......؟" فریدی نے پوچھا۔

"لائبریری میں......آؤ دیکھو......ادھر آؤ......کون کہہ سکتا ہے کہ وہ مر گیا۔"

ظہیر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پائیں باغ کی طرف لے جاتے ہوئے کہا۔پھر اُس نے ایک کھڑکی کی طرف اشارہ کیا جس سے اختر کا چہرہ صاف نظر آ رہا تھا۔اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ خلاء میں گھور رہا ہو۔اس کا رخ پائیں باغ ہی کی طرف تھا۔

"دیکھ رہے ہو۔" ظہیر نے فریدی کو جھنجھوڑ کر کہا۔اس کی آواز کپکپا رہی تھی۔"وہ اب دنیا میں نہیں......مگر دیکھو تو......" وہ اپنے ہاتھ ملنے لگا۔

"تو یہ لائبریری ہی ہے نا......!" فریدی نے پوچھا۔

"ہاں...... صبح ہم میں سے کئی آدمیوں نے اسے اسی حالت میں دیکھا اور کوئی دھیان نہ دیا۔ پھر میں نے ہی اُسے پکارا اور جب کئی آوازیں دینے کے باوجود بھی اس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی تو میں جھنجھلا کر لائبریری میں گھس گیا...... اوہ...... میرے خدا...... جانتے ہو...... اُس کی پیٹھ میں دو خنجر ہیں...... دو خنجر۔"

دوسری کھڑکی میں ڈی۔ ایس۔ پی کا چہرہ دکھائی دیا۔ اس کے پیچھے جگدیش تھا۔

"اور وہ دونوں کہاں ہیں۔"

"اوہ...... وہ......!" اچانک ظہیر کی آواز بند ہوگئی۔ وہ تھوک نگل کر بولا۔ "خدا کے لئے صغیر کو بچاؤ۔"

"کیوں......؟"

"کچھ نہیں...... کچھ نہیں۔" ظہیر مضطربانہ انداز میں بولا اور انہیں چھوڑ کر تیزی سے اندر چلا گیا۔

فریدی چند لمحے کھڑا اُس کھڑکی میں دیکھتا رہا پھر وہ بھی اندر جانے کے لئے مڑا۔

لائبریری میں پولیس والوں اور محکمہ سراغ رسانی کے فوٹو گرافروں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

مقتول کھڑکی کے قریب رکھی ہوئی لکھنے کی میز پر ایک ہاتھ رکھے بیٹھا تھا اور اُس کی پشت میں دو خنجر پیوست تھے۔

"ذرا دیکھئے۔" حمید بیساختہ بولا۔ اُس کی نظریں خنجروں پر جمی ہوئی تھیں۔ دونوں ایک ہی ساخت کے تھے اور ان کے دستوں پر چھوٹے چھوٹے جواہرات نصب تھے۔

"میرے خیال سے لاش کو ہاتھ نہ لگایا گیا ہوگا۔" فریدی نے جگدیش سے پوچھا۔

"جی نہیں......!"

فریدی اور حمید لاش کے قریب آئے۔ فریدی جھک کر خنجروں کو دیکھنے لگا۔ حمید نے اس کے چہرے پر حیرت کے آثار دیکھے...... وہ تھوڑی دیر تک لاش پر جھکا رہا پھر سیدھا ہو کر پُر خیال انداز میں میز پر بکھری ہوئی چیزوں کی طرف دیکھنے لگا۔ مقتول کا ہاتھ میز پر اس طرح رکھا ہوا تھا جیسے وہ کسی چیز کو دبائے ہوئے ہو۔

پورے کمرے میں خاموشی مسلط تھی۔ ڈی۔ ایس۔ پی سٹی معنی خیز انداز میں فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"گھر والوں کے بیانات لئے گئے۔" فریدی نے جگدیش سے پوچھا۔

"سرسری پوچھ گچھ ہوئی ہے۔ دراصل آپ کا انتظار تھا۔"

"تمہیں کس وقت اطلاع ملی تھی۔"

"آٹھ بجے۔"

فریدی اپنی گھڑی کی طرف دیکھنے لگا۔

"وہ دونوں ہم شکل......!" ڈی۔ ایس۔ پی بڑبڑایا۔

فریدی اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"وہ دونوں میڈغاسکر سے آئے ہیں۔" ڈی۔ ایس۔ پی پھر بولا۔ "خود کو ایک کہتے ہیں، ایک ہی نام اور ولدیت رکھتے ہیں...... پھر بھی آپ کے محکمے نے اُن کے لئے کچھ نہیں کیا۔"

"کر ہی کیا سکتا ہے میرا محکمہ......!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اگر وہ خود کو ایک کہتے ہیں تو اُن کا شمار صرف پاگلوں میں ہوسکتا ہے۔ رہ گئیں بقیہ باتیں تو اُن کے لئے دنیا کا کوئی قانون انہیں مجرم قرار نہیں دے سکتا۔"

"لیکن کم از کم میں تو اب انہیں نہیں چھوڑ سکتا۔" ڈی۔ ایس۔ پی نے کہا۔

"آپ کی مرضی۔" فریدی اپنے شانوں کو لاپروائی سے جنبش دیتا ہوا بولا۔

پھر اُس کی ہدایت کے مطابق فوٹو گرافروں نے کئی زاویوں سے اُس لاش کے فوٹو لئے۔

وہ بڑی دیر تک محدب شیشے کی مدد سے لاش اور قرب و جوار کا جائزہ لیتا رہا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ موت کس طرح واقع ہوئی۔" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔ حمید چونک کر اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ شاید ڈی۔ ایس۔ پی نے بھی یہ بات سن لی تھی اور طنزیہ انداز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"واقعی یہ بہت الجھا ہوا مسئلہ ہے۔ شاید آپ رات بھر شراب پیتے رہے ہیں۔"

"میں اس نیک عادت سے محروم ہوں۔" فریدی کی جوابی مسکراہٹ بھی بڑی زہریلی تھی۔

"یہ خنجر...... جنہیں صرف اندھے ہی ٹٹول کر موت کا ذمہ دار قرار دے سکتے ہیں۔ میری نظروں میں ان کی کوئی وقعت نہیں۔"

"کیوں......؟" ڈی۔ ایس۔ پی کی بھنوئیں تن گئیں۔

"موت ان خنجروں کی وجہ سے نہیں واقع ہوئی۔"

حمید اُسے اس طرح گھورنے لگا جیسے وہ سچ مچ پچھلی رات شراب پیتا رہا ہو۔

"بہت خوب......!" ڈی۔ ایس۔ پی مسکرا کر بولا۔ "آپ تو سچ مچ اب شرلاک ہومز کے بھی کان کترنے لگے ہیں۔"

"معاف کیجئے گا......!" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "سراغ رسانی کا فن میں نے جاسوسی ناولوں یا ہالی وڈ کی فلموں سے نہیں سیکھا۔"

"یعنی......!" ڈی۔ ایس۔ پی کے لہجے میں تلخی تھی۔

"یعنی یہ کہ ذرا مقتول کا چہرہ اور بیٹھنے کا انداز ملاحظہ فرمائیے۔" فریدی نے کہا۔ "کیا آپ نے کبھی کسی ایسے آدمی کے چہرے پر اتنا سکون دیکھا ہے جس کی موت خنجر لگنے سے واقع ہوئی ہو۔"

"آپ تو شاعری کرنے لگے۔" ڈی۔ ایس۔ پی نے کہا۔

"جی ہاں اور مقطع سنتے ہی آپ پھڑک اٹھیں گے۔" فریدی پرسکون انداز میں بولا۔

"کیوں اپنی بھد کرائیے گا۔" حمید آہستہ سے بولا۔ لیکن پھر جو "ارے باپ" کہہ کر اچھلا ہے تو دروازے ہی کے پاس جا کر رکا۔

"کیا ہوا......!" جگدیش اور ڈی۔ ایس۔ پی گھبرا کر بیک وقت بولے۔ حمید اپنی داہنی ران دبائے اور ہونٹ سکوڑے فریدی کو گھور رہا تھا۔

"ایک ننھی سی پن چبھونے کا یہ نتیجہ ہوا کہ میاں حمید اچھل کر اتنی دور گئے۔" فریدی نے اپنا ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اُس کی چٹکی میں ایک پن دبی ہوئی تھی۔ "اور یہ" اُس نے لاش کی طرف اشارہ کیا۔ "خنجر لگنے کے باوجود بھی کرسی ہی پر جما رہا۔ وہ بھی اس انداز میں جیسے خنجر کی بجائے لڈو کھائے ہوں۔ کوتوال صاحب! اس قسم کے سنسنی خیز مناظر صرف جاسوسی ناولوں اور مار پیٹ کی فلموں ہی میں دکھائی دیتے ہیں۔ حقائق سے ان کا تعلق نہیں۔ اگر یہ خنجر لگنے سے پہلے زندہ ہوتا تو

ے بجائے فرش پر نظر آتا یا اس کا سر اس میز پر ہوتا۔ مرنے کے بعد بھی چہرے پر تشنج کے ے جاتے۔ ایک ہاتھ گود میں اور دوسرا میز پر رکھ کر نہ مرتا۔"

کیا دو طاقتور آدمی اُسے کرسی ہی پر روکے رکھنے کے لئے کافی نہیں ہو سکتے۔"

ں۔ پی نے کہا۔ "آپ نے شاید پہلے کبھی یہ بھی نہ دیکھا ہو کہ کسی آدمی کی جان لینے کے وقت دو خنجر استعمال کئے گئے ہیں۔"

خیر یہ تو کوئی بات نہ ہوئی...... ایک آدمی پر بیک وقت پانچ آدمی بھی حملہ کر سکتے ہیں۔ ہوں کہ آپ کے ذہن میں وہی دونوں ہیں۔"

میں تو انہیں نہیں چھوڑ سکتا۔"

ریدی اُس کے جواب میں کچھ کہے بغیر پھر لاش پر جھک گیا۔

یہ کیس اتنا تحیر خیز نہیں ہے جتنا کہ آپ سمجھ رہے ہیں۔" ڈی۔ ایس۔ پی نے پھر کہا۔

میں ثابت کر سکتا ہوں کہ موت ان خنجروں سے نہیں واقع ہوئی۔" فریدی سر اٹھا کر لہجے میں بولا۔

اگر اجازت ہو تو یہ خنجر نکال لوں۔"

جو دل چاہے کیجئے۔" ڈی۔ ایس۔ پی نے اس طرح کہا جیسے اُسے اس معاملے سے کوئی نہ ہو۔

ریدی نے دونوں خنجر نکال لئے۔ اس کے لئے اُسے کافی زور صرف کرنا پڑا۔ لیکن لاش کی جوں کی توں رہی، جسم بالکل اکڑ گیا تھا۔

اب دیکھئے۔" فریدی نے ڈی۔ ایس۔ پی کو مخاطب کیا۔ "یہاں پر تو خون کے دریا جانے چاہئے تھے...... اس کے برخلاف ایک دھبہ بھی نہیں دکھائی دیتا۔ کیا خیال ہے؟ لاش ہو جانے کے بعد یہ خنجر گھونپے گئے تھے یا نہیں۔"

ریدی نے لاش کی پیٹھ ننگی کر دی۔

اگر آپ ان خنجروں کو اُس کی موت کی وجہ قرار دیتے ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ مقتول کے جسم میں خون ہی نہیں تھا۔"

"پھر آخر یہ مرا کیسے۔" ڈی۔ ایس۔ پی نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

"یہ تو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ہی بتا سکے گی، بہرحال یہ صاف ظاہر ہے کہ قتل کا جو ظاہر کیا گیا ہے، حقیقتاً وہ موت کا باعث نہیں ہوا اور دیکھئے...... یہ زخم......!" فریدی نے چھوٹے سے زخم کی طرف اشارہ کرکے کہا' جو خنجر والی جگہ سے کچھ اوپر تھا۔ "پہلے یہاں گھونپنے کی کوشش کی گئی تھی لیکن پسلی کی ہڈی بیچ میں حائل ہوگئی۔"

ڈی۔ ایس۔ پی تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔

"میرے خیال سے اب یہاں میری موجودگی ضروری نہیں۔ آپ تو آ ہی گئے۔ جگدیش صاحب میں چلا۔ ہاں ان دونوں کیلئے وارنٹ گرفتاری قابل ضمانت ضرور نکلوایئے گا

ڈی۔ ایس۔ پی چلا گیا۔

"کیا چوٹ ہوئی ہے سالے کو۔" جگدیش مسکرا کر بڑبڑایا۔

فریدی اس کی طرف دھیان دیئے بغیر مقتول کی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ پھر اس نے ا ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی جو میز پر رکھا ہوا تھا۔ حمید اور جگدیش بھی قریب آ گئے۔ ہاتھ ایک لفافہ تھا۔ فریدی نے اُسے اٹھا کر دیکھا۔ یہ بند تھا اور اس پر ڈاک کا ٹکٹ چسپاں تھا اوپر پتہ نہیں لکھا گیا تھا۔ فریدی نے لفافہ چاک کیا اور اندر کا خط نکالا۔ حمید اُسے بغور دیکھ فریدی کے ماتھے پر سلوٹیں ابھرتی آ رہی تھیں۔ پھر اُس نے خط کو تہہ کرکے لفافے میں ہوئے مقتول کے چہرے پر نظریں جمادیں۔

"کوئی خاص بات......!" حمید نے پوچھا۔

فریدی نے چونک کر نفی میں سر ہلاتے ہوئے لفافہ جیب میں رکھ لیا۔

"لاش اٹھوا دو......!" فریدی نے جگدیش سے کہا۔

ایمبولینس گاڑی پہلے ہی سے موجود تھی۔ لاش اٹھوا دی گئی۔ لائبریری میں د کانسٹیبلوں کی ڈیوٹی لگا کر وہ لوگ باہر نکل آئے۔ کوٹھی کے افراد ڈرائنگ روم میں اکٹھا کنبہ نو آدمیوں پر مشتمل تھا۔ فریدی نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں، نعیمہ ان میں نہیں دونوں ہم شکل خاموش کھڑے تھے۔ دادی جان کی آنکھوں کے پپوٹوں پر روئے

لیا تھا۔

"مقتول آپ کے یہاں کب سے تھا۔" فریدی نے ظہیر کو مخاطب کیا۔

"اختر کی پرورش ہی یہیں ہوئی تھی۔" ظہیر نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"رات کو آخری بار اُسے کس نے دیکھا تھا۔" فریدی نے گھر والوں پر اچٹتی سی نظر ڈالی۔

"غالباً میں نے......!" ظہیر ہی بولا۔

"کس وقت......!"

"دس بجے۔"

"یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔"

"میں بھی لائبریری ہی میں تھا...... میرے اور اُسکے علاوہ لائبریری سے کسی اور کو دلچسپی نہیں۔"

"اُس وقت وہ کیا کر رہا تھا۔"

"غالباً کچھ لکھ رہا تھا۔"

وہ لڑکی

"کیا وہ میز صرف اُسی کے استعمال میں رہتی تھی۔"

"ہاں...... وہ اسی کی میز تھی۔"

فریدی خاموش ہوکر کچھ سوچنے لگا۔ پھر اُس نے وہ دونوں خنجر نکال کر میز پر ڈال دیئے۔

خان بہادر ظہیر کے چہرے پر زردی پھیل گئی اور وہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

دونوں ہم شکلوں کے چہروں پر مسکراہٹ تھی۔

"یہ دونوں خنجر میڈ غاسکر کے بنے ہوئے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"اور سو فیصدی میرے ہیں۔" ہم شکلوں نے ایک ساتھ کہا۔

"صغیر...... میں پاگل ہو جاؤں گا۔" خان بہادر یک بیک چیخ پڑا۔

"صبر...... صبر......!" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔

حمید کو حیرت ہو رہی تھی کہ اُن دونوں نے ایسی حالت میں بھی اپنا ڈھونگ ختم نہیں کیا۔

"اسی لئے......!" فریدی انہیں گھور رہا تھا، اور پھر بولا۔ "ڈی۔ ایس۔ پی کا خیال ہے تمہیں حراست میں لے لیا جائے۔"

"ٹھیک ہے۔" دونوں نے پُر اطمینان لہجے میں کہا۔ "شبہے میں وہ ضرور مجھے گرفتار کر سکتے ہیں۔"

"میں تمہارے ہاتھ جوڑتی ہوں۔" دادی جان بلبلا پڑیں۔ "اب ختم بھی کرو یہ حماقت۔"

"تو یہ دونوں خنجر بھی ایک ساتھ ہی استعمال کئے گئے ہوں گے۔" فریدی نے پوچھا۔

"پتہ نہیں......!" دونوں نے جواب دیا۔

"تو پھر تمہیں اختر کے قتل کے الزام میں حراست میں لے لیا جائے۔"

"لیکن حقیقتاً میں نے اُسے قتل نہیں کیا۔" اس بار پھر دونوں ساتھ ہی بولے۔ "اگر مجھے کرنا ہوتا تو اپنا خنجر استعمال نہ کرتا اور پھر میں اُسے قتل ہی کیوں کرنے لگا۔"

"خیر اس کا جواز میرے پاس موجود ہے۔ تم اُسے قتل کر سکتے تھے۔"

کمرے کے سارے لوگ فریدی کو گھورنے لگے۔ لیکن دونوں کی ظاہری حالت میں تبدیلی رونما نہ ہوئی۔

"صاف صاف کہو......!" ظہیر خوفزدہ آواز میں بولا۔

فریدی اُسے کوئی جواب دیئے بغیر جگدلیش کی طرف مڑا۔ "ان سب کے بیانات قلم کئے جائیں گے۔"

جگدلیش باہر چلا گیا۔

"یار یہ سب کیا ہو رہا ہے۔" ظہیر ایک قدم آگے بڑھ کر آہستہ سے بولا۔

"پلیز خان بہادر...... ظہیر شاہد۔" فریدی نے ہاتھ اٹھا کر خشک لہجے میں کہا۔

خود حمید کو فریدی کا کہنا بہت بُرا معلوم ہوا۔ ظہیر اور فریدی ایک دوسرے کے گہرے دو

تھے اور اُن دونوں میں کافی بے تکلفی تھی۔ اُسے فریدی سے اس طرز گفتگو کی توقع نہ رہی ہوگی۔

ظہیر پھر اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

دفعتاً بیرونی برآمدے میں بھاری قدموں کی آواز سنائی دی اور ایک بھاری بھرکم نوجوان لڑکھڑاتا ہوا کمرے میں گھس آیا۔ اُس کی حالت بتا رہی تھی کہ وہ شراب پیئے ہوئے ہے، فریدی نے اُسے نیچے سے اوپر تک دیکھا۔ وہ کمرے میں مجمع دیکھ کر دروازے کے قریب ہی رک گیا تھا۔

"کیا یہ سچ ہے۔" اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں ظہیر کو مخاطب کیا۔

ظہیر نے اثبات میں صرف سر ہلا دیا، کچھ بولا نہیں۔

"آپ کی تعریف......!"

"یہ...... یہ...... میرے خالہ زاد بھائی شمس الحیات ہیں۔ پانچ دن قبل دہلی سے آئے ہیں۔" ظہیر بولا۔

اتنے میں جگدلیش ہیڈ محرر کو لے کر اندر آ گیا۔

"ظہیر صاحب کے علاوہ بقیہ حضرات باہر تشریف لے جائیں۔" فریدی نے کہا۔

فریدی کے اس رویے کو ظہیر کے گھر کے لوگ حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن کوئی کچھ بولا نہیں۔

وہ ظہیر سے کافی دیر تک مقتول کے متعلق معلومات فراہم کرتا رہا۔ پھر بولا۔ "ہو سکتا ہے کہ کسی نے صغیر اور اس کے ساتھی کو پھنسانے کے لئے ایسا کیا ہو۔ لیکن وہ بھی گھر ہی کا کوئی فرد ہو سکتا ہے۔"

ظہیر خاموشی سے فریدی کے چہرے پر نظریں جمائے رہا۔

"تم نے لاش دیکھی ہے۔ قاتل نے نہایت اطمینان سے اپنا کام کیا ہے۔ اس نے مقتول کی پشت میں خنجر مارے ہیں اور ساتھ ہی وہ اسے اس طرح سنبھالے بھی رہا ہے کہ وہ کرسی سے گر نہ سکے۔ یہ کام بہت اطمینان کا ہے اور یہ اطمینان کسی باہری کو نصیب نہیں ہو سکتا۔"

"میری الجھن دیوانگی کی حد تک بڑھتی جا رہی ہے۔" ظہیر آہستہ سے بڑبڑایا۔ "آخر گھر کا کوئی فرد یہ کرنے ہی کیوں لگا۔"

"کوئی خلش! کوئی پرخاش! تم کسی کے دل میں تو بیٹھے نہیں ہوئے ہو۔ بہتیرے لوگ کینہ

پرور ہوتے ہیں اور بلا کے شاطر بھی۔ مرتے دم تک یہ نہیں ظاہر ہونے دیتے کہ وہ کسی کی طرف سے کینہ بھی رکھتے ہیں۔“

”نہیں...... نہیں...... میری گھر میں کوئی ایسا نہیں ہے۔ سب اُسے چاہتے تھے۔“ ظہیر مضطربانہ انداز میں بولا۔

”تو پھر مجبوری ہے۔“ فریدی نے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔ ”صغیر کسی طرح نہ بچ سکے گا۔“

”صغیر...... یقیناً وہ دونوں پاگل ہیں۔“ اُس نے پرخیال انداز میں کہا۔

”اگر پاگل نہ ہوتے تو آج انہیں ہوش آ گیا ہوتا۔“

”لائبریری سے ملی ہوئی کس کی خواب گاہ ہے۔“

”ایک سرے پر نعیمہ کا کمرہ ہے اور دوسرے سرے پر شمس کے لئے انتظام کیا گیا ہے۔“

”لیکن میرا خیال ہے کہ پچھلی رات کو شمس صاحب گھر میں نہیں تھے۔“

”ٹھیک ہے۔ کل رات وہ اپنے کسی دوست کے گھر پر تھا۔“

”اور ابھی واپس آئے ہیں۔“

فریدی چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

”نعیمہ کو بھیج دو۔“

ظہیر باہر چلا گیا۔ اُسی کے ساتھ ہی فریدی نے حمید کو بھی باہر جانے کا اشارہ کیا۔ حمید بھی اسی کے ساتھ باہر آیا۔ برآمدے میں دوسرے لوگ بھی تھے۔

”نعیمہ کہاں ہے؟“ ظہیر نے اپنی بیوی سے پوچھا۔

”ابھی ابھی میں نے اُسے اختر کے کمرے میں دیکھا تھا۔“ ظہیر کی سالی فوزیہ نے کہا۔ یہ بھی ظہیر ہی کے ساتھ رہتی تھی اور بی۔ ایس۔ سی کے دوسرے سال میں تھی۔

”ہم اختر کا کمرہ بھی دیکھیں گے۔“ حمید بولا۔

”آیئے۔“ ظہیر نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں ایک کمرے کے سامنے رک گئے۔

ظہیر نے دروازے کو دھکا دیا لیکن وہ اندر سے بند تھا۔ برابر کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ ظہیر

لڑکی کی طرف جھپٹا۔

”ارے......!“ اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا اور وہ احمقوں کی طرح حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

حمید بھی آگے بڑھا۔

نعیمہ کمرے کے فرش پر بے حس و حرکت پڑی تھی۔ ظہیر نے اُسے پے در پے آوازیں دیں لیکن اُس میں جنبش بھی نہ ہوئی۔

”ارے تو کیا یہ بھی......!“

”گھبرایئے نہیں۔“ حمید نے کہا۔ ”وہ صرف بیہوش معلوم ہوتی ہیں۔“

پھر گھر کے سارے افراد اور پولیس آفیسر وہیں اکٹھا ہو گئے۔ دروازے کا شیشہ توڑ کر اندر کی چٹخنی گرائی گئی۔

نعیمہ ابھی تک بیہوش تھی۔

”اس کمرے میں تالا ڈال کر چابیاں اپنے پاس رکھو۔“ فریدی نے جگدیش سے کہا۔

فوزیہ حمید کے قریب کھڑی تھی۔ حمید نے اُس کی آنکھوں میں عجیب طرح کی چمک دیکھی۔ حمید نے محسوس کیا کہ وہ حسین ضرور ہے، لیکن اس میں نسوانیت بہت کم ہے۔ اُس کے اعضاء مضبوط تھے اور چہرے پر زندگی آمیز توانائی کے آثار تھے۔ اس وقت گھر بھر میں اُسی کا چہرہ پررونق نظر آ رہا تھا اور شاید آج صبح بھی وہ اپنے لباس پر فیوم چھڑکنا نہیں بھولی تھی۔

نعیمہ کو دوسرے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ اب فریدی خان بہادر کے مہمان شمس الحیات کی طرف متوجہ ہوا۔

”غالباً آپ کا کمرہ لائبریری کے مشرقی سرے پر ہے۔“ اس نے پوچھا۔

”جی ہاں......!“

”اور آپ پچھلی رات کو گھر پر نہیں تھے۔“

”جی نہیں۔“

”کہاں تھے؟“

شاید وہ اس سوال کے لئے تیار نہیں تھا، ہچکچا کر بولا۔ ''اور اگر میں نہ بتا سکوں تو۔''

''میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا۔'' فریدی نے لاپروائی سے کہا اور دونوں ہم شکلوں کی طرف پلٹ پڑا۔

''وہ خنجر آپ کہاں رکھتے تھے۔''

''سوٹ کیس میں۔'' دونوں نے جواب دیا۔

''میں صرف آپ سے پوچھ رہا ہوں۔'' فریدی نے اُن میں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''کیا جواب آپ کے کانوں تک نہیں پہنچا۔'' دونوں تلخ لہجے میں بولے۔

''نعیمہ کی بیہوشی کی وجہ بتا سکتے ہو۔''

''میں ڈاکٹر نہیں ہوں۔'' دونوں مسکرا کر بولے۔

''ایک کو الگ لے جاؤ۔'' فریدی جھنجلا کر جگدیش کی طرف مڑا۔

جگدیش اور ایک دوسرے سب انسپکٹر نے ان سے ایک کو پکڑا اور دھکیلتے ہوئے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھا لے گئے۔ دوسرا چپ چاپ وہیں کھڑا رہا۔

''اب یہ مذاق ختم کرو۔'' فریدی اُسے گھورتا ہوا بولا۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموشی سے فریدی کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ دفعتاً اُس کی پتلیاں اوپر کو چڑھنے لگیں جسم پر رعشہ طاری ہوا اور وہ لہرا کر زمین پر آ رہا۔

پھر جگدیش آتا ہوا دکھائی دیا۔

''وہ بیہوش ہو گیا۔'' اُس نے فریدی سے کہا۔ اور پھر چونک کر بولا۔ ''ارے یہ بھی۔''

فریدی نے جھک کر دیکھا۔ اس کے دانت بیٹھ گئے تھے اور وہ بھاری بھاری سانسیں لے رہا تھا۔

''بظاہر بیہوش ہی معلوم ہوتا ہے۔'' فریدی بولا۔

''دونوں بیہوش ہو گئے۔'' حمید ہنس پڑا۔

فریدی نے اُسے گھور کر دیکھا۔ خان بہادر ظہیر بہر حال اس کا دوست تھا اور اس کے گھر

میں ہونے والے حادثے کی وجہ سے گھر کی فضا پر ماتمی اثرات طاری تھے۔ فریدی کو اس کی ہنسی ناگوار گزری۔ حمید بھی جلدی سے سنبھل گیا۔

''یہ اس وقت تک ہوش میں نہیں آئیں گے جب تک کہ انہیں یکجا نہ کیا جائے۔'' اس نے کہا۔

''کیا مطلب......!''

''مجھے ایک بار اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔''

فریدی نے اُسے بھی اٹھوا کر ڈرائنگ روم میں بھجوا دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد جگدیش نے آ کر اطلاع دی کہ انہیں سچ مچ ہوش آ گیا۔

ظہیر نعیمہ کے کمرے میں تھا۔ اُسے جب اس بات کی اطلاع ملی تو وہ دوڑ آیا۔

''بھئی اب تو صغیر کی حرکتیں برداشت کی حد سے گذر گئی ہیں۔'' اس نے بے بسی سے کہا۔

''سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' فریدی بولا۔ ''نعیمہ کیسی ہے۔''

''اُسے ہوش آ گیا ہے۔''

''کیا ایسی حالت میں ہے کہ اُس سے کچھ پوچھا جا سکے۔''

''میرے خیال سے تو ٹھیک ہی ہے۔''

وہ دونوں نعیمہ کے کمرے میں آئے۔ وہ ایک بڑے تکئے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ فریدی کو دیکھتے ہی اُس نے آنکھیں جھکالیں۔ اُس کے چہرے پر کچھ اس قسم کا اضمحلال تھا جیسے وہ برسوں سے بیمار ہو۔

''صبح تم ہواخوری کے لئے گئی تھیں؟'' فریدی نے نرم لہجے میں پوچھا۔

''جی ہاں......!''

''کیا اسی دروازے سے۔'' فریدی نے اس دروازے کی طرف اشارہ کیا، جو لائبریری میں کھلتا تھا۔

''نہیں......!''

''رات کس وقت سوئی تھیں۔''

''گیارہ بجے۔''

"تمہیں اس کا علم تھا کہ اختر لائبریری میں موجود ہے۔"

"جی ہاں۔"

"کس طرح......!"

"دروازے کی درزوں سے لائبریری کی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔"

"اور تمہارے سونے کے وقت تک رہی۔"

"جی ہاں۔"

"لیکن تم نے یہ کیسے اندازہ لگایا کہ وہ اختر ہی تھا۔"

"بھائی جان اور اختر کے علاوہ رات کو لائبریری میں کوئی اور نہیں بیٹھتا تھا۔"

"کیا تم تھوڑی دیر کے لئے باہر جاسکتے ہو۔" فریدی نے ظہیر سے کہا۔

"یہ بھی میری بدنصیبی ہے کہ یہ کیس میرے سپرد کیا گیا ہے۔ تمہیں یقیناً مجھ پر غصہ آرہا ہوگا۔"

"نہیں بھئی۔" ظہیر بولا۔ "میں تمہارے فرائض کی ادائیگی میں حارج نہیں ہوسکتا۔"

ظہیر چلا گیا۔

"ہاں تو یہ تم کس طرح کہہ سکتی ہو کہ تمہارے سونے کے وقت تک ظہیر اور اختر دونوں ہی لائبریری میں موجود نہیں تھے۔"

"نہیں بھائی جان چلے گئے تھے۔"

"تم نے اٹھ کر دیکھا تھا۔"

"نہیں۔"

"پھر تم کو ان کے چلے جانے کے متعلق کس طرح معلوم ہوا تھا۔"

"میں نے اُن کی گفتگو سنی تھی اور پھر قدموں کی آوازیں۔"

"کیا تم بتا سکو گی کہ اُن میں کیا گفتگو ہوئی تھی۔"

"گفتگو سمجھ میں نہیں آئی تھی۔"

"تم یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہو کہ وہ ظہیر ہی کے قدموں کی آواز تھی۔"

نعیمہ کچھ سوچنے لگی۔ اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ کسی الجھن میں پڑ گئی ہو۔

"بات یہ ہے کہ ان کے جانے کے بعد میں نے درز سے جھانک کر دیکھا تھا۔" وہ ہچکچا کر بولی۔

"اس کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔"

"میرا سر چکرا رہا ہے۔" نعیمہ اپنی کنپٹیاں دبا کر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"لڑکی...... مجھے تم سے ہمدردی ہے۔" فریدی نرم لہجے میں بولا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم دل کھول کر رو بھی نہیں سکتیں۔"

دفعتاً نعیمہ کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں، چہرے کی زردی اور گہری ہوگئی۔

"میں سب کچھ جانتا ہوں۔ مجھے تم سے گہری ہمدردی ہے۔ ڈرو نہیں...... یہ بات مجھ تک ہی رہے گی۔"

نعیمہ ابل پڑی۔ رکے ہوئے آنسوؤں میں طغیانی آگئی تھی۔

"اس کی پشت میں دو خنجر پائے گئے ہیں اور یہ دونوں صغیر اور اس کے ہم شکل کے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

وہ کچھ نہ بولی۔ فریدی تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر اس نے کہا۔ "تم اُس وقت اس کمرے میں کیوں گئی تھیں۔"

"یونہی، پاگل پن۔"

"تم دونوں کے متعلق کسی کو بھی علم تھا۔"

"میں نہیں جانتی...... کچھ نہیں جانتی۔ خدا کے لئے مجھے تنہا چھوڑ دیجئے۔"

"میں تمہیں پریشان کرنا نہیں چاہتا" فریدی نے آہستہ سے کہا اور اس کے کمرے سے چلا آیا۔

"نعیمہ کے پاس کسی کی موجودگی ضروری ہے۔" فریدی نے ظہیر سے کہا۔

"آخر کیوں۔"

"یونہی! بہرحال یہ ضروری ہے۔" فریدی نے کہا۔ "تم جانتے ہو کہ میں کوئی غیر ضروری بات نہیں کرتا۔"

پھر اُس نے شمس الحیات کو مخاطب کیا۔ "ہاں جناب! براہِ کرم اُس دوست کا نام اور پتہ بتائیے، جس کے یہاں آپ نے پچھلی رات گزاری تھی۔"

"مجبوری ہے۔"

"آپ قانون کو سختی پر مجبور نہ کریں تو بہتر ہے۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

دودھ کا پیالہ

تھوڑی دیر کے لئے سناٹا چھا گیا، وہ دونوں ہم شکل پھر برآمدے میں آ گئے۔ اُن کے چہروں پر بے اطمینانی نہیں تھی۔

شمس الحیات فریدی کو اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے گھور رہا تھا۔

"بتا دیجئے نا۔" فوزیہ آہستہ سے بولی اور وہ نشے کی جھونک میں اُسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"بولو شمس...... خدا کے لئے بولو۔" ظہیر نے جھنجلا کر کہا۔ "تم سب مجھے پاگل بنائے دے رہے ہو۔"

"چلئے...... میں بتاؤں گا۔" شمس نے فریدی کو الگ چلنے کا اشارہ کیا۔

وہ دونوں ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ فریدی کو سچ مچ غصہ آ گیا تھا۔ وہ کافی ٹھنڈے دماغ کا آدمی تھا لیکن اس وقت اس کی الجھنیں بڑھ گئی تھیں۔ یہ حادثہ ایک ایسے آدمی کے گھر میں ہوا تھا جو اس کا بہترین دوست تھا اور وہ یہ بھی سمجھ چکا تھا کہ یہ حرکت گھر ہی کے کسی فرد کی تھی۔ ایسی صورت میں اُسے ایک طرف تو اپنے فرائض کا احساس تھا اور دوسری طرف اس دوستی کا خیال تھا، جو قریب قریب خاندانی تھی۔

فریدی اُسے ابھی تک گھورے جا رہا تھا۔

"میں...... دراصل......!" وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"میرے پاس فالتو وقت نہیں ہے۔" فریدی دانت پیس کر بولا۔

"آپ کو یقین نہ آئے گا۔"

"پھر وہی بکواس......!"

"میں نے رات منٹو پارک میں گزاری تھی۔"

"منٹو پارک میں۔" فریدی نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں......!"

"کیا کرتے رہے۔ مگر نہیں...... اس وقت تم نشے میں ہو۔ خیر جب تک تمہیں ہوش نہ آ جائے...... تم حراست میں رہو گے۔"

"میں نے شراب ضرور پی رکھی ہے، لیکن میں قطعی ہوش میں ہوں۔"

"فضول......!" فریدی باہر جانے کیلئے مڑا۔ "آپ بغیر اجازت کہیں جائیں گے نہیں۔"

اس پوچھ گچھ کے دوران میں حمید نے محسوس کیا کہ فریدی اُن دونوں ہم شکلوں کے بیہوش ہو جانے کے بعد سے انہیں قطعی طور پر نظر انداز کر رہا ہے۔

فرداً فرداً گھر کے سارے لوگوں کے بیانات قلم بند کئے جا چکے تھے۔ حمید یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ فریدی اُن سے مطمئن نہیں معلوم ہوتا۔ تھوڑی دیر بعد حمید نے جب انسپکٹر جگدیش کا روزنامچہ دیکھا تو ایک نئی بات معلوم ہوئی۔ وہ یہ کہ اُس میں نعیمہ کا بیان نہیں تھا...... اس کے متعلق اُس کے دل میں اُسی وقت سے خلش موجود تھی، جب اُس نے اُسے مقتول کے کمرے میں بیہوش دیکھا تھا۔ آخر اسی نے اختر کی موت سے اتنا اثر کیوں لیا تھا اور پھر وہ ایسے وقت میں اختر کے کمرے میں کیوں گئی جب کہ پولیس گھر میں موجود تھی۔ ایک نادان بچہ بھی ایسے مواقع پر محتاط ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ پولیس کی نظر گھر کے ایک ایک فرد پر تھی اور اُن میں سے کسی کا بھی بیان تشفی بخش نہیں تھا۔ خود حمید اُن میں سے کئی پر شبہے کی نظریں ڈال چکا تھا۔ دوسری طرف خود اختر کی موت کا معمہ اُسے الجھن میں ڈالے ہوئے تھا۔ آخر اس کی موت کس طرح واقع ہوئی۔ کیا واقعی وہ دونوں ہم شکل اس حادثے سے بے تعلق تھے۔ پھر اُن دونوں ہم شکلوں کا بیان جس میں انہوں نے دونوں خنجروں کو اپنی ملکیت تسلیم کر لیا تھا اور اُن کی شرارت اس خطرناک موقع پر

بھی برقرار تھی کیا وہ حقیقتاً شرارت تھی یا کوئی پراسرار سازش؟

گھر والوں نے ناشتہ نہیں کیا تھا۔ اب ایک بج رہا تھا۔ ضابطے کی کاروائی ختم ہو چکی تھی۔ فریدی نے شمس اور نعیمہ کے بیانات کو دوسری فرصت پر اٹھا رکھا تھا۔ جگدیش کو رخصت کرنے سے پہلے فریدی نے اُس سے تھوڑی دیر تک گفتگو کی۔ یہ گفتگو اُن دونوں ہم شکلوں کو حراست میں لینے کے متعلق تھی۔

"میں اسے مناسب نہیں سمجھتا۔" فریدی نے کہا۔ "تم اپنی ڈی۔ ایس۔ پی صاحب کو سمجھانے کی کوشش کرنا۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے اور تمہارے محکمے میں کسی قسم کی کوئی چپقلش ہو جائے۔"

"بہتر ہے۔" جگدیش بولا۔ "لیکن......آپ......!"

"کیا......؟"

"میں نے اس سے پہلے کسی موقع پر آپ کو اتنی الجھنوں میں نہیں دیکھا۔"

"تم میرے اور ظہیر کے تعلقات سے واقف ہو۔"

پھر جگدیش چلا گیا۔ گھر میں صرف دو کانسٹیبل رہ گئے۔ ایک مقتول کے کمرے کے دروازے پر تھا اور دوسرا لائبریری میں جہاں واردات ہوئی تھی۔

فریدی نے پھر نعیمہ کے کمرے کا رخ کیا۔ وہ تکئے پر کہنیاں ٹیکے اور ٹھوڑی ہتھیلیوں پر رکھے ویران آنکھوں سے خلاء میں گھور رہی تھی۔ فریدی کو دیکھ کر اٹھ بیٹھی۔

"شمس سے اُس کے کیسے تعلقات تھے۔"

"تعلقات......!" نعیمہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولی۔ "دونوں ایک دوسرے کو ناپسند کرتے تھے۔"

"ناپسندیدگی کی وجہ۔"

"میں نہیں جانتی۔" وہ کچھ جھنجھلا سی گئی۔

"میں جانتا ہوں کہ گھر بھر سے زیادہ تمہیں رنج پہنچا ہے۔ لیکن میں فرائض کی انجام دہی کے لئے مجبور ہوں۔"

نعیمہ پھر اُسے خوفزدہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"ہو سکتا ہے کہ اس کا قتل تمہاری ہی وجہ سے ہوا ہو۔"

"میری وجہ سے۔" نعیمہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"ہاں کیا تم اسے کوئی اہمیت نہیں دیتیں۔"

"کیسے......!"

"نعیمہ مجھے سب کچھ معلوم ہے۔"

"کیا معلوم ہے؟"

"تم اس کے ساتھ بھاگنے والی تھیں۔ تمہیں صغیر پسند نہیں تھا۔ تم اس سے شادی نہیں کرنا اہتی تھیں۔"

نعیمہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ پھر اچانک ہذیانی انداز میں بولی۔ "نہیں......نہیں......یہ غلط ہے۔ ز کو صغیر نے قتل نہیں کیا۔ آپ غلط سوچ رہے ہیں۔"

"پھر اُن دونوں کے خنجر۔"

"کچھ......نہیں......کچھ بھی نہیں......خدارا......اس گھر کو تباہی سے بچائیے۔"

"تو پھر بتاؤ نا کہ شمس اور اختر کے تعلقات اچھے کیوں نہیں تھے۔"

"رشک اور حسد! دادی جان اختر کو چاہتی تھیں اور گھر کے سیاہ و سفید کا مالک وہی تھا۔"

"ہوں......کل رات کو شمس گھر پر نہیں تھا۔" فریدی نے کہا۔ "تم جانتی ہو۔"

"نہیں۔"

فریدی کچھ دیر خاموش رہا پھر کچھ پوچھنے ہی والا تھا کہ نعیمہ بولی۔

"مجھے حیرت ہے کہ لائبریری میں یہ سب کچھ ہو گیا اور میری آنکھ نہ کھلی۔ مجھے کبھی گہری ہنز نہیں آتی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پچھلی رات مجھے غشی کی طرح نیند آئی ہے۔ بس دودھ پی لر لیٹی اور سو گئی۔"

"دودھ......!" فریدی کی نظریں چینی کے ایک بڑے پیالے پر جم گئیں، جو نعیمہ کے ہانے والی چھوٹی سی گول میز پر رکھا ہوا تھا۔

وہ تیزی سے میز کی طرف بڑھا......پیالے کی تہہ میں تھوڑا سا منجمد دودھ باقی تھا۔ فریدی

نے پیالے کو اٹھا کر سونگھا پھر رکھ دیا۔ اس کی نظریں نعیمہ کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"کیا تم نے اس میں افیون کی خفیف سی بو نہیں محسوس کی تھی۔"

"ہیک سی معلوم ہوئی تھی۔ لیکن میں نے اُسے کوئی اہمیت نہیں دی۔ کیا کہا؟ افیون تھی۔"

"سو فیصدی افیون۔ تم نے دودھ کی رنگت پر بھی غور نہیں کیا تھا۔"

"ہیک اور رنگت ہی نے مجھے یہ سمجھنے پر مجبور کر دیا تھا کہ اُس میں دھواں لگ گیا ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے۔"

"غالباً مجرم یہ جانتا تھا کہ تمہاری نیند کھٹکے کی ہے۔"

نعیمہ کچھ نہ بولی۔ وہ حد درجہ متحیر نظر آ رہی تھی۔

"کل رات کو کمرے میں دودھ کون لایا تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"گا گا......!"

"گا گا......کون......!"

"نوکرانی ہے۔ دودھ روانہ ہی لاتی ہے۔"

"یہاں دودھ آنے کے بعد سے تم یہیں رہیں یا باہر بھی گئی تھیں۔"

"وہ عموماً دس بجے دودھ لاتی ہے کیونکہ میرے سونے کا وہی وقت ہے۔"

"باہر نہیں گئی تھیں۔"

"نہیں......!"

فریدی تھوڑی دیر تک کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر دودھ کا پیالہ اٹھا کر دروازے کی طرف بڑھا۔

"ٹھہریئے......!" نعیمہ نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

فریدی رک گیا۔

"کیا آپ مجھے بدنامی سے نہیں بچا سکتے۔"

"میں نے سوچا تو یہی ہے، لیکن دراصل اس کا دارومدار حالات پر ہے۔"

"میں برباد ہو چکی۔" اس کی آنکھوں سے آنسو امنڈ پڑے۔ "لیکن بدنام ہونے کے بعد زندہ رہنا میرے بس سے باہر ہو جائے گا۔"

"کیا اختر کے ساتھ فرار ہونے کی صورت میں تم بدنامی سے بچ جاتیں۔"

"وہ بھی پاگل پن تھا۔" نعیمہ نے اپنا منہ چھپا لیا۔

فریدی نے باہر آ کر اُس نوکرانی کو طلب کیا، جو نعیمہ کے لئے اُس کے کمرے میں دودھ [illegible]یا کرتی تھی۔ فریدی نے اس سلسلے میں کسی کو کچھ نہیں بتایا کہ وہ پیالے کے متعلق کیوں پوچھ [illegible]پ کر رہا ہے۔

"کل رات کا دودھ اتنا پک گیا تھا کہ اُس میں بو آ گئی تھی۔" فریدی نے پوچھا اور حمید [illegible]لا کر اُسے گھورنے لگا۔

"نہیں تو......صرف ایک ابال کے بعد میں نے اُسے بٹیا کے کمرے میں پہنچا دیا تھا۔" [illegible]انی بولی۔

"دودھ کی رنگت کیسی تھی۔"

"جیسی ہوتی ہے۔"

"عورت! ٹھیک ٹھیک جواب دو۔" فریدی جھنجھلا گیا۔ "کیا تمہیں اس میں کچھ کچھ سیاہی [illegible]وس ہوئی۔"

اُس نے اُسے ہر طرح اطمینان دلانے کی کوشش کی کہ دودھ کی رنگت معمول کے مطابق [illegible]ا۔ اُس نے یہ بھی بتایا کہ دودھ کراؤن ڈیری فارم کی سربند بوتلوں میں آتا تھا اور اس نے اُسی [illegible]نے سیل توڑ کر دودھ کو پکنے کے لئے دیگچی میں ڈال دیا تھا۔

"کیا تم اُسے چھوڑ کر باہر گئی تھیں۔" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں......میں شروع ہی سے باورچی خانے میں بیٹھی رہی تھی۔"

"تمہیں یقین ہے کہ اس دوران میں کسی اور نے دودھ کو ہاتھ نہ لگایا ہوگا۔"

ملازمہ کچھ سوچنے لگی۔ فریدی بغور اُس کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔

"میں اس کے متعلق یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتی۔"

"کیوں......؟" فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے تھوڑی دیر کے لئے پیالہ برآمدے میں چھوڑ دیا تھا۔"

"کیوں......؟"

"میں دودھ لے کر جا رہی تھی کہ فوزیہ بیٹا اچانک چلتے چلتے گر پڑیں اور ان کے دونوں گھٹنوں میں خراشیں آ گئیں۔ انہوں نے مجھ سے ٹنکچر آئیوڈین مانگا جو بڑی بیگم صاحبہ کے کمرے میں رہتی ہے۔ میں پیالہ وہیں چھوڑ کر ٹنکچر لینے دوڑی چلی گئی۔"

"وہ کہاں گری تھیں......؟" فریدی نے پوچھا۔

ملازمہ نے اُسے وہ جگہ دکھائی اور وہ میز جس پر اس نے دودھ کا پیالہ رکھا تھا۔

"پھر جب تم ٹنکچر لے کر واپس آئیں تو فوزیہ کہاں تھیں۔"

"اپنے کمرے میں۔"

"اور پیالہ......!"

"وہیں تھا جہاں وہ رکھ گئی تھی۔"

"تم نے اُن کے گھٹنے میں آنے والی خراشوں کو دیکھا تھا۔"

"جی ہاں......دونوں گھٹنوں پر کی بہت سی کھال ادھڑ گئی تھی اور خون رس رہا تھا۔"

"پھر تم نے وہ پیالہ نعیمہ کے کمرے میں پہنچا دیا۔"

"جی ہاں۔"

"ہوں......!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "تم جا سکتی ہو۔"

پھر اُس نے ادھر اُدھر دیکھا۔ اُسے دراصل فوزیہ کی تلاش تھی۔ لیکن وہ دکھائی نہیں دی۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ اپنے کمرے میں ہے۔ فریدی اُسے بلوانے کی بجائے خود ہی اس کمرے کی طرف چل پڑا۔

فوزیہ کی پشت دروازے کی طرف تھی اور وہ کھڑکی پر دونوں کہنیاں ٹیکے باہر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ فریدی کی آہٹ پر چونک کر مڑی۔

"میں آپ کو پھر تھوڑی سی تکلیف دینا چاہتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"فرمائیے......!"

"پچھلی رات آپ کس طرح گری تھیں۔"

"اوہ......وہ کچھ نہیں۔" فوزیہ جھینپی ہوئی مسکراہٹ کیساتھ بولی۔ "کس نے کہا آپ سے؟"

"بس یونہی تذکرتا سنا ہے۔ کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ وہ کیلے کا چھلکا ہی تھا جس پر آپ کا پھسلا تھا۔"

"جی نہیں......کیا کیجئے گا پوچھ کر۔" فوزیہ ہنس پڑی۔

"یہ بھی ضروری ہے......کیلے کا چھلکا۔"

"جی نہیں......غرارے کے پائینچے میں اٹک کر گری تھی۔"

"گرنے کے بعد آپ فوراً ہی اپنے کمرے میں چلی آئی ہوں گی۔"

"جی نہیں......کچھ دیر اٹھنے میں بھی لگی ہوگی۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"مطلب یہ کہ آپ نے اُس ملازمہ کا انتظار برآمدے میں نہ کیا ہوگا جسے ٹنکچر لینے کو بھیجا تھا۔"

"نہیں میں کمرے میں چلی آئی تھی۔" وہ دفعتاً سنجیدہ ہو کر بولی۔ "کیا بات ہے۔"

"بہت ہی خاص بات ہے۔ ہاں تو ملازمہ اندازاً کتنی دیر بعد واپس آئی ہوگی۔"

"دو یا تین منٹ تو ضرور ہی لگے ہوں گے۔"

"اُس وقت برآمدے میں آپ دونوں کے علاوہ کوئی اور بھی تھا۔"

"میرے خیال سے تو نہیں۔"

"یہ شمس صاحب کیسے آدمی ہیں۔"

"زیادہ اچھے تو نہیں......لیکن اتنے بُرے بھی نہیں کہ کسی کو قتل کر دیں۔"

"میرا یہ مطلب نہیں۔ کیا وہ ہر وقت نشے میں ہوتے ہیں۔"

"میں نے تو عموماً انہیں نشے ہی میں دیکھا ہے۔"

"گھر میں کوئی افیون بھی استعمال کرتا ہے۔"

وہ پھر ہنس پڑی۔

"میں سنجیدگی سے پوچھ رہا ہوں۔"

"دادی جان۔"

"سنا ہے دادی جان اختر کو بہت چاہتی تھیں۔"

"جی ہاں......لیکن......افیون......!"

"پچھلی رات نعیمہ نے جو دودھ استعمال کیا تھا اس میں افیون ملی ہوئی تھی۔"

"ہوسکتا ہے دادی جان اُسے بھی افیونی بنانا چاہتی ہوں۔" فوزیہ نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"جی نہیں......غالباً اختر کے قاتل نے اسی میں بہتری سمجھی ہو کہ نعیمہ کو بیہوش کردے کیونکہ عموماً اُسے گہری نیند نہیں آتی اور اُسے یہ تو معلوم ہی رہا ہوگا کہ شمس رات کو اپنے کمرے میں نہیں ہوگا۔"

فوزیہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے فریدی کو دیکھ رہی تھی۔

"جس وقت آپ نے نوکرانی کو ٹنکچر کے لئے کہا تھا اس کے ہاتھ میں دودھ کا پیالہ تھا اور وہ اُسے وہیں میز پر رکھ کر چلی گئی تھی۔"

"میں نے دھیان نہیں دیا تھا۔" فوزیہ نے کہا۔ "اوہ......میرے خدا تو کیا اُن دونوں پاگلوں نے۔"

"کیا وہ دونوں انہیں کے خنجر نہیں تھے۔" فوزیہ بولی۔

"تھے کیوں نہیں......لیکن وہ اتنے احمق بھی نہیں معلوم ہوتے کہ اپنے خنجر کسی لاش میں چھوڑ جائیں اور پھر خود ہی اس بات کا اعتراف کرچکے ہیں کہ وہ خنجر انہیں کے ہیں۔"

"پھر مجھے تو کم از کم اس گھر میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا جو اختر کو ختم کردینے کی فکر میں رہا ہو۔" فوزیہ بولی۔

"ممکن ہے یہ حرکت کسی باہری کی ہو۔"

"ناممکن......!" فوزیہ بولی۔ "کوئی باہری آدمی اس کی ہمت نہیں کرسکتا اور پھر آپ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ نعیمہ کو اسی لئے افیون دی گئی تھی کہ قاتل اپنا کام بے کھٹکے ہوکر کرسکے۔"

"نہ آپ یہ تسلیم کرتی ہیں اور نہ وہ۔"

"عقل چکر میں ہے۔" فوزیہ اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

پھر فریدی نے اُس سے مزید سوالات نہیں کئے۔

پھانسی کی خواہش

آنکھ کھلتے ہی حمید نے جھلا کر تین بار لاحول پڑھی اور پھر دونوں کان دبا کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر توبہ کیجئے۔ ٹیلی فون کی گھنٹی کی آواز اب بھی اس کے کانوں کے پردوں سے ٹکرا رہی تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ جب عورتوں سے پردہ اٹھ گیا تو کانوں کے پردوں کی موجودگی کیا معنی رکھتی ہے۔ کاش کان کا پردہ ٹیلی فون کے موجد کی عقل پر پڑ گیا ہوتا......مگر یہ سب کچھ سوچنے کے بعد بھی ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی رہی......حمید جھنجھلا کر اٹھ بیٹھا۔ پھر اُس نے بلند آواز سے دو تین بار ٹیلی فون کے موجد کی ماں بہن کی عزت افزائی کی اور جو ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا تو غصے کے مارے بھیجا تک کانپنے لگا۔ دو آدمی بیک وقت "ہیلو......ہیلو" کر رہے تھے۔

"فریدی صاحب ہیں۔" دو آوازیں سنائی دیں۔

"جہنم میں گئے۔" حمید حلق پھاڑ کر چیخا۔

"کب آئیں گے۔"

"جہنم سے کبھی کوئی واپس نہیں آیا ہے۔" حمید بگڑ کر بولا۔

"معاف کیجئے گا......!" آوازیں آئیں۔ "میں سمجھا شاید سرکاری آدمی ہونے کی وجہ سے۔"

"شٹ اپ......!" حمید چیخا۔

"بہت بہتر......!"

سلسلہ منقطع ہوگیا۔

حمید نے پلنگ پر بیٹھ کر کھوپڑی سہلانی شروع کردی۔ ٹیلی فون کی گھنٹی پھر بج رہی تھی۔ اب کی حمید نے ٹیلی فون کے موجد کی دادی اور نانی تک بات پہنچا دی۔

"ہیلو......!" اُس نے ریسیور اٹھا کر جھٹکے دار آواز میں کہا۔

"معاف کیجئے گا۔" اس بار پھر دو آوازیں سنائی دیں۔

"نہیں معاف کروں گا۔" حمید چیخ پڑا۔ "میں نے تم دونوں کی گرفتاری کا انتظام کرلیا ہے۔"

"دونوں......پھر وہی دونوں۔ خدا تمہیں غارت کرے۔"

"بکواس بند کرو۔" حمید نے چیخ کر کہا۔

"کیا؟" دونوں نے کہا۔ "معاف کیجئے گا سنا نہیں۔"

"میں کہتا ہوں بکواس بند کرو۔" حمید اتنی زور سے چیخا کہ آواز پھٹ گئی۔

"پھر نہیں سنا! کیا آپ زور سے نہیں بول سکتے۔"

"ہاں تمہاری......!" حمید نے ریسیور میز پر پٹخ دیا۔

وہ ان دونوں ہم شکلوں سے تنگ آ گیا تھا اور کل سے یہی سوچ رہا تھا کہ ان کی حجامت کس طرح بنائے، لیکن کوئی معقول تدبیر ابھی تک نہیں سوجھی تھی۔

فریدی رات سے غائب تھا۔ اس کی عدم موجودگی میں حمید اُسی کے کمرے میں سو گیا تھا۔ لیکن اب سوچ رہا تھا کہ اُس سے بڑی بھاری غلطی سرزد ہو گئی تھی۔ اگر وہ اپنے کمرے میں سوتا تو اتنے سویرے کیوں اٹھنا پڑتا۔ حالانکہ اُس کے سونے کے کمرے اور فریدی کے بیڈ روم میں ایک ہی دیوار حائل تھی، لیکن اگر وہ اپنے کمرے میں سویا ہوتا تو فریدی کے کمرے میں رکھے ہوئے فون کی گھنٹی اُسے نہ جگا سکتی۔

اُس نے ریسیور کو میز ہی پر پڑا رہنے دیا اور اٹھ کر باہر چلا گیا۔

سورج طلوع ہو رہا تھا۔ شاید حمید نے کئی ماہ بعد سورج طلوع ہونے کا ناگوار منظر دیکھا تھا۔ اس لئے اس نے زیادہ دیر تک اُس سے طبیعت بیزار کرنا مناسب نہ سمجھا۔

بیرونی برآمدے میں آ کر اُس نے دیکھا کہ فریدی ایک دیسی کتے کو کچے گوشت کے پارچے کھلا رہا ہے۔

"کیوں؟ کیا اب دیسی کتوں سے بھی شوق فرمایا جائے گا۔" اس نے بوکھلا کر کہا۔

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ کتے کو انہماک سے دیکھ رہا تھا جو اپنا سر جھٹک جھٹک کر ایک بڑے سے پارچے کو نگلنے کی کوشش کر رہا تھا۔

فریدی نے ایک دوسرے پارچے پر ڈاک کا ایک ٹکٹ چپکایا اور کتے کے آگے ڈال دیا۔

وہ پہلا پارچہ اُگل کر اس کی طرف لپکا۔

"ہائیں......!" حمید اچھل کر بولا۔ "آپ کی طبیعت تو اچھی ہے نا۔"

"بکو مت!" فریدی کرسی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

کتا ٹکٹ لگا ہوا پارچہ کھا چکنے کے بعد اگلے ہوئے ٹکڑے کو چبانے لگا۔

فریدی دوسرے پارچے پر ٹکٹ چپکا رہا تھا۔

"اے پروردگار......" حمید آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "یہ خواب ہے یا بیداری......میں زندہ ہوں یا مردہ......!"

"کیا بک رہے ہو۔" فریدی نے کہا۔

"ارے یہ ٹکٹ کیوں......کیا ویسے پارچہ بیرنگ ہو جائے گا۔ (ابے او کتے تو کتا ہے یا پوسٹ ماسٹر۔"

کتے نے اس کی مطلق پرواہ نہ کی۔ ممکن ہے اس نے سوچا ہو کہ آدمی بھونکا ہی کرتے ہیں۔

"مت ٹائیں ٹائیں کرو۔" فریدی بڑبڑا کر رہ گیا۔

اس نے پھر ایک پارچہ پھینکا۔ کتے نے اُسے اوپر ہی اوپر روک کر چبانا شروع کر دیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کے منہ سے ایک تیز قسم کی آواز نکلی، جو بتدریج کم ہوتی گئی اور ساتھ ہی ساتھ اس کے اگلے پیر بھی آگے کی طرف پھیلتے گئے۔ وہ دونوں پیروں کے درمیان سر رکھے پلکیں جھپکاتا ہوا خاموشی سے مر رہا تھا۔

فریدی جھک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"ٹھنڈا ہو گیا۔" اس نے سیدھے کھڑے ہو کر کہا۔

حمید کا عجیب عالم تھا۔ کبھی وہ فریدی کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی کتے کی طرف۔

فریدی کے ہاتھ میں تین ٹکٹ اور تھے......اس نے انہیں احتیاط سے جیب میں رکھ لیا۔

"یہ کیا ہوا......!" حمید نے احمقوں کی طرح پوچھا۔

"دکھائی نہیں دیتا۔"

"دکھائی دیتا ہے......لیکن اس کی روانگی بذریعہ رجسٹری ہوئی ہے یا ہوائی ڈاک سے۔ آخر آپ مجھے اُلو کیوں سمجھتے ہیں۔ کیوں جان لی اس غریب کی۔"

"اسی طرح بیچارہ اختر بھی۔"

"کیا......؟" حمید پھر اچھل پڑا۔

"ہاں حمید صاحب۔ اس کی موت کا باعث بھی ایک ٹکٹ ہی ہوا ہے۔"

"یعنی......!"

"تمہارا سر......اتنی معمولی معمولی باتوں کی وضاحت مت چاہا کرو۔"

"بخدا میں نہیں سمجھا۔"

"کیا تمہیں وہ لفافہ یاد نہیں، جو مقتول کے ہاتھ کے نیچے دبا ہوا ملا تھا۔"

"اُسے تو میں بالکل ہی بھول گیا تھا۔"

"لفافے کا وہ حصہ ہاتھ کے نیچے تھا جس پر ٹکٹ چپکا ہوا تھا۔ غالباً اس نے ٹکٹ کو زبان پر رکھ کر نم کیا ہوگا اور پھر اُسے چپکاتے ہی چپکاتے ختم ہوگیا۔"

"زہر......!" حمید آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "اتنا سریع الاثر۔"

"اس کتے کی موت تو دیکھ ہی چکے ہو۔ دیکھو نا......اس پارچے کو کچلتے ہی کچلتے اس کی موت واقع ہوگئی۔ حلق کے نیچے اتارنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ ٹکٹ کے پیچھے لگی ہوئی گوند زہریلی ہے۔"

"کون سا زہر ہو سکتا ہے۔"

"پوٹاشیم سائینائیڈ......!" فریدی نے کہا۔ "اس سے زیادہ سریع الاثر زہر دنیا میں کوئی اور نہیں۔ زبان پر رکھا اور بیڑا پار......اختر کی لاش کی پوسٹ مارٹم رپورٹ بھی یہی کہتی ہے کہ موت پوٹاشیم سائینائیڈ ہی سے واقع ہوئی ہے۔"

"یہ ٹکٹ تھے کہاں۔"

"اسی میز پر جہاں اُس کی لاش پائی گئی تھی۔"

"اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ملنے سے پہلے ہی آپ نے ان ٹکٹوں پر قبضہ کر لیا تھا۔"

"قطعی......!"

"آپ کا ذہن ادھر پہنچا کیسے تھا۔"

"نہایت آسانی سے۔ یہ تو پہلے ہی ثابت ہو چکا تھا کہ موت خنجروں سے نہیں ہوئی تھی۔ ...وہ کوئی زہر ہی رہا ہوگا۔ لیکن اس موت میں بھی لاش کی وہ حالت نہ ہونی چاہئے تھی جس میں ...نے اُسے پایا، کیونکہ پوٹاشیم سائینائیڈ کے علاوہ ہر زہر تھوڑی دیر تک تڑپاتا ضرور ہے۔ لفافہ ...مد ہوتے ہی میرا ذہن پوٹاشیم سائینائیڈ کے امکانات پر غور کرنے لگا تھا۔"

"اس لفافے میں کیا تھا؟"

"ایک خط، جو اس نے اپنے کسی دوست کو لکھا تھا۔ اُسی خط کے ذریعہ مجھے معلوم ہوا کہ وہ ...رنعیمہ فرار ہو کر اُس دوست تک پہنچنے والے تھے۔"

"میں تو کہتا ہوں کہ یہ انہیں دونوں مردودوں کی حرکت ہے۔" حمید بولا۔

"وہ اتنی دیدہ دلیری کے ساتھ قانون کو بے بس کر سکتے ہیں، قتل کی بھی ہمت رکھتے ہوں گے۔"

"فرزند من......!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "پوٹاشیم سائیناٹیڈ استعمال کر چکنے کے بعد خنجروں ...ی حماقت کی کیا ضرورت تھی۔"

"ہمیں اُلو بنانے کے لئے۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اگر ہم مجرم ہوتے تو لاش میں ...ے خنجر چھوڑنے کی حماقت کبھی نہ کرتے۔"

"خوب......!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "آج کل کافی عقل مند ہو رہے ہو۔"

"اب آپ پوچھیں گے کہ انہیں یہ ظاہر کرنے کی ضرورت ہی کیوں محسوس ہوئی کہ اُن کا ...لق اس قتل سے ہے۔"

"ضرور پوچھوں گا۔" فریدی ہنس کر بولا۔

"ظاہر ہے کہ انہوں نے اُسے اسی لئے قتل کیا کہ وہ اس کے ساتھ بھاگ رہی تھی۔ تفتیش ...ں اگر یہ بات ظاہر ہو جاتی تو اُن دونوں پر ضرور شبہ کیا جاتا۔ لہٰذا انہوں نے علی الاعلان خود ہی ...جر لگا کر ہمیں شبہ ہی نہیں بلکہ یقین کر لینے کی دعوت دے دی۔ اس طرح ہم اس الجھن میں ...سکتے ہیں کہ ممکن ہے کسی اور نے انہیں پھنسانے کے لئے ان کے خنجر استعمال کئے ہوں۔"

"بہت اچھے......تم یقیناً سوچنے کی عادت ڈال رہے ہو۔" فریدی بولا۔

"کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

''نہیں......تمہارے دلائل مان لینے کے قابل ہیں۔''

''پھر......؟''

''پھر کیا......؟''

''ان دونوں کو حراست میں لے لیا جائے۔''

''لیکن......شمس کے لئے کیا کرو گے۔'' فریدی بولا۔ ''کیونکہ ابھی تک اس نے گھر سے غائب رہنے کی کوئی معقول وجہ نہیں بتائی۔ لیکن وہ تمہاری نظروں میں مشتبہ نہیں ہے۔''

''اسی حد تک......!'' حمید نے کہا۔ ''جہاں تک اُس کے اس بے تکے بیان کا تعلق ہے کہ اس نے وہ رات منٹو پارک میں گزاری تھی۔ وہ ہمیں ابھی تک نشے ہی کی حالت میں ملا ہے۔ اس لئے اس کے بیان کی کوئی اہمیت ہی نہیں رہ جاتی۔ ایسی صورت میں اگر وہ منٹو پارک کے بجائے سعادت حسن منٹو پارک کا بھی حوالہ دے تو آپ کو بُرا نہ ماننا چاہیے۔''

فریدی مسکرانے لگا......پھر اُس نے ہنس کر کہا۔ ''تم اب بھی صبح اٹھنے کے فوائد کے قائل نہ ہو تو تم پر تین حرف۔''

حمید ضرورت سے زیادہ سنجیدہ نظر آرہا تھا۔

''اگر آپ تسلیم کئے لیتے ہیں کہ وہ گھر میں نہیں تھا تو آپ کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ نعیمہ کے دودھ میں افیون اس نے نہیں ملائی تھی۔ پھر اس سے تو آپ انکار کر ہی نہ سکیں گے کہ سازش کا تعلق ایک سے زیادہ آدمیوں سے ہے۔''

''تم یہ بھی ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''پھر آپ انہیں حراست میں کیوں نہیں لیتے۔''

''نہ لینے میں کیا حرج ہے ظاہر ہے کہ وہ کہیں جا تو سکتے ہی نہیں کیونکہ ان کے پاسپورٹ میرے پاس ہیں۔''

''لیکن میرا بھیجا تو کھا سکتے ہیں صبح سے فون کر کر کے دماغ خراب کر دیا سالوں نے۔''

''کیا کہہ رہے تھے۔''

''کچھ نہیں......فضول بکواس۔ آپ کو پوچھا تھا۔'' حمید نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ پھر

چونک کر بولا۔ ''یہ تو بتایئے! کیا آپ کی دانست میں مجرم کو یہ یقین تھا کہ مرنے والا رات کو کوئی خط ضرور لکھے گا اور پھر یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ وہ رات ہی کو اُسے لفافے میں بند کر کے ٹکٹ بھی چپکا دیتا۔ آخر اس نے ٹکٹ ہی کو کیوں زہر آلود کیا؟''

''میں اسی پر غور کر رہا ہوں۔'' فریدی نے کہا ''اور اب اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس نے اور ذرائع بھی استعمال کئے ہوں گے۔ نعیمہ کے دودھ میں افیون ملانے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ مجرم کو اپنی کامیابی کا سو فیصدی یقین تھا......اور ظاہر ہے کہ وہ یقین محض ٹکٹ کی بناء پر نہیں ہو سکتا۔''

''ہو سکتا ہے اس نے اختر کے استعمال میں آنے والی دوسری چیزوں کو بھی زہر آلود کیا ہو......مثلاً......اوہ حمید صاحب۔ میں اُس صراحی کو تو بھول ہی گیا جو اُسی میز کے قریب رکھی ہوئی تھی۔ یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ میں نے لائبریری کو مقفل کرا دیا تھا۔''

''اچھا افیون کے متعلق کیا خیال ہے؟''

''اگر افیون اس ملازمہ نے نہیں ملائی تو وہ اس وقت دودھ میں ڈالی گئی جب وہ پیالے کو برآمدے میں چھوڑ کر ٹنکچر آیوڈین لینے چلی گئی تھی۔''

''ظہیر صاحب کی دادی افیون کی عادی ہیں۔'' حمید بولا۔

''تو اس سے کیا......؟''

''مطلب یہ کہ شاید انہیں کی افیون استعمال کی گئی ہو۔''

''کیا وہ خود ہی استعمال نہیں کر سکتیں۔''

''اچھا کیا اُن پر بھی شبہ ہے۔'' حمید بولا۔

''کیوں نہیں......جب شکوک کے اسباب موجود ہوں تو شبہ نہ کرنا بھی کفر ہے۔''

''یعنی......!''

''اگر تمہارا یہ خیال صحیح ہے کہ وہ دونوں قاتل ہیں تو اس معاملے میں دادی ہی اُن کی مددگار ہو سکتی ہے۔ یہ دادی ہی کی خواہش تھی کہ صغیر کی شادی نعیمہ سے ہو۔ فرض کرو کسی طرح اُسے یہ علم ہو گیا ہو کہ نعیمہ اختر کے ساتھ فرار ہو رہی ہے لہٰذا اختر کی احسان فراموشی پر غصہ آنا لازمی ہے۔''

فریدی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ''مگر یار یہ پوٹاشیم سائینائیڈ......

آخر مجرم نے اسے کس طرح حاصل کیا۔ عام زہروں کی طرح وہ آسانی سے نہیں دستیاب ہوتا۔"

حمید بھی کسی سوچ میں پڑ گیا۔ فریدی نے ایک نوکر کو بلا کر مردہ کتے کے متعلق کچھ ہدایات دیں اور پھر وہ دونوں اندر چلے گئے۔

میز پر شہر کے سارے روزنامے بکھرے ہوئے تھے۔ ناشتے کے دوران میں وہ دونوں انہیں الٹتے پلٹتے رہے۔ خان بہادر ظہیر کے یہاں ہونے والے حادثے کے متعلق طرح طرح کی قیاس آرائیاں ہوئی تھیں، لیکن کسی اخبار نے بھی موت واقع ہونے کی صحیح وجہ نہیں لکھی تھی۔ صرف اُن دونوں خنجروں کے سلسلے میں انواع واقسام کی بحثیں تھیں۔ ظہیر کے خاندان میں دو ہم شکلوں کی موجودگی اور اُن کے یکساں عادات و اطوار کی داستان بھی شائع ہوئی تھی اور قتل کے متعلق ساری بحثوں کا مرکزی خیال وہی دونوں تھے۔

"یہ تم نے ریسیور میز پر کیوں ڈال دیا ہے۔" فریدی نے فون کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اس وقت وہ دونوں بیڈروم ہی میں ناشتہ کر رہے تھے۔ فریدی نے اٹھ کر ریسیور فون پر رکھ دیا۔

"فون کی گھنٹی کا شور مجھے پسند نہیں۔" حمید نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

فریدی نے اسے گھور کر دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں۔

تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجی۔

"ہیلو......!" فریدی نے ریسیور اٹھالیا۔

"کون صاحب بول رہے ہیں۔" دوسری طرف سے دو آوازیں سنائی دیں۔

"فریدی......!"

"اوہ...... آخر آپ نے ڈس کنکٹ کیوں کر رکھا ہے۔ ایک گھنٹے سے کوشش کر رہا ہوں۔"

"کہئے......کیا بات ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"خدارا مجھے حراست میں لے لیجئے۔" دو آوازیں آئیں۔

"کیوں......؟"

"گھر والوں نے پریشان کر ہی رکھا تھا اب اخبار والے بھی پیچھے پڑ گئے۔ سب نے مجھے دو لکھا ہے کوٹھی کے سامنے خلقت کا اژدھام ہے، جو مجھے دیکھنے کیلئے بے قابو ہے۔ یا تو ان سب

سے میرا پیچھا چھڑائیے یا پھر میرے خلاف جلد سے جلد جرم ثابت کر کے مجھے پھانسی دلوا دیجئے۔"

اور وہ تصویر

حادثے کے تیسرے دن فریدی نے شمس الحیات کو مقفل کمرے سے نکالا۔ اس نے اُسے پچھلی رات کو ایک کمرے میں بند کر دیا تھا تاکہ اسے شراب نہ مل سکے۔ اُس نے یہ سب اپنی ہی کوٹھی میں کیا تھا۔ وہ اسے تفریح کے بہانے ظہیر کے یہاں سے لایا تھا۔ اس وقت بھی وہ شراب پئے ہوئے تھا۔

جیسے ہی فریدی نے اُسے کمرے سے نکالا اُس کے منہ سے مغلظات کا طوفان امنڈ پڑا۔ جب وہ اچھی طرح بک چکا تو فریدی مسکرا کر بولا۔

"میرا احسان مانو کہ میں نے تمہیں ایک بہت بڑی ذلت سے بچالیا۔ کیا تمہیں سچ مچ حوالات ہی پسند ہے۔"

"حوالات......" شمس چیخ کر بولا۔ "کیسی حوالات! تم مجھے دھونس میں نہیں لے سکتے۔"

"دھونس کی ایک ہی رہی۔" حمید ہنس پڑا۔ "یار تم بھی اپنے نام ہی کی طرح عجیب معلوم ہوتے ہو۔ تمہارا نام شمس الحیات نہ جانے کیوں ہے؟ تمہیں تو ہفت تلخیات (Seven Bitter) ہونا چاہئے تھا۔"

"میں ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ کر دوں گا۔"

"اس میں بہت عرصہ لگے گا۔" حمید نے کہا۔ "لیکن یہ ضرور ہے کہ خود تمہارا وارنٹ گرفتاری ناقابل ضمانت بھی ہوسکتا ہے۔"

قبل اس کے کہ شمس الحیات کچھ کہتا فریدی اُسے مخاطب کر کے بولا۔

"دوشنبہ کی رات کو تم کہاں تھے؟"

شمس اُسے کچھ دیر تک گھورتا رہا پھر اس نے جھلا کر کہا۔ "کتنی بار بتاؤں کہ منٹو پارک میں تھا۔"

"کیوں......؟" فریدی کی آنکھیں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"میں نہیں بتا سکتا۔"

"تب تم جھوٹے ہو۔"

"یہی سہی۔" شمس لاپروائی سے بولا۔ "میرے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ میں سچا ہوں۔"

"تب تو مجبوراً......" فریدی نے ٹیلی فون کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

شمس الحیات کی جماہی درمیان ہی سے ختم ہوگئی۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر فون کی طرف دیکھ رہا تھا۔ فریدی نے اپنی انگلی ڈائل پر رکھی ہی تھی کہ اس نے کہا۔

"ٹھہریئے۔"

فریدی ریسیور اٹھائے ہوئے اس کی طرف مڑا۔

"ایک شرط ہے۔" شمس پھر بولا۔

"کیا.... ؟" فریدی نے کہا۔ اس کی انگلی ابھی تک ڈائل ہی پر تھی۔

"آپ وہ بات اپنے ہی تک رکھیں گے۔"

"بات کی نوعیت معلوم کئے بغیر میں کوئی وعدہ نہیں کرسکتا۔"

"تو جانے دیجئے۔"

"شمس ایک بار پھر سمجھ لو۔" فریدی سنجیدگی سے بولا۔ "محض ظہیر کی خاطر میں وہ طریقے اختیار کرنے سے اجتناب کررہا ہوں جس سے اسکے خاندان کی بدنامی ہو۔ اگر تم حوالات میں بند ہوئے تو تمہارا نام معہ ولدیت اور سکونت اخبارات میں ضرور شائع ہوگا اور تم تو یہ جانتے ہی ہو کہ مجھے اپنا فرض ہر حال میں ادا کرنا ہے۔ میں اپنے فرائض پر دوستی یا تعلقات کو ترجیح نہیں دے سکتا۔"

شمس تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر ہچکچاتا ہوا بولا۔

"میں ایک لڑکی کا انتظار کررہا تھا۔"

"ویری فائین......!" حمید اسے تعریفی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

8

"تو کیا تم رات بھر اس کا انتظار کرتے رہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"ہاں......اُس نے بارہ سے تین بجے کا وقت دیا تھا۔"

"خوب......!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "منٹو پارک میں...... بارہ سے تین بجے رات تک کا وقت۔"

"میں کہہ رہا تھا کہ میں اپنی صداقت کا کوئی ٹھوس ثبوت نہ پیش کرسکوں گا۔" شمس بڑبڑایا "کیونکہ وہ خط بھی ٹائپ کیا ہوا تھا اور تصویر......تصویر بھی آسانی سے حاصل کی جاسکتی ہے۔"

پھر اس نے فریدی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "پھنس گیا...... میں بُری طرح پھنس گیا فریدی صاحب۔"

"کیا تم بغیر پئے بھی بہکنے لگتے ہو۔" فریدی نے پوچھا۔

"میں بہک نہیں رہا ہوں۔" شمس اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔ "مجھ پر یقیناً شبہ کیا جاسکتا ہے۔ میرے اور اختر کے تعلقات اچھے نہیں تھے۔ حادثے سے ایک روز قبل میری اس سے لڑائی بھی ہوگئی تھی۔"

"کس بات پر......؟"

"بس یونہی! اُس میں ایک خاص عادت تھی۔ جب بھی وہ لڑکیوں میں بیٹھتا اور میں بھی موجود ہوتا تو مجھے تختۂ مشق بنانے کی کوشش کرتا تھا۔"

"کیا اس دن بھی اس نے یہی حرکت کی تھی۔"

"جی ہاں۔"

"کون کون موجود تھا۔"

"نعیمہ، فوزیہ اور ان کی تین سہیلیاں۔" شمس نے کہا۔ "اور میں نہایت بے باکی سے اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ اگر نعیمہ اور فوزیہ درمیان میں نہ آجاتیں تو میں اس کا گلا ضرور گھونٹ دیتا۔"

"تمہیں گھر میں اس کی مقبولیت بھی ناپسند تھی......؟" فریدی نے پوچھا۔

"مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ میرا گھر نہیں۔"

"تم اکثر ظہیر کے یہاں آتے رہتے ہو۔"

"جی ہاں اور اکثر زیادہ دنوں تک بھی قیام کرتا ہوں۔"

"کوئی خاص دلچسپی۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"مطلب یہ کہ...... خیر مجھے اس سے بحث نہیں۔ ہاں وہ لڑکی کون ہے۔ جس نے تمہیں منٹو پارک میں بلایا تھا۔"

"آپ نے پھر وہی سوال کیا......؟" شمس کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "کیا آپ یقین کریں گے کہ میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔"

یک بیک حمید اور فریدی دونوں کی دلچسپی بڑھ گئی۔

"یقین کیا جاسکتا ہے۔" فریدی آہستہ سے بولا۔

"تو سنئے...... میں نے اُسے کبھی نہیں دیکھا۔ البتہ اس دوران میں مجھے اس کے تین خطوط موصول ہوئے ہیں۔ آخری خط کے ساتھ اس کی تصویر بھی تھی اور یہ سارے خطوط انگریزی میں ٹائپ کئے ہوئے تھے۔"

"کیا بذریعہ ڈاک موصول ہوئے تھے۔"

"جی ہاں...... اسی شہر سے پوسٹ کئے گئے تھے۔ اس نے لکھا تھا کہ وہ مجھے عرصے سے جانتی ہے اور محبت کرتی ہے...... وغیرہ وغیرہ۔"

"وغیرہ بھی کرتی ہے۔" حمید نے جلدی سے کہا۔

"شٹ اپ......!" فریدی اس کی طرف تیزی سے مڑا۔

"تصویر کے ساتھ والے خط میں اس نے منٹو پارک میں ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی اور یہ بھی لکھا تھا کہ وہ ملاقات ہونے پر اپنے متعلق سب کچھ بتائے گی۔ حقیقتاً میں اسے کسی کی شرارت ہی سمجھا تھا۔ سو فیصدی شبہہ اختر پر تھا کیونکہ وہ ہمیشہ اسی فکر میں رہتا تھا کہ مجھے کسی طرح بیوقوف بنا کر لڑکیوں اور ان کی سہیلیوں کی دلچسپی کا سامان بہم پہنچائے۔"

"پھر بھی منٹو پارک دوڑے گئے تھے۔" حمید نے۔

"یہ خیال بھی تو تھا...... مگر ٹھہریئے...... بس ایک گھونٹ کہیں سے مل جاتی۔ صرف ایک گھونٹ۔" اس نے اپنے گلے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

فریدی نے حمید کو اشارہ کیا اور وہ چلا گیا۔ فریدی اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ شمس عادی قسم کا والا ہے، ایسے لوگ اعتدال کے ساتھ پینے پر بہکا نہیں کرتے۔

تھوڑی دیر بعد حمید وہسکی کا ایک بڑا پگ لایا۔

"ہیو...... میرے دوست......!" شمس بچوں کی طرح کھل گیا۔ "بڑے معاملہ فہم معلوم تے ہو۔ بخدا میں نئے دن کا آغاز پٹیالہ پگ ہی سے کرتا ہوں۔"

ایک ہی سانس میں اُس نے گلاس خالی کر دیا۔ پھر تھوڑی دیر تک اس طرح منہ چلاتا رہا منہ کے اندر گونجی ہوئی بو سے لطف اندوز ہو رہا ہو۔

"میں عورت کے معاملے میں خاصا اُلو ہوں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ اس کے بے جان ے پر جوانی کا خون پھر سے جھلکیاں مارنے لگا تھا۔ وہ تھوڑی دیر ٹھہر کر بولا۔ "بڑی جلدی غلط میں مبتلا ہو جاتا ہوں، حالانکہ مجھے سو فیصدی یقین تھا کہ کوئی مجھے الو بنا رہا ہے لیکن پھر ...... پھر بھی میں نے اپنی وہ رات منٹو پارک میں برباد کی، سوچ رہا تھا ممکن ہے سچ ہی ہو۔"

"لیکن وہ نہیں آئی۔" فریدی نے کہا۔

"بالکل نہیں۔"

"وہ خطوط کہاں ہیں۔"

"گھر پر......!"

فریدی نے معنی خیز انداز میں حمید کی طرف دیکھا۔

"کسی سے ان خطوط کا تذکرہ بھی کیا تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں...... کسی سے بھی نہیں اور آپ کو بھی بتانے کا ارادہ نہیں تھا۔ مگر مفت کی رسوائی کون لے۔"

"میں تمہاری عقل مندی کی داد دیتا ہوں۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "اچھا چلو...... میں ذرا ان خطوط پر بھی ایک نظر ڈال لوں۔"

پھر وہ ظہیر کی کوٹھی پر آئے۔ اس درمیان میں فریدی اور حمید نے یہ بات محسوس کی تھی کہ پھر ان دونوں کی آمد پر کچھ اکتایا اکتایا سا نظر آنے لگتا ہے۔ حمید نے اس کے متعلق فریدی سے بھی پوچھا تھا لیکن اس نے کوئی تشفی بخش جواب نہیں دیا۔

حمید نے اُن دونوں ہم شکلوں کو بھی دیکھا جو بیٹھے ایک ساتھ سر کھجا رہے تھے اور دونوں نے ایک ہی انداز میں اپنے ہونٹ بھی سکوڑ رکھے تھے۔

برآمدے سے فوزیہ گذر رہی تھی۔ انہیں دیکھ کر اپنے مخصوص انداز میں مسکرائی اور حمید یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اس کی مسکراہٹ میں بڑی سکس اپیل ہے۔

"کہاں رہ گئے تھے شمس بھائی۔" اس نے کہا۔

"میرے ساتھ تھے۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "پچھلی رات ہم ایک بجے تک شطرنج کھیلتے رہے۔"

پھر فوزیہ، فریدی اور حمید سے دو ایک رسمی باتیں کرنے کے بعد چلی گئی۔ اس دوران میں وہ شمس کو کچھ ایسی نظروں سے دیکھتی رہی تھی جیسے وہ اُسے پرلے سرے کا بیوقوف سمجھتی ہو۔

تھوڑی دیر بعد فریدی اور حمید وہ خطوط دیکھ رہے تھے جن کے لئے وہ یہاں آئے تھے۔

تینوں خطوط انگریزی میں ٹائپ کئے ہوئے تھے اور ان پر بھیجنے والے کا نام نہیں تھا۔ خطوط سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کسی کو بیوقوف بنانے کے لئے ہی لکھے گئے ہیں۔ فریدی اُن خطوط پر غور کر رہا تھا اور حمید اُن کے ساتھ والی تصویر میں ڈوبا ہوا تھا۔

وہ کسی حسین لڑکی کی تصویر تھی۔ خدوخال کافی دلکش تھے۔

"دوسری رات......!" فریدی شمس کی طرف مڑ کر بولا۔ "پھر تم دوسری رات منٹو پارک نہیں گئے۔"

"نہیں......!"

"کیوں......؟"

"دوسرے دن کافی عقل آ گئی تھی۔ حقیقتاً یہ اُسی کی شرارت تھی۔"

"کس کی......؟"

"اختر کی؟ اگر وہ زندہ ہوتا تو ابھی یہ سلسلہ قائم ہی رہتا۔"

"ہوں......!" فریدی نے وہ خطوط جیب میں ڈال لئے۔ تصویر حمید کے پاس تھی۔

"کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔" کمرے کے دروازے پر دونوں ہم شکل کھڑے تھے۔

"صرف ایک......!" حمید بھنا کر پلٹا۔

"آخر آپ ہی کو مجھ سے اتنی دشمنی کیوں ہے۔" انہوں نے حمید سے کہا۔

"دشمنی نہیں محبت کہو...... جب تم یہاں سے جانے لگو گے تو تمہارا ڈبلی کیٹ اپنے لئے لوں گا۔"

"ہائیں...... ڈبلی کیٹ...... پھر وہی۔" دونوں نے سنجیدگی سے کہا۔ "معلوم نہیں یہ مذاق ب ختم ہوگا۔"

"پھانسی کے تختے پر......!" حمید اُن سے زیادہ سنجیدہ نظر آنے لگا۔

"پیارے بھائی! کاش آپ سچ کہہ رہے ہوں۔ اس زندگی سے موت ہی بہتر ہے۔ حد ہے ستم ظریفی کی۔ کبھی آپ کو بھی اسی طرح ایک سے دو ہونے کا اتفاق ہوا تو پتہ چل جائے گا۔"

فریدی اس طرح سوچ میں ڈوبا ہوا تھا جیسے وہ اُن کی گفتگو سن ہی نہ رہا ہو۔

"میں کیا بتاؤں...... میرے دوستو!" حمید نے غمناک لہجے میں کہا۔ "میرا بس ہی نہیں ا...... ورنہ سب ٹھیک ٹھاک ہو جاتا۔"

"کیوں بس نہیں چلتا۔" دونوں نے بھولے پن سے کہا۔ "بس چلایئے۔ ورنہ میری زندگی اد ہو جائے گی۔ میں ہر لڑکی کو دو نظر آتا ہوں۔ نعیمہ نے بھی شادی کرنے سے صاف انکار دیا۔"

"نعیمہ......!" حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فریدی نے اُسے گھور کر دیکھا۔

غالباً اُسے خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں حمید، نعیمہ اور اختر کے تعلقات پر روشنی ڈالنا نہ شروع ردے، اُس نے ابھی تک یہ بات کسی پر ظاہر نہیں کی تھی۔

فریدی انہیں وہیں چھوڑ کر ظہیر کے پاس چلا آیا۔ اس نے وہ تصویر حمید سے لے لی تھی۔

"تمہارا ٹائپ رائٹر ٹھیک چل رہا ہے۔" اس نے ظہیر سے پوچھا۔

"ہاں...... کیوں......!"

"ایک خط ٹائپ کرنا ہے۔"

ظہیر فریدی کو اپنے دفتر والے کمرے میں لے آیا۔ فریدی ٹائپ رائٹر کے سامنے بیٹھ گیا۔

"میری موجودگی ضروری تو نہیں۔" ظہیر نے پوچھا۔

"قطعی نہیں۔" فریدی نے کہا اور مشین پر کاغذ چڑھانے لگا۔ پھر اس نے اُن خطوط سے ایک نکال کر اس کی نقل کرنی شروع کر دی۔

پھر وہ اتنا محو ہو گیا کہ اسے نعیمہ کی آمد کی خبر تک نہ ہوئی، جو پچھلے دروازے سے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

فریدی اس وقت چونکا جب وہ اس کی پشت سے بیساختہ میز پر کچھ دیکھنے کے لئے جھکی۔ وہ ایک طرف سرک گیا۔ نعیمہ وہی تصویر دیکھ رہی تھی، جو فریدی کی بے خیالی کی وجہ سے میز ہی پر پڑی رہ گئی تھی۔

"یہ تصویر......!" وہ سیدھی کھڑی ہو کر آہستہ سے بڑبڑائی۔ پھر جواب طلب نظروں سے فریدی کی طرف دیکھنے لگی۔

"کیوں......؟" فریدی کی ٹٹولنے والی نظریں اس کے چہرے پر جم گئیں۔

"یہ یہاں کہاں......؟" نعیمہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"کچھ نہیں۔" نعیمہ نے کہا اور تصویر اٹھا کر اپنے بلاؤز کے گریبان میں رکھ لی۔

"تمہیں شاید یہ نہیں معلوم کہ فی الحال یہ تصویر سرکاری ملکیت ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔" نعیمہ نے کہا۔ پھر اچانک اس کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا۔

"کیا تم اسے جانتی ہو۔"

"جاننا کیسا...... یہ میرے ہی البم کی ایک تصویر ہے۔ نہ جانے کس نے نکال کر یہاں ڈال دی۔"

"اوہ......!"

"یہ میری ایک مرحوم سہیلی کی تصویر ہے۔"

"مرحوم سہیلی۔" فریدی کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ "کیا ابھی حال ہی میں ان کا انتقال ہوا ہے۔"

"جی نہیں...... ایک سال کے لگ بھگ۔"

"اسی شہر میں رہتی تھیں۔"

"جی نہیں...... لکھنؤ میں تھی۔"

"اچھا تو یہ تصویر مجھے دے دو۔" فریدی نے کہا۔ "تم نے اپنا البم کب سے نہیں دیکھا۔"

"آخر آپ یہ سب کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"یونہی...... ضرورتاً...... تم اسے کہاں رکھتی ہو۔"

"بکس میں......!"

"ذرا اُسے لاؤ تو......!"

"مگر اس وقت...... وہ دراصل فی الحال شمس بھائی کے پاس ہے۔ نہیں وہ ابھی واپس آئے یا نہیں؟"

"شمس کے پاس......!" فریدی چونک کر بولا۔ "ان کے پاس کب سے ہے۔"

"کل ہی لے گئے تھے۔"

"بیٹھ جاؤ۔" فریدی نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

نعیمہ بیٹھ گئی۔ وہ بہت زیادہ متحیر نظر آ رہی تھی۔

"انہیں البم کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی۔"

"یہ تو میں نے نہیں پوچھا تھا۔ البتہ خود انہوں نے اپنی اکتاہٹ کا تذکرہ کر کے دل بہلانے کے لئے البم یا کوئی اور باتصویر قسم کا رسالہ مانگا تھا۔"

"کیا یہ تصویر اس وقت اس میں موجود تھی۔"

"یہ بتانا مشکل ہے...... میں نے دھیان نہیں دیا تھا۔"

"خیر...... تصویر مجھے دے دو۔ کسی وقت واپس مل جائے گی۔"

"آخر بات کیا ہے......؟" نعیمہ نے اس کی طرف تصویر بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔ یہ بھی تفتیشی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔"

نعیمہ کے چہرے پر پائے جانے والے بے اطمینانی کے آثار بدستور قائم رہے۔

"شمس اپنے کمرے میں موجود ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "مگر ٹھہرو۔ تم یہ کس طرح کہہ سکتی

ہو کہ یہ تصویر تمہارے البم ہی سے نکالی گئی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ اُسی پوز کی دوسری کاپی ہو۔"

نعیمہ نے کوئی جواب نہ دیا۔

"تمہیں تکلیف تو ہوگی۔" فریدی پھر بولا۔ "شمس اور سرجنٹ حمید کو یہاں بھیج دو...... وہ بھی تمہیں شمس ہی کے کمرے میں ملے گا۔"

نعیمہ جانے کے لئے اٹھی۔

"اور ہاں......" فریدی آہستہ سے بولا۔ "شمس سے اس تصویر یا البم کا تذکرہ مت کرنا۔ ہو سکے تو شمس کے چلے آنے کے بعد البم پر بھی ایک نظر ڈال لینا۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ یہ تصویر تمہارے ہی البم کی ہے یا نہیں۔"

نعیمہ چلی گئی۔ فریدی نے ٹائپ رائٹر سے کاغذ نکال کر جیب میں رکھ لیا اور سگار سلگانے لگا۔

فریدی یہ بھی سوچ رہا تھا کہ نعیمہ اس طرف اتفاقاً آ نکلی تھی یا کسی مقصد کے تحت۔

حمید اور شمس جلد ہی آ گئے۔ فریدی نے دونوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"تصویر کا معاملہ صاف ہو گیا۔" فریدی نے مسکرا کر کہا اور شمس کے چہرے کا جائزہ لینے لگا۔

"کیا......!"

"حقیقتاً تمہیں کسی نے بیوقوف بنایا تھا۔"

"کیسے معلوم ہوا۔"

"بس معلوم ہو گیا...... تمہیں یہاں سے اس لئے ہٹایا گیا تھا کہ مجرم بہ آسانی اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے۔"

شمس کے چہرے سے اطمینان جھلکنے لگا۔

"اب تم پر کوئی پابندی نہیں۔" فریدی بولا۔ "لیکن تفتیش کے دوران میں تمہیں ٹھہرنا پڑے گا۔"

"اس لئے مجرم نے مقصد براری کے لئے تمہیں بھی استعمال کیا ہے۔"

"بھی کا کیا مطلب...... کیا کوئی اور بھی تھا......؟"

"کیا تم نے اور چڑھالی ہے...... عادت اچھی نہیں کیا چھوڑ نہیں سکتے۔" فریدی نے سگار سلگاتے ہوئے کہا۔ "خیر میں نے یہی بتانے کے لئے تمہیں بلایا تھا۔ اب اگر تم کہیں جانا چاہو تو

جا سکتے ہو۔"

زہر کی گمشدگی

شمس کے چلے جانے کے بعد بھی فریدی اور حمید اُسی کمرے میں بیٹھے رہے۔

فریدی اُسے اس تصویر کے متعلق بتا رہا تھا۔ اتنے میں نعیمہ واپس آ گئی۔

"کیوں......؟" فریدی اس کی طرف مڑا۔

"نہیں ہے۔" نعیمہ آہستہ سے بولی۔

"ہوں...... اس کا تذکرہ کسی سے مت کرنا۔ لیکن البم واپس ملنے پر شمس سے یہ ضرور پوچھنا کہ وہ تصویر کہاں گئی۔"

"آپ نے مجھے ایک نئی الجھن میں ڈال دیا۔"

"بہتر یہ ہے کہ تم اپنی پرانی ہی الجھنوں میں مبتلا رہو۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

نعیمہ تھوڑی دیر کھڑی رہی پھر چپ چاپ کمرے سے چلی گئی۔

"آپ کا کھردرا لہجہ مجھے پسند نہیں۔" حمید نے کہا۔

فریدی اس کی بات پر دھیان دیئے بغیر جیب سے ٹائپ کیا ہوا کاغذ نکال کر دیکھنے لگا۔

"ان خطوط کے لئے بھی یہی ٹائپ رائٹر استعمال کیا گیا ہے۔" فریدی آہستہ سے بولا۔

"تو کیا شمس ہی......!" حمید نے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔"

"گویا اب بھی آپ کو یقین نہیں ہے۔" حمید نے کہا۔

"آخر اتنی ذرا سی بات پر یقین ہی کیوں کر لیا جائے۔"

"کمال کرتے ہیں آپ بھی...... کیا اس نے ہمیں اس تصویر اور خطوط کے ذریعہ بیوقوف بنانے کی کوشش نہیں کی۔"

"ہوسکتا ہے۔"

"ہوسکتا ہے...... نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے۔" حمید جھلا کر بولا۔

"ہوسکتا ہے کہ حقیقت ہی ہو۔"

"پھر وہی گول قسم کی بات......!" حمید بولا۔

"پھر کیا چاہتے ہو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"میں چاہتا ہوں کہ اب اس قصے کو ختم کیجئے۔"

"کیسے ختم کروں۔"

"آپ معاملے کو خواہ مخواہ طول دے رہے ہیں۔"

"تو کچھ بکو بھی نا۔"

"ظاہر ہے کہ شمس نے ہمیں دھوکا دیا۔"

"ذرا آہستہ بولو۔" فریدی نے کہا۔ "ممکن ہے وہ خود ہی دھوکا کھا گیا ہو۔ اکثر فریب خوردہ ہمیں فریب کار معلوم ہوتے ہیں۔"

"میرے خیال سے اب آپ کو یہ پیشہ ہی ترک کر دینا چاہئے۔ پہلے آپ گھما کر ناک پکڑتے تھے اور اب۔"

"شمس......!" فریدی نے اُسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ باہر قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

"ارے خدا تمہیں غارت کرے۔" حمید آہستہ سے بڑبڑایا۔ "دونوں ہم شکل دروازے میں کھڑے ہانپ رہے تھے۔

"فریدی صاحب...... پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے۔" دونوں نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"تب تو تمہیں الٹا لٹکا کر تمہارے پیٹ سے پانی نکالنا پڑے گا۔" حمید بیساختہ بولا۔

"پیارے بھائی! اس وقت میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔" دونوں نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا بات ہے۔" فریدی انہیں گھورنے لگا۔

"کوئی مجھے افیونی بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"کیا مطلب......!"

"کسی نے میرے بکس میں افیون رکھ دی ہے۔"

"اوہ......!" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "کہاں...... چلو دیکھیں۔"

سچ مچ صندوق سے کافی مقدار میں افیون برآمد ہوئی۔ حمید نے جواب طلب نظروں سے فریدی کی طرف دیکھا۔

"میں اب یہاں نہیں ٹھہر سکتا۔" دونوں نے کہا۔ "میرے قیمتی خنجر گئے اور اب کوئی میری اچھی بھلی تندرستی برباد کرنے پر تلا ہوا ہے۔"

"اسے ہاتھ تو نہیں لگایا۔" فریدی افیون کو بغور دیکھتا ہوا بولا۔ "یہ ایک براؤن رنگ کے کاغذ میں لپٹی ہوئی تھی۔"

"نہیں...... لیکن یہ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"کچھ نہیں۔" فریدی نے کہا اور اُسے احتیاط سے اپنی جیب میں ڈال لیا۔

"ایک دوسرا جرم......!" حمید نے اُن دونوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں نہیں سمجھا......!" دونوں بولے۔

"افیون کی ناجائز تجارت......!"

"پیارے بھائی میرا مضحکہ مت اڑاؤ۔" دونوں آبدیدہ ہو کر بولے "میں بہت مظلوم ہوں۔"

"تم صغیر ہو......" دفعتاً فریدی نے ان میں سے ایک کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"جی ہاں......!" دونوں متحیر ہو کر بولے۔

"صرف تم......!"

"صرف کا کیا مطلب......؟" دونوں نے معصومیت سے پوچھا۔

"جہنم میں جاؤ۔" فریدی نے جھلا کر اُسے دھکا دے دیا۔

"کتنی بے عزتی ہو رہی ہے...... میں یہاں کیوں آیا...... کیوں آیا۔"

پھر جوانہوں نے کیوں آیا کیوں آیا، کی تکرار کے ساتھ سر پیٹنا شروع کیا ہے تو فریدی اور حمید سے بھاگتے ہی بنی۔

دونوں انہیں اسی حالت میں چھوڑ کر باہر آ گئے۔

''میں پھر کہتا ہوں کہ انہیں حراست میں لے لیجئے۔'' حمید نے کہا۔

''فضول باتیں مت کرو۔''

''آپ اُن دونوں سے زیادہ عجیب نظر آ رہے ہیں۔'' حمید بھنا کر بولا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی کی کیڈی لاک کوتوالی کی طرف جا رہی تھی۔

''اب کہاں......!'' حمید نے پوچھا۔

''کوتوالی! لائبریری والی صراحی کے پانی کے تجزیہ کی رپورٹ آ گئی ہوگی۔''

''آپ بیکار وقت ضائع کر رہے ہیں۔''

''کیوں......؟''

''اگر یہ معلوم ہی ہو گیا کہ اُس صراحی کا پانی بھی زہر آلود تھا تو آپ کیا کر لیں گے۔''

''تم نے پھر بے تکی ہانکنی شروع کر دی۔''

''میں سچ عرض کر رہا ہوں حضور والا......آپ صحیح مجرم کو زندگی بھر نہ پکڑ سکیں گے۔ حالانکہ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ مجرم گھر ہی کا کوئی فرد ہے۔''

''بڑی جلد فیصلہ کر ڈالتے ہو۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''چلو میں اسے شروع ہی سے تسلیم کر رہا ہوں کہ مجرم گھر ہی کا کوئی فرد ہے......پھر......!''

''پھر یہ کہ اختر مرحوم کا باقاعدہ عرس ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس کی موت بڑی پُر کرامت ہوئی ہے۔ دو دو خنجر لگے لیکن جسم سے خون تک نہ نکلا۔ بہر حال میرا اور آپ کا فرض ہے کہ اُس کے مریدوں کی صحیح تعداد معلوم کر کے کسی اہل دل کو اس کا سجادہ نشین بنا دیں۔''

''بکومت......!'' فریدی آہستہ سے بولا اور پھر کسی خیال میں ڈوب گیا۔

کوتوالی پہنچ کر حمید کو اپنی ہنسی ضبط کرنا دشوار معلوم ہونے لگا کیونکہ صراحی والے پانی کے کیمیاوی تجزیہ کی رپورٹ اس کی دانست میں فریدی کے لئے مایوس کن تھی۔ پانی صرف پانی تھا۔

اس میں زہر کی آمیزش نہیں تھی۔

''اب بتایئے۔'' اُس نے چٹکی لی۔ ''اختر کی موت معجزہ ہے یا نہیں۔''

''یا پھر ہو سکتا ہے کہ قاتل و مقتول میں پہلے ہی سے کوئی سمجھوتہ رہا ہو۔ اس نے مقتول کے سامنے ہی ٹکٹ پر زہر لگایا ہوگا اور پھر اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ہوگا لو پیارے چپکا دو لفافے پر......اُس نے مجرم کا شکریہ ادا کر کے ٹکٹ پر لب لگا کر اسے لفافے پر چپکاتے ہوئے ہنسی خوشی جان دے دی ہوگی۔''

''واقعی......اب پورا نظریہ بدلنا پڑے گا۔'' فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

''مجھے اُس پانی میں زہر کی آمیزش کی توقع تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر صرف ان ٹکٹوں کے بل بوتے پر مجرم کو اپنی کامیابی کا یقین کیونکر ہو گیا تھا۔ کیا مجرم کو یقین تھا کہ مقتول خط ضرور لکھے گا۔ میرے خیال سے یہ تو اس صورت میں ممکن ہے کہ خود مجرم ہی نے اسے نہ صرف خط لکھنے کی ترغیب دی ہو بلکہ رات ہی کو اُسے پوسٹ کر دینے پر بھی اکسایا ہو۔''

''سرجنٹ حمید کبھی کوئی غلط رائے نہیں قائم کرتا۔'' حمید نے اپنی پیٹھ خود ہی ٹھونکتے ہوئے کہا۔

''تو پھر اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ خود نعیمہ ہی مجرم ہے۔''

''اب کہی آپ نے سچی بات۔'' حمید سنجیدگی سے بولا۔

''لیکن......؟''

''لیکن ویکن کچھ نہیں......سو فیصدی وہی ہے۔''

''بیٹے خاں......اگر وہی ہوتی اس نے وہ لفافہ اس کے ہاتھ کے نیچے کبھی نہ چھوڑا ہوتا کیونکہ وہ خود اسی کی ذات سے تعلق رکھتا تھا اور اس میں اس کی بدنامی تھی۔''

''چلئے پھر مجرم ہاتھ آتے آتے نکل گیا۔'' حمید ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ اُس کی پیشانی پر ابھرتی ہوئی لکیریں گہرے تفکر کی غمازی کر رہی تھیں۔

دفعتاً جگدیش نے اُسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

''میں صبح سے کئی بار آپ کو فون کر چکا ہوں۔ لیکن ہر بار لائن انگیج تھی۔''

''آج بھی ریسیور میز پر ڈال دیا گیا ہوگا۔'' فریدی نے حمید کو گھورتے ہوئے کہا پھر

جگدیش سے پوچھا۔ ''کیوں۔''

''یونیورسٹی سے ایک ایسی رپورٹ ملی ہے جس سے آپ کو دلچسپی ہو سکتی ہے۔''

''کیا......!''

''وہاں کی لیبارٹری سے پوٹاشیم سائینائیڈ چرایا گیا ہے۔''

''اوہ......کب......!''

''وہاں کا منتظم بھی اس کے متعلق وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔'' جگدیش نے کہا۔

''لیکن یہ بات آج ہی معلوم ہوئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ پچھلے دنوں چرایا گیا ہو۔ بہر حال آج اس کی شیشی غائب تھی۔''

''تحقیقات کیلئے کوئی گیا یا نہیں۔''

''ابھی نہیں۔'' جگدیش نے جواب دیا۔

''آؤ تو جلدی کرو۔''

جگدیش نے روزنامچے میں روانگی لکھی اور وہ سب یونیورسٹی کی طرف چل پڑے۔

شعبہ سائنس کی عمارت میں پہنچ کر انہیں لیبارٹری تلاش کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوئی۔

فریدی نے وہ جگہ دیکھی جہاں سے زہر کی شیشی غائب ہوئی تھی۔ لیبارٹری کے انچارج نے بتایا کہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ شیشی کب چرائی گئی۔

''لیکن پچھلی بار کب دیکھی گئی تھی۔'' فریدی نے پوچھا۔

''میں ہر ماہ اسٹاک چیک کرتا ہوں۔ چنانچہ آج سے ایک ہفتہ قبل جب میں نے اسٹاک چیک کیا تھا تو وہ موجود تھی۔''

''اس کے بعد بھی الماری کھولی گئی ہوگی۔''

''یقیناً......!''

''لیکن کسی نے اس کے متعلق غور نہیں کیا۔''

''جی نہیں......آج دراصل مجھے الماری کھولنے کا اتفاق ہوا اور میں نے محسوس کیا کہ وہ غائب ہے۔''

''اس ایک ہفتے کے دوران میں آپ نے آج ہی الماری کھولی تھی۔''

''جی ہاں۔''

''آپ کے اسسٹنٹ کتنے ہیں۔'' فریدی نے پوچھا۔

''چار......!''

''کیا وہ سب موجود ہیں۔''

''جی ہاں۔''

فریدی نے باری باری سے اُن چاروں اسسٹنٹوں سے بھی گفتگو کی لیکن جگدیش اور حمید کو معلوم ہو سکا کہ اس نے اس سے کیا نتائج اخذ کئے۔

بہر حال اُن چاروں کے بیان کے مطابق وہ الماری متعدد بار کھولی گئی تھی لیکن اُن میں کسی کو بھی زہر کی گمشدگی کا احساس نہیں ہوا۔ پوری الماری نیچے سے اوپر تک چھوٹی بڑی یوں سے بھری پڑی تھی۔ ایسی صورت میں صرف اسی چیز پر توجہ دی جا سکتی ہے جس کی ت ہے۔''

فریدی ایک بار پھر لیبارٹری انچارج کی طرف پلٹا۔

''اتنی شیشیوں کے درمیان آپ نے یہ بات کیسے مارک کر لی کہ پوٹاشیم سائینائیڈ کی شیشی ب ہے۔''

لیبارٹری انچارج شائد اس سوال کے لئے تیار نہیں تھا۔

''بات یہ ہے۔'' وہ تھوڑی دیر ٹھہر کر بولا۔ ''میں یہاں رکھے ہوئے زہروں پر خاص طور نظر رکھتا ہوں۔''

''اس الماری میں کتنے قسم کے زہر ہوں گے۔'' دفعتاً فریدی نے سوال کیا۔

''کئی قسم کے۔'' لیبارٹری انچارج نے کہا۔

''آپ کو ان شیشیوں کی تعداد تو معلوم ہی ہوگی جن میں مختلف قسم کے زہر ہیں۔''

''تعداد......جی ہاں......لیکن نہیں ٹھہرئیے۔'' وہ الماری کی طرف بڑھا۔

''اس کی ضرورت نہیں۔'' فریدی نے اُس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اُسے آگے بڑھنے سے

روک دیا۔

وہ اُسے چند لمحے گھورتا رہا پھر بولا۔ ''آپ زہروں پر خاص طور سے نظر رکھتے ہیں پھر بھی آپ ان کی شیشیوں کی صحیح تعداد نہیں بتا سکتے۔ لیکن پوٹاشیم سائینائیڈ کی شیشی کی گمشدگی کا احساس آپ کو ہو جاتا ہے...... کیا یہ عجیب بات نہیں۔''

''بھلا میں شیشیوں کی صحیح تعداد کس طرح بتا سکتا ہوں۔ ممکن ہے اسسٹنٹوں نے اس الماری کی بعض شیشیاں دوسری الماری میں رکھ دی ہوں۔''

''آپ کی یہ دلیل بھی کچھ بے تکی ہی سی معلوم ہوتی ہے۔ کیا آج آپ نے یہ بات ظاہر ہونے پر کہ اک شیشی غائب ہے بقیہ شیشیاں نہیں چیک کیں۔''

''جی نہیں۔''

''لہٰذا آپ کا یہ بیان سرے سے غلط معلوم ہوتا ہے کہ آپ زہروں پر خاص طور سے نظر رکھتے ہیں۔''

''نہ جانے آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔'' انچارج کچھ جھنجھلا گیا۔

''مائی ڈیئر سر......!'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''اس بات کا جواب آپ ہی دیں گے کہ وہ شیشی کہاں گئی۔ آپ، کے چاروں اسسٹنٹ اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کے حکم کے مطابق جو چیز جہاں سے اٹھائی جاتی ہے وہیں رکھی جاتی ہے۔ وہ بیچارے سہواً بھی ایسی حرکت نہیں کر سکتے کہ اس الماری کی کوئی شیشی کسی دوسری الماری میں رکھ دیں۔ پھر دوسری بات یہ کہ اگر آپ کے خیال کے مطابق اس الماری کی شیشیاں دوسری الماری میں بھی پہنچ سکتی ہیں تو پھر آپ صبح سے صرف اسی ایک الماری پر کیوں زور دیتے رہے۔ آپ نے دوسری الماریاں بھی کیوں نہیں کھلوائیں۔''

''کھلوائیں تھیں۔''

''بکواس۔ اگر آپ نے کھلوائی ہوتیں...... تو ہمیں ان کی زیارت سے محروم نہ رکھتے کیا آپ کے اسسٹنٹ جھوٹے ہیں۔''

''آپ کی گفتگو توہین آمیز ہے۔'' انچارج نے احتجاجاً کہا۔

''شٹ اپ۔'' فریدی نے انگلی اٹھا کر کہا۔ ''آپ خود کو حراست میں تصور کریں۔''

چور کے ہمدرد

سرجنٹ حمید نے بیٹھے ہی بیٹھے اکتا کر ایک طویل انگڑائی لی اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ نو بج چکے تھے لیکن فریدی ابھی تک اپنے سونے کے کمرے سے نہیں نکلا تھا۔ دروازہ بھی اندر سے بند تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے قدموں کی چاپ سنائی دیتی اور پھر سناٹا چھا جاتا۔ حمید صبح سے کئی بار دروازے پر دستک دے چکا تھا لیکن جواب ندارد۔

پچھلے دن کی حیرت انگیز گرفتاری کی یاد کچھ عجیب سے احساسات میں لپٹی ہوئی اب بھی حمید کے ذہن پر مسلط تھی۔ فریدی نے اُسے کس آسانی سے اپنے دلائل کے جال میں جکڑ لیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر صرف پولیس ہی والے تفتیش کے لئے گئے ہوتے تو اتنی جلدی اس نتیجہ پر پہنچنا مشکل تھا لیکن یہ بات اب بھی اس کے دل میں کھٹک رہی تھی کہ آخر ظہیر کے گھر میں ہونے والے حادثے سے اس کا کیا تعلق؟ فریدی اسے کس بناء پر اس سے منسلک کر رہا ہے۔ ضروری نہیں کہ یونیورسٹی سے چرایا ہوا زہر وہاں بھی استعمال کیا گیا ہو اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ابھی تک لیبارٹری انچارج نے اقبال جرم نہیں کیا تھا۔ ویسے ہر ایک کو یقین تھا کہ وہ یا تو خود مجرم ہے یا پھر زہر کی گمشدگی کے راز سے واقف ہے۔

حمید نے ایک بار پھر دروازے پر دستک دی اور چیخ کر بولا۔ ''میں جانتا ہوں کہ آپ زندہ ہیں، لیکن میں ضرور مر جاؤں گا۔''

''کیوں......؟ کیا ہے۔'' فریدی نے ایک جھٹکے کے ساتھ دروازہ کھول کر کہا۔ اُس کی آنکھیں سرخ تھیں اور بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔ کمرے سے سگار کی بو کا ریلا آیا۔

''ناشتے کا وقت تو نکل گیا......؟'' حمید نے مایوسی سے کہا۔

''تو مجھے کھا جاؤ...... کھاؤ......!'' فریدی نے حمید کا گریبان پکڑ کر زور سے جھٹکا دیتے ہوئے کہا۔ ''کس گدھے نے تم سے کہا تھا کہ اکیلے ناشتہ نہ کرنا۔''

''تو اس میں بگڑنے کی کیا بات ہے۔ ناشتے کی ایسی کی تیسی میں ویسے...... میں دوپہر کا

کھانا بھی نہ کھاؤں گا۔"

"کھانا......!" فریدی نے اوپری ہونٹ بھینچ کر کہا۔

حمید کمرے میں گھس گیا۔ پلنگ کے قریب والی میز پر متعدد چیزیں بکھری ہوئی تھیں، جن میں افیون بھی تھی، جو اُن دونوں ہم شکلوں کے پاس سے برآمد ہوئی تھیں۔ شمس کے خطوط بھی تھے اور خطوط کے ساتھ والی تصویر بھی۔ حمید فریدی کی طرف پلٹا۔

"یہ بات تھی۔" وہ مسکرا کر بولا۔ "عورت افیون اور عشقیہ خطوط۔ معلوم ہوتا ہے تھوڑی سی چکھی بھی گئی ہے۔ خدا مجھے معاف کرے۔"

"بکو نہیں...... ناشتے کے لئے کہہ دو۔"

"وہ تو خود بخود آ جائے گا...... لیکن مجھے بک لینے دیجئے۔"

"بکو......!"

"پہلی بات تو یہ کہ اس بار آپ بُری طرح شکست کھائیں گے۔ دوسری بات یہ کہ آپ کی شکست مجھے کھائے گی۔ تیسری بات یہ ہے کہ اب آپ ہوائی قلعے بنانے لگے ہیں۔"

"تیسری بات کی وضاحت چاہتا ہوں۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

"نیویارک میں کسی نے ایک دواخانے سے زہر چرایا اور یہاں ایک آدمی کی موت واقع ہوگئی۔ ممکن ہے اسی دن لندن، پیرس اور انقرہ میں بھی زہر چرایا گیا ہو۔ آخر آپ نیویارک ہی کے کان کیوں اینٹھنے لگے۔"

"بہتر ہے کہ پہلے ناشتہ کرلو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "ورنہ ممکن ہے کہ پھر تمہیں ہاضمے کی بھی مہلت نہ ملے۔"

"معقول مشورہ ہے۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا اور باہر چلا گیا۔

باورچی خانے میں ناشتے کے لئے کہہ کر وہ پھر واپس آ گیا۔

"تم دراصل......!" فریدی کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"جی ہاں...... میں دراصل کیا......؟"

"لیبارٹری انچارج صفدر اور اختر کی موت کا تعلق نہیں سمجھ سکے۔"

زیدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ پھر مسکرا کر کہنے لگا۔ "آخر ظہیر اس کی ضمانت لینے کے لئے نیار ہے۔"

"کیا......؟" حمید اچھل پڑا۔

"جناب...... ظہیر کل سے کئی بار مجھے اس کے متعلق فون کر چکا ہے۔"

"تو کیا ظہیر......؟" وہ حمید کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ہشش...... نتائج اخذ کرنے میں جلدی نہیں کرنی چاہئے۔ بس سنتے جاؤ۔ ظہیر نے مجھے کہ وہ صفدر کو بہت عرصہ سے جانتا ہے اور اس کی نیک چلنی کی ضمانت بھی لے سکتا ہے۔ ایک نے میں اس کے یہاں اس کی آمد و رفت بھی تھی اور وہ دراصل فوزیہ کا ٹیوشن کئے ہوئے تھا۔"

"لیکن یہ ساری باتیں آپ کو اس وقت تو نہیں معلوم تھیں جب آپ نے اُسے گرفتار کیا تھا۔"

"ٹھیک ہے...... میں کب کہتا ہوں کہ معلوم تھیں۔ میں نے تو اسے اس جرم میں پکڑا تھا ں نے زہر کی گمشدگی کی رپورٹ دے کر پولیس کو دھوکہ دینے کی کوشش کی تھی۔"

"تو اختر کو اسی نے زہر دیا۔" حمید نے پوچھا۔

"نہیں...... ظہیر کے بیان کے مطابق وہ پچھلے کئی ماہ سے وہاں نہیں تھا۔ تم بھی عجیب احمق کیا وہ سارے حالات تمہارے ذہن سے یکسر محو ہو گئے جن کی بناء پر یہ اندازہ لگایا گیا تھا کہ گھر ہی کا کوئی فرد ہے۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اُس گھر کے کسی فرد نے صفدر سے زہر حاصل کیا۔"

"بڑی دیر میں سمجھے حضور۔"

ناشتہ آ گیا تھا اس لئے پھر حمید کو کچھ پوچھنے کا ہوش نہ رہ گیا۔

اس نے دو تین لمبے لمبے ہاتھ مارے اور چائے انڈیلنے لگا۔

"ایک اور دلچسپ اطلاع۔" فریدی اس کی بدحواسی پر دھیان دیئے بغیر بولا۔ "صفدر اس ل شمس کے ذریعہ متعارف ہوا تھا۔ دونوں کسی زمانے میں ہم جماعت رہ چکے ہیں۔"

"وہ مارا......!" حمید نے حلق پھاڑ کر چلانے کی کوشش کی لیکن منہ کا نوالہ غیرارادی طور پر ق میں پھنس گیا اور "وہ مارا" کا نعرہ مکمل نہ ہوسکا۔

"تم بالکل جنگلی ہی ہو گیا۔" فریدی بھنا کر بولا۔

حمید اپنا سینہ پیٹ رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے پانی بہنے لگا تھا۔

پھر اس نے چاہا کہ پھنسا ہوا لقمہ چائے کے گھونٹ سے اتارا جائے لیکن فریدی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"اغے......اغے......ہچ......ہچ......!" ہچکی بھی شروع ہو گئی۔

"نہیں......تم آج اسی طرح مر جاؤ۔" فریدی نے کہا اور اس کی چائے کی پیالی چھین لی۔

"مرا......ہچ......!" حمید سینہ پیٹتا ہوا بولا۔

"ضرور مرو......!" فریدی نے اس کی پیٹھ پر گھونسہ مارتے ہوئے کہا۔ جھٹکے سے نوالہ حلق کے نیچے اتر گیا۔

یہ واردات کھانے کی میز پر ہوئی تھی اس لئے حمید کو ذرا بھی غصہ نہ آیا۔ اُس کے ماتھے پر شکن تک نہ تھی۔

"میں شروع ہی سے کہہ رہا تھا۔" حمید حلوے کی پلیٹ پر ہاتھ صاف کرتا ہوا بولا۔ "میرا سو فیصدی شبہ شمس ہی پر تھا۔"

"تب تم بالکل چغد ہو۔" فریدی نے چائے کی پیالی اس کی طرف سرکا دی۔

"افسوس کہ آپ کو آج ہی اس کی اطلاع ملی۔" حمید منہ چلاتا ہوا بولا۔ "ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ اگر میرے کہنے پر عمل کرتے تو اتنے دنوں تک پریشان نہ ہونا پڑتا۔"

"یعنی......!"

"شمس کو پہلے ہی گرفتار کر لینا تھا۔"

"شمس مجرم نہیں ہو سکتا۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں......!"

"غالباً اس وقت تمہارا دماغ بھی معدے میں چلا گیا ہے۔" فریدی بولا۔ "اگر شمس ہی مجرم ہے تو اسے یہ ظاہر کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی کہ وہ گھر میں تھا ہی نہیں۔ فرض کرو اگر وہ مجرم ہے بھی تو معمولی ذہانت کا آدمی نہیں۔ ٹکٹوں کو زہر آلود کر کے کسی کی جان لینے والا اتنا

نہیں ہو سکتا کہ اپنی بریت کیلئے اس قسم کے بھونڈے اور مشکوک ثبوت پیش کرے اور پھر ے بڑی بات تو یہ ہے کہ جب وہ گھر میں موجود ہی نہیں تھا تو دودھ میں افیون کس نے ملائی۔"

"یہی تو میں بھی کہتا ہوں کہ وہ اس وقت گھر میں داخل ہوا جب سب سو گئے تھے۔" حمید ا۔

"پھر بھی افیون کا مسئلہ رہا جاتا ہے۔"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ اس میں سچ مچ افیون تھی۔"

"عجیب احمق آدمی ہو۔ ارے اس پیالے کی پینڈی میں لگے ہوئے دودھ کا باقاعدہ طور پر ی تجزیہ ہوا تھا۔"

"پھر آپ کی دانست میں مجرم کون ہے۔"

"سارے واقعات تمہارے سامنے ہیں۔ تم خود ہی اس کا فیصلہ کرو۔"

"میں غیب داں نہیں ہوں۔"

"تو کیا تم مجھے غیب داں سمجھتے ہو۔"

ناشتہ ختم کرنے کے بعد فریدی لباس تبدیل کرنے لگا۔

"تیار ہو جاؤ۔" اس نے حمید سے کہا۔

"ہر وقت تیار رہتا ہوں۔"

"جلدی کرو......زیادہ وقت نہیں ہے۔"

"کہاں چلنا ہے۔"

"جہنم میں۔"

"فی امان اللہ...... بندہ وہاں کی موجودہ اقتصادی حالت معلوم کئے بغیر ہرگز نہ جائے گا۔"

"گھونسہ تیار ہے۔" فریدی اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"تو کیا گھونسے ہی پر تشریف لے جائیے گا۔"

"چلو......!" فریدی نے اس کی گردن پکڑ کر اُسے اس کے کمرے میں دھکیل دیا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی کی کیڈی لاک ظہیر کی کوٹھی کی طرف جا رہی تھی۔

"بیچارا صفدر دھوکے میں مارا گیا۔" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔

"کیوں......؟"

"اگر اختر کی موت کی صحیح وجہ اخبارات میں شائع ہوئی ہوتی تو وہ قیامت تک پولیس کو زہ
کی گمشدگی کی اطلاع نہ دیتا۔ وہ غریب یہی سمجھتا رہا کہ پولیس اس معاملے میں دھوکہ کھا گئی او
اب بھی یہی سمجھتا ہے اسی لئے اس نے ابھی تک اقبال جرم بھی نہیں کیا۔"

"کیا یہ حقیقت ہے کہ آپ نے ظہیر کو بھی نہیں بتایا کہ اس کی موت زہر سے واقع ہوئی تھی؟"

"اسے پولیس ہی کے چند آدمیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہے کہ اصل مجرم اب بھی مطمئن ہوگا۔"

"قطعی......لیکن ساتھ ہی ساتھ اُسے یہ خوف بھی ہوگا کہ کہیں صفدر کچھ اگل نہ دے۔"

"صفدر نے اس کی گمشدگی کی رپورٹ ہی کیوں کی۔"

"اگر رپورٹ نہ کرتا تب بھی ایک نہ ایک دن اس سلسلے میں اسے جوابدہ ہونا ہی پڑتا۔
پوٹاشیم سائینائیڈ آسانی سے دستیاب نہیں ہوتا۔ آخر وہ اسٹاک کہاں سے پورا کرتا۔"

"لیبارٹری کے تجربات میں اس کی کھپت دکھا دیتا۔"

"اتفاق سے وہ کسی قسم کے تجربے میں کام نہیں آتا۔ وہ صرف اس لئے رکھا جاتا ہے ک
کیمسٹری کے طلباء اس کی نوعیت سے واقف ہوسکیں۔ بہرحال اس نے رپورٹ کرنے میں ا
لئے جلدی کی کہ اس کے دل پر بوجھ تھا۔ وہ جلد از جلد اس الجھن سے گلوخلاصی حاصل کرنا چا
تھا۔ جب اس نے دیکھ لیا کہ پولیس کی نظر تہہ تک نہیں پہنچ سکی اور لاش دفن بھی ہوگئی تو اس
رپورٹ کردی۔"

حمید کسی سوچ میں پڑ گیا۔

اُن کی ملاقات سب سے پہلے ظہیر ہی سے ہوئی۔

"میں خود ہی تمہارے یہاں آنے کے متعلق سوچ رہا تھا۔" ظہیر نے کہا۔

"کوئی خاص بات......!" فریدی نے پوچھا۔

"ابھی تک اُس نے اقبال جرم نہیں کیا......جب تک پولیس اس میں کامیاب نہ ہوجا

ی، ضمانت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"تم لوگوں کے معاملات سمجھ ہی میں نہیں آتے، جب اُس غریب نے چرایا ہی نہیں تو
بال جرم کہاں سے کرے گا۔"

"پولیس کو یقین ہے کہ چور وہی ہے۔"

"آخر کس بناء پر۔"

"بناء وناء وہی لوگ جانیں۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

"میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ بہت نیک آدمی ہے۔"

"ہر نیک آدمی اُسے نیک ہی سمجھے گا۔" حمید بولا۔

"گھر کے سب لوگ موجود ہیں۔" فریدی نے ظہیر سے پوچھا۔

"ہاں......کیوں......؟"

"میں اُن سب کی موجودگی ایک جگہ چاہتا ہوں۔"

وہ سب ڈرائنگ روم میں اکٹھا ہو رہے تھے۔ نعیمہ پر ابھی تک وہی سوگوارانہ اثرات طاری
تھے۔ شمس اپنی نشیلی آنکھوں سے فریدی اور حمید کو گھور رہا تھا۔ دونوں ہم شکل آج کچھ بیزار بیزار
سے نظر آرہے تھے۔ ظہیر کی آنکھوں میں ایک طرح کا احتجاج تھا جسے وہ اپنی طبعی خوش اخلاقی میں
چھپانے کی کوشش کررہا تھا۔ صرف فوزیہ ایسی تھی جس کی حالت میں کوئی خاص تبدیلی نہ دکھائی
دی۔ اس نے اپنے ہاتھ میں ایک فائیل دبا رکھا تھا شاید وہ یونیورسٹی جانے کے لئے تیار تھی۔

"اب آپ لوگ یونیورسٹی پر بھی حملہ کرنے لگے ہیں۔" اس نے مسکرا کر فریدی سے کہا۔

"یونیورسٹی خود ہی اس نیک کام کی دعوت دیتی ہے۔ میں کیا کروں۔"

"کیا آپ کی دانست میں کوئی چور بھی پولیس کی مدد لے سکتا ہے۔"

"یہ چور کی ذہنی حالت پر منی ہے۔ لیکن افسوس کہ صفدر بہت زیادہ ذہین ہے۔ اُسے یہ
سوچنا چاہئے تھا کہ کم از کم پوسٹ مارٹم کرنے والے اتنے احمق نہیں ہوا کرتے۔"

"کیا مطلب......!" فوزیہ اُسے گھورنے لگی۔

"آپ لوگوں میں سے ایک فرد کی سمجھ میں میرا مطلب بہ آسانی آ گیا ہوگا۔" فریدی

پورے مجمع پر نظر ڈالتا ہوا بولا۔

"کیا......؟" ظہیر کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

"ہاں......!" فریدی اس کے چہرے پر نظر جما کر بولا۔ "میں ایک حیرت انگیز بات بتانے آیا ہوں۔"

"بھئی بتاؤ نا...... مجھے الجھن ہو رہی ہے۔" ظہیر بے چینی سے بولا۔

"اختر کی موت خنجروں کی وجہ سے نہیں ہوئی تھی۔"

"پھر......!" متعدد آوازیں کمرے میں گونج کر رہ گئیں۔ دونوں ہم شکلوں نے قہقہہ لگایا۔

"انسپکٹر فریدی زندہ باد۔" دونوں چیخنے لگے۔ "میں زندہ باد...... تم زندہ باد...... سب زندہ باد۔"

"شور نہیں۔" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا "تم دونوں بھی ادھیڑے جاؤ گے میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم میں سے صغیر کون ہے۔"

"ہائیں پھر وہی دونوں۔" دونوں اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ "زندہ باد...... واپس...... بالکل واپس۔"

"بیٹھ جاؤ...... زیادہ بچپنا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔" فریدی حد درجہ سنجیدہ نظر آنے لگا تھا۔

"ہاں تو ظہیر صاحب۔" اُس نے ظہیر کی طرف مڑ کر کہا۔ "تم صفدر کے لئے اتنے بے چین کیوں ہو۔"

"تمہارا لہجہ بڑا عجیب ہے۔"

"اس کی بھی وجہ ہے۔"

"یعنی......!"

"میرے خیال سے یونیورسٹی سے چرایا ہوا پوٹاشیم سائینائیڈ اسی گھر میں استعمال کیا گیا ہے۔"

"سائینائیڈ......!" فوزیہ فریدی کو گھورنے لگی۔ ہر ایک کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"حیرت کی بات نہیں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "تم تو سائنس کی طالبہ ہو...... پوٹاشیم سائینائیڈ کی زود اثری سے واقف ہی ہو گی۔ بیچارا اختر اسی کا شکار ہوا۔"

"لیکن خنجر......!"

"خنجر...... خنجر ان دونوں کو پھنسانے کے لئے اس کی موت کے بعد استعمال کئے گئے۔"

"ہائے پھر وہی دونوں۔" ہم شکلوں نے اپنی پیشانیوں پر ہاتھ مارے۔

"شٹ اپ......!" حمید نے انہیں گھونسہ دکھایا۔

مجرم

ڈرائنگ روم میں مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ گونجنے لگی۔ فریدی خاموشی سے اُن کے چہروں کا جائزہ لے رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر بولا۔

"مجرم نے بڑا شاندار پلان بنایا تھا۔ بیچاری نعیمہ کو دودھ میں افیون دی گئی۔ شمس صاحب کو دھوکہ دے کر باہر رکھا گیا۔"

"میں نہیں سمجھا......!" ظہیر نے کہا۔

"شاید شمس صاحب مجھے وضاحت کی اجازت نہ دیں۔" فریدی نے مسکرا کر شمس کی طرف دیکھا۔ جو اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔ فریدی نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹالیں اور آہستہ سے بولا۔

"لیکن مجرم نے یہ طریقہ اس لئے نہیں اختیار کیا تھا کہ وہ اختر کو آسانی سے ختم کر سکے۔ ظاہر ہے کہ پوٹاشیم سائینائیڈ اتنا زود اثر ہوتا ہے کہ اس کے شکار کو ایک بار کراہنے تک کی مہلت نہیں ملتی۔"

"پھر......!" نعیمہ کی پرسکون آواز سنائی دی۔

"مجرم نے یہ طریقہ اس لئے استعمال کیا کہ وہ اُن دونوں خنجروں کی موت کی وجہ ظاہر کر سکے۔ خنجر لگنے پر آدمی چیختا اور تڑپتا بھی ہے۔ ظاہر ہے کہ اُس چیخ پکار کی وجہ سے کم از کم لائبریری کے قریب کے کمروں میں سونے والے تو بیدار ہو ہی سکتے ہیں لہٰذا مجرم نے تمہیں افیون دی تا کہ تم صبح پولیس کو یہ بتا سکو کہ تم گہری نیند سوئی تھیں، جو کم از کم تمہارے لئے ناممکن تھا۔ گھر بھر جانتا ہے کہ تمہاری نیند ذرا سی آواز پر بھی ختم ہو سکتی ہی۔ اس طرح وہ پولیس کو اس بات کا یقین دلانا چاہتا تھا کہ اس نے وہ حالات پیدا کر دیئے تھے کہ قریب کے کمروں والے بھی قتل سے بے خبر رہے۔"

"لیکن......افسوس......!" فریدی تھوڑی دیر رک کر مغموم آواز میں بولا۔

"مجرم کو اس بات سے واقفیت نہیں تھی کہ لاش میں خنجر چبھانے سے خون نہیں نکلتا۔"

"اوہ......خون تو واقعی نہیں تھا۔" کئی آوازیں آئیں۔

"اب میں اس قتل کی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔" فریدی نعیمہ کی طرف مڑا۔

"میں کیا بتا سکتی ہوں۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"وہ تم نے ہی اس سے لکھوایا تھا۔"

"جی ہاں......لیکن آپ نے وعدہ......کیا تھا۔"

"میں ابھی تک اس وعدے پر قائم ہوں۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم اُس رات کو ظہیر کے چلے آنے کے بعد لائبریری میں گئی تھیں۔"

"جی ہاں۔"

"وہ خط لکھ چکا تھا۔"

"جی ہاں۔"

"اور تم نے اُسے اس وقت پوسٹ کر دینے پر مجبور کیا تھا۔"

نعیمہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کا چہرہ دفعتاً زرد ہو گیا تھا اور آنکھیں اس طرح غیر متحرک ہو گئی تھیں جیسے پتھرا گئی ہوں۔

"کیا وہ ٹکٹ چپکاتے ہی چپکاتے ختم نہیں ہو گیا تھا۔" فریدی کی گرجدار آواز سناٹے میں گونجی اور نعیمہ کرسی سے لڑھک کر زمین پر آ رہی۔ بقیہ لوگ اٹھ کر اس کی طرف دوڑے وہ بیہوش تھی۔

"کیا ہے یار......آخر کیا معاملہ ہے۔" ظہیر جھنجلا کر بولا۔

"معاملہ بالکل صاف ہے۔" فریدی نے نرم لہجے میں کہا اور پھر ظہیر کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "میرے دوست مجھے افسوس ہے کہ یہ ناگوار فرض مجھے ہی انجام دینا پڑا۔"

"تو کیا نعیمہ......!" ظہیر بے ساختہ چیخ پڑا۔

"مجھے افسوس ہے۔"

"تم جھوٹے ہو۔" ظہیر کی دادی نے فریدی کے کوٹ کا کالر پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا۔

"خود نعیمہ نے ابھی ابھی اس کا اعتراف کیا ہے۔"

"کیا کہا ہے......اس نے......اُس نے کچھ نہیں کہا۔" ظہیر بدحواسی سے بولا۔ پھر اُس نے بدقت تمام دادی جان کے ہاتھوں سے فریدی کا کالر چھڑایا۔

"ٹھیک ہے......اس نے کچھ نہیں کہا۔ لیکن کیا آپ لوگوں میں سے کوئی یہ بتا سکتا ہے کہ اختر کو زہر کس طرح دیا گیا۔"

سب لوگ نعیمہ کو اسی حال میں چھوڑ کر فریدی کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"بتایئے نا......!" فریدی نے پھر پوچھا۔

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

"آپ نہیں بتا سکیں گے۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ "لیکن نعیمہ میرا اشارہ سمجھ گئی تھی۔ اُس نے سمجھ لیا تھا کہ مجھ پر پوری پوری حقیقت واضح ہو گئی ہے۔"

"یعنی......!"

"زہر لفافے پر چپکائے جانے والے ٹکٹ کی پشت پر لگایا گیا تھا۔"

ظہیر تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔ "لیکن کیوں......نعیمہ نے اُسے کیوں مارا......؟"

"یہ نعیمہ ہی بتائے گی، لیکن اتنا میں بتا سکتا ہوں کہ وہ صغیر کے ساتھ شادی کرنا نہیں چاہتی تھی۔"

ظہیر کی دادی پھر ابل پڑیں۔

نعیمہ ابھی تک بیہوش تھی۔

فریدی نے مختصراً ساری داستان دہرا دی اور اس نے اس لفافے کا تذکرہ بھی کیا جس کے ذریعہ اُسے اختر اور نعیمہ کے تعلقات کا علم ہوا تھا۔

"اگر یہ بات تھی تو اس نے اسی کو کیوں مار ڈالا۔"

"یہ تو وہی بتائے گی۔"

"غلط ہے......قطعی غلط۔"

فریدی ان ہم شکلوں کی طرف مڑا۔

"صغیر......تم بتاؤ......وہ اُفّون۔"

’’میرے صندوق میں کسی نے رکھ دی تھی۔‘‘

’’سنا تم نے......ان دونوں کو مشتبہ بنانے کے لئے یہ نعیمہ کا دوسرا حربہ تھا۔‘‘

’’پھر وہی دونوں۔‘‘

’’بکومت......!‘‘ فریدی انہیں گھور کر بولا۔ پھر ظہیر سے کہنے لگا۔ ’’اُس افیون پر نعیمہ کی انگلیوں کے نشانات صاف موجود ہیں۔‘‘

حمید کوتوالی فون کر چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد انسپکٹر جگدیش زنانہ فورس کے ساتھ ظہیر کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ نعیمہ گرفتار کر لی گئی۔ انہوں نے لاکھ لاکھ کوشش کی وہ اُسی وقت اقرار جرم کر لے لیکن اُس نے چپ سادھ لی تھی۔ ظہیر اور شمس وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ گھر والوں میں سے صرف وہی دونوں ہمشکل موجود تھے۔ جب نعیمہ کو پولیس کی لاری پر چڑھایا جانے لگا تو وہ دونوں اپنے ہاتھ ہلا کر بولے ’’ٹاٹا‘‘ اور پھر اندر چلے گئے۔

حمید اور فریدی دونوں ظہیر کے خاندان کے لئے مغموم تھے۔ انہیں کئی گھنٹے تک کوتوالی میں ٹھہرنا پڑا۔ شام کو واپسی پر انہوں نے ان دونوں ہم شکلوں کوا

’’بہت بُرا ہوا۔‘‘ دونوں نے ہانک لگائی۔

’’صغیر......!‘‘ فریدی نے اُن میں سے ایک کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ’’شرارت ختم کرو......ورنہ میں تمہارے لئے بھی کوئی نہ کوئی سبیل نکال لوں گا۔‘‘

اس نے دوسرے کو آنکھ ماری اور فریدی سے بولا۔ ’’کس طرح اندازہ لگایا آپ نے۔‘‘

دوسرا قطعی خاموش تھا۔ حمید بوکھلا کر فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

’’میرا خیال ہے کہ یہ صرف آوازوں کا نقال ہے۔‘‘ فریدی نے دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔ ’’ویسے نہ یہ ہماری زبان سمجھتا ہے اور نہ بول سکتا ہے۔ جب تم بولتے ہو تو یہ من عن تمہاری آوازوں کی نقل کرتا چلا جاتا ہے۔‘‘

’’خدا کی قسم آپ بالکل ٹھیک سمجھے۔‘‘ صغیر حیرت سے بولا۔ ’’دوسرا اب بھی خاموش اور ان دونوں سے بے تعلق نظر آ رہا تھا۔‘‘

’’لیکن میں نے اس دن تم دونوں سے الگ الگ بات کی تھی۔‘‘ حمید نے کہا۔

’’ٹھیک ہے۔‘‘ صغیر مسکرا کر بولا۔ ’’وہ اردو میں صرف دو جملے بول سکتا ہے، جو میں نے بڑی دشواری سے رٹائے ہیں۔ ’’آدھا صغیر......شاہد......صغیر شاہد ایک بٹا دو‘ جب آپ دوسری بار اس کے پاس جانے لگے تھے تو میں نے چیخ ماری تھی، جس کا مطلب یہ تھا کہ اب بیہوش ہو جانے کا وقت آ گیا ہے۔ لہٰذا ہم دونوں بیہوش ہو گئے۔ بیہوش ہو جانے کا ڈھونگ بھی اسی لئے رچایا تھا کہ وہ مجھ سے الگ ہو کر اردو نہ بول سکے گا۔‘‘

’’لیکن تم نے یہ سب کیا ہی کیوں تھا۔‘‘ فریدی نے پوچھا۔

’’محض مذاق......شرارت۔ میرا ارادہ تھا کہ دو ایک دن گھر والوں کو تنگ کرنے کے بعد حقیقت ظاہر کر دوں گا......لیکن......!‘‘

’’لیکن کیا......؟‘‘

’’اسی دوران میں اختر قتل کر دیا گیا اور میرے خنجر استعمال کئے گئے۔ اس لئے میں نے کہا چلو یہی دیکھو اب قانون تمہارے لئے کیا کر سکتا ہے۔‘‘

’’کیا تم خائف نہیں تھے۔‘‘

’’تھوڑا بہت خوف ضرور تھا۔ لیکن میں نے کہا چلنے دو......پھر نعیمہ سے متعلق بہتیری باتیں مجھے معلوم ہوئیں۔ وہ اول درجے کی آوارہ لڑکی ہے۔ میں نے اُسے اختر کے ساتھ......!‘‘

’’مجھے معلوم ہے۔‘‘ فریدی نے کہا۔ ’’لیکن تمہیں یہ ہم شکل کہاں سے ملا تھا۔‘‘

’’میڈغاسکر سے...... یہ ایک اطالوی ہے۔ اب سے تین سال قبل میں نے اسے بھکاریوں کے ایک گروہ میں دیکھا تھا۔ اس وقت اس کے چہرے پر گھنی ڈاڑھی تھی......لیکن میرا ہم شکل...... مجھے اس سے بہت محبت ہے۔ یہ عموماً ڈاڑھی رکھتا ہے......ورنہ میرے جاننے والوں کو بڑی دشواری ہو جائے۔ اس کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ یہ آوازوں کا بہترین نقال ہے۔‘‘

’’بہترین نہیں بلکہ حیرت انگیز کہنا چاہئے۔‘‘ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ’’تو اب تم نے یہ ڈرامہ بالکل ختم کر دیا۔‘‘

’’قطعی۔‘‘

’’اس تفریح میں تمہارے کتنے روپے صرف ہوئے ہوں گے۔‘‘ فریدی نے پوچھا۔

"تقریباً ساڑھے سات ہزار۔" صغیر نے ہنس کر کہا۔ "میں اس قسم کی تفریحات پر بے دریغ روپیہ صرف کرتا ہوں۔ میرے جاننے والے مجھے پاگل سمجھتے ہیں۔ لیکن میں کیا کروں، میری تفریح کا معیار ہی یہی ہے۔ معیار نہیں بلکہ نوعیت کہئے۔ خود بیوقوف بننا اور دوسروں کو بیوقوف بنانا۔ پھر بھلا ہلکی پھلکی شرارت میں کیا رکھا ہے۔ بہرحال اس شرارت سے مجھے اتنا فائدہ ضرور تھا کہ آپ جیسی عظیم شخصیت سے ذاتی طور پر واقفیت ہوگئی۔ میرا دعویٰ تھا کہ مجھے کوئی نہ پکڑ سکے گا...... مگر...... اچھا یہ بتایئے۔ آپ نے کیسے اندازہ لگایا کہ میں ہی صغیر ہوں...... ایک بار اور آپ نے اتنی ہی خود اعتمادی کے ساتھ میرا ہاتھ پکڑا تھا۔"

"کوئی خاص بات نہیں...... یہ بولتا تو ہے تمہاری ہی جیسی آواز میں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ آواز کسی مشین سے نکل رہی ہو...... اس کے چہرے کا اتار چڑھاؤ، الفاظ کا ساتھ نہیں دیتا۔ اس لئے میں اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ اردو جانتا ہی نہیں۔"

"حقیقتاً آپ اس دور کے زیرک ترین آدمی ہیں۔"

"اچھا...... آپ بھی مجھے بیوقوف بنانے لگے۔" فریدی ہنس کر بولا۔

"نہیں خدا کی قسم نہیں۔" صغیر نے سنجیدگی سے کہا پھر حمید سے بولا۔ "اور آپ کے متعلق میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ میں اور آپ مل کر ساری دنیا کو انگلیوں پر نچا سکتے ہیں۔"

"نہیں اس کے لئے میں اکیلا ہی کافی ہوں۔" حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

اس جواب پر صغیر کچھ جھینپ سا گیا۔

"نعیمہ نے اقرار جرم کیا یا نہیں۔" اس نے فریدی سے کہا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ اُس نے اختر کو کیوں مار ڈالا۔"

"کیا تمہیں اُن دونوں کے تعلقات کے بارے میں پہلے سے معلوم تھا۔"

"معلوم چہ معنی دارد...... میں نے حادثے سے قبل والی رات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اختر اسی لئے کافی رات گئے تک لائبریری میں بیٹھا کرتا تھا کہ دونوں کو عیاشی کے موقعے نصیب ہوسکیں۔"

"نعیمہ کو میں ایسی لڑکی نہیں سمجھتا تھا۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ "ایک اختر ہی پر منحصر نہیں

ں کے تعلقات صفدر سے بھی تھے۔"

"اوہ......!"

"اختر سے اس کا جھگڑا ہوگیا تھا۔" فریدی نے کہا۔ "وہ شادی تو کرنا ہی نہیں چاہتی تھی۔ ں نے شادی سے بچنے کے لئے اختر کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا تھا کہ وہ اُسے لے کر کہیں چلا جائے۔ اختر اس پر تیار نہیں ہوا۔ اس پر دونوں میں جھگڑا ہوگیا۔ نعیمہ فطرتاً ضدی اور زود رنج قسم کی لڑکی ہے۔ اُس نے اختر کا خاتمہ کردینے کا تہیہ کرلیا۔ صفدر سے پہلے ہی اُس کی راہ و رسم تھی اور شاید کبھی شادی کے سلسلے میں بھی عہد و پیماں ہوئے تھے۔ لہٰذا اس نے تمہیں ختم کردینے کے لئے اس سے پوٹاشیم سائینائیڈ طلب کیا۔ صفدر کا یہی بیان ہے کہ اس نے تمہارے ہی لئے اسکیم بنائی تھی اور اس نے اسے کچھ اس طرح بہلایا کہ اُسے پوٹاشیم سائینائیڈ دینا ہی پڑا۔ صفدر اُسے بُری طرح چاہتا تھا۔ نعیمہ نے اس سے کہا تھا کہ وہ دونوں ہم شکلوں میں سے صغیر کو پہچان گئی ہے۔ صغیر کی موت کا الزام آسانی سے دوسرے کے سر تھوپا جاسکے گا۔"

"بہت خوب......!" صغیر مسکرا کر بولا۔

"اگر وہ ایسا کر گذرتی تو واقعی بڑی دشواریاں پیدا ہوجاتیں کیونکہ تم دونوں انتہائی پراسرار بنے ہوئے تھے۔ کم از کم میں تو لاکھ برس پتہ نہ لگا سکتا کہ تمہیں کس نے اور کیوں مارا۔ ہاں تو وہ اپنی محبت کا واسطہ دے کر زہر حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ اس نے صفدر سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر صغیر مرگیا تو خاندان والے اس کیلئے اسی کو منتخب کریں گے کیونکہ انہوں نے پہلے ہی یہ سوچ رکھا تھا کہ صغیر نہ آیا یا اس نے شادی سے انکار کردیا تو پھر اس کی شادی صفدر سے کردی جائے گی۔"

"کمال کردیا۔" صغیر بڑبڑایا۔

"بہرحال زہر حاصل ہوجانے کے بعد اس نے پھر اختر کی خوشامد کرنی شروع کردیں کہ وہ اُسے بھگا لے جائے لیکن اختر کسی طرح تیار نہ ہوا۔ قصہ مختصر یہ کہ اس نے اسے اس بات پر تیار کرلیا کہ وہ اپنے کسی دوست کو خط لکھ دے کہ وہ فلاں دن اپنی محبوبہ کو لے کر اس کے یہاں پہنچ رہا ہے۔ پھر وہ اکیلی ہی وہاں چلی جائے گی اور اس سے یہ کہہ دے گی کہ اختر کہیں راستے میں رک گیا ہے، بعد کو آجائے گا اس نے اُسے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ کسی ایسے آدمی سے

واقف نہیں جس کے یہاں وہ کسی دوسرے شہر میں جا کر قیام کر سکے۔ اس طرح وہ اس کے لئے ایک تعارفی خط ہو جائے گا۔ پھر کچھ دنوں بعد وہ خود ہی کہیں اپنا انتظام کر لے گی۔ شاید اختر نے اپنی جان چھڑانے کے لئے اس قسم کا خط لکھنا منظور کر لیا۔ شام ہی سے نعیمہ نے اس کی اسٹیشنری میں زہر لگے ہوئے ٹکٹ رکھ دیئے تھے اور اسی دوران میں وہ تمہارے خنجر بھی چرا چکی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ شمس والے خطوط کا لطیفہ بھی سنو...... دو خطوط اُسے اختر ہی نے بھیجے تھے۔ وہ دراصل اُسے بیوقوف بنا کر لطف اندوز ہونا چاہتا تھا۔ نعیمہ کو اس کا بھی علم تھا۔ تیسرا خط خود اُس نے لکھ دیا اور اس کے ساتھ اپنے البم کی ایک تصویر بھی کر دی۔ تصویر دیکھ کر شمس صاحب کے الو سیدھے ہو گئے اور انہیں سچ مچ منٹو پارک کی سوجھ گئی۔ بہرحال وہ بیچارا مفت میں مارا گیا اور پھر جب اس کے ہاتھ کے نیچے سے وہ خط برآمد ہوا تو وقتی طور پر مجھے یقین ہو گیا کہ تم نے ہی اُسے قتل کیا ہے۔"

"بڑا الجھا ہوا کیس تھا۔" صغیر بولا۔

"صرف دو غلطیوں کی بناء پر وہ پکڑی گئی۔ ایک تو وہ افیون جس میں اس کی انگلیوں کے نشانات تھے...... دوسری غلطی تھی صفدر کی جلد بازی۔ اس نے زہر کی گمشدگی کی رپورٹ دینے میں بڑی جلدی کی۔"

"خیر صاحب...... یہ تجربہ بھی زندگی بھر یاد رہے گا۔" صغیر انگڑائی لے کر بولا۔

"مقدمے کے دوران میں تم دونوں کو یہیں ٹھہرنا پڑے گا۔"

"ہاں...... پھر وہی دونوں۔" صغیر کے ساتھ اس کا ہم شکل بھی بول پڑا۔ شاید اس نے اسے اشارہ کیا تھا۔

فریدی اور حمید ہنس پڑے۔

"اطالوی کے علاوہ کوئی اور زبان بھی جانتا ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں......!" دونوں نے ایک ساتھ کہا۔ "اچھا اب اجازت چاہوں گا۔"

دونوں نے ایک ساتھ اپنے ہاتھ مصافحہ کے لئے بڑھا دیئے۔

ختم شد